تھی اسلئے ہمارے بزرگوں کے کاموں کے گوہر آبدار کہیں کھرے پڑے ہوئے ملتے
اور کہیں کوڑے کرکٹ میں رُلے ملے ہیں۔ ایک نہایت لائق شخص کا کام ہے جو
اونکو چُنے اور لڑی میں پروکر سجاوے۔

ہمکو نہایت خوشی ہے کہ ہمارے دوست مخدوم اور ہمارے مدرسۃ العلوم کے
پروفیسر مولانا مولوی محمد شبلی نعمانی نے اس کام کا بیڑا اوٹھایا ہے اور ایک سلسلہ
ہیرو آف اسلام کا لکھنا چاہا ہے اوسی سلسلہ میں کی ایک یہ کتاب ہے جو "المامون"
کے نام سے موسوم ہے۔ اونہوں نے خلفائے بنی عباس میں سے مامون الرشید اور
ہارون الرشید کو عباسی خلفا کا ہیرو قرار دیا ہے اور اونکے تمام کارنامے اچھے یا بُرے
نہایت خوبی اور نہایت خوش اسلوبی سے اونمیں لکھے ہیں۔

تاریخانہ واقعات لکھنے چنداں مشکل نہ تھے مگر وہ باتیں جنکے لکھنے کا اوس زمانہ کے
مؤرخوں کو بہت کم خیال تھا یا اونکی قدر نہیں کرتے تھے اور اس زمانہ میں انہیں کی
تلاش اور اونہیں کی تحقیقات سے بات کرنی نہایت مشکل تھی مولانا نے انہیں کو کیا
اور ایک مکمل ہی کامیابی حاصل کی ہے۔

پہلے حصہ میں اونہوں نے تاریخانہ واقعات لکھے ہیں اور نہایت خوبی اور اختصار
سے دکھایا ہے کہ خلافت کا سلسلہ کیونکر اور کیوں خاندان بنی امیہ کو برباد کرکے عباسی
خاندان میں پہنچا اور کیا اسباب جمع ہوئے جس سے امین اوسکا بھائی محروم او مقتول
اور خود مامون تمام مملکت اسلامی کا مالک الملک لاشریک ہوگیا۔

جابجا واقعات دلچسپ سے بھی اس حصّہ کو آراستہ کیا ہی جسکے سبب سے یہ سوکھا اور پھیکا تاریخانہ حصّہ نہایت دلچسپ ہو گیا ہے۔

دوسرے حصّہ مین انتظام سلطنت۔ آمدنی مملکت۔ فوجی انتظام۔ عدالت اور اوسکی جزئیات کو جہان جہان سے ملے چُن چُنکر ایک جگھ جمع کیا ہے اور ماموں کی خصلت اور اوسکے سوشل حالت اوسکی پریوٹ زندگی اوسکے مشغلون اور اوسکی مجلسون کا ذکر کیا ہے اور اوس زمانہ کی زندگی اور طرز معاشرت کا نقشہ کھینچدیا ہے۔ یہ حصّہ نہایت ہی دلچسپ ہے۔ شان اور عظمت اور جلال خلافت کے ساتھ ایسی ایسی سادہ اور بے تکلف باتون سے بھرا ہوا ہے کہ اس سے اسکو اور اوس سے اسکو رونق ہوتی ہے۔

اس حصّہ مین لطائف وظرائف کے ساتھ علمی اور خصوصاً مسلم ادب کے ایسے ایسے نکتے مذکور ہین جو ادیب کے لیئے سرمایۂ ادب اور ظریف کے لئے سرمایۂ ظرافت ہین۔

اسقدر جزئیات کو تلاش کرنا اور نظم اسلوب سے ایک جگھ جمع کرنا کچھ آسان کام نہ تھا مصنف نے کوئی بات ایسی نہین لکھی جسکا حوالہ کسی معتبر ماخذ سے نہ دیا ہو۔ ہر ایک جزوی بات پر بھی اوس کتاب کا جس سے وہ بات لیگئی حوالہ دیا ہے اوسکے حاشیون پر جسقدر کتابون کے حوالے ہین اونکو دیکھکر اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے مین کسقدر جانکاہی ہوئی ہوگی اور مصنف کو کتنے ہزار ورق تاریخون کے اولٹنے پڑے ہونگے۔ اور اسی کے ساتھ جب یہ خیال کیا جاوے کہ مصنف نے

ناول جزئیات کہ ایسی کتابوں سے تلاش کرکے نکالا ہے جسکی نسبت خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ اون میں ہنود کے حالات ہونگے تو اوس محنت کی وقعت و قدر اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

یہ کتاب اُردو زبان میں لکھی گئی ہے اور ایسی صاف و شستہ اور برجستہ عبارت ہے کہ دلّی والوں کو بھی اوسپر رشک آتا ہوگا۔

اُردو زبان نے بہت کچھ ترقی کی ہے مگر اسبات کا بہت کم لحاظ رکھا گیا ہے کہ ہر فن کے لئے زبان کا طرز بیان جداگانہ ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں ناول (قصّہ) اور ناول میں تاریخانہ طرز کیسی ہی فصاحت اور بلاغت سے برتا گیا ہو دونوں کو برباد کرتا ہے۔

لارڈ مکالی جو انگریزی زبان کا بے نظیر ادیب ہے اوسکے تاریخانہ ایسے ہی اعلیٰ فصاحت و بلاغت کے اپنا نظیر نہیں رکھتے مگر انشاپردازی اور شاعرانہ طرز ادا سے تاریخانہ اصلیت کو بہت کچھ نقصان پہونچانے والے ہیں۔

ہمارے لائق مصنف نے اوسکا بہت کچھ خیال رکھا ہے اور باوجود تاریخانہ مضمون ہونے کے ایسی خوبی سے اوسکو ادا کیا ہے کہ عبارت بھی فصیح اور دلچسپ ہے اور تاریخانہ اصلیت بھی اپنی اصلی صورت پر موجود ہے۔ جو خوبصورت ہے خوبصورت ہے۔ جو تھوڑی ہے تھوڑی ہے۔ نہ خواہ مخواہ کسی کو زیادہ خوبصورت بنایا ہے نہ تھوڑے سے کو زیادہ بہت بڑا اور در حقیقت یہی کمال تاریخ نویسی کا ہے۔

اِس کتاب کا حق تصنیف مصنف نے اپنی فیاضی اور قومی ہمدردی سے مدرستہ العلوم علیگڈہ کو عطا کیا ہے -

پہلا ایڈیشن اِس کتاب کا اسی سال مین کمیٹی مدرستہ العلوم نے کمیٹی کے فائدے کے سلئے چھاپا اور سب فروخت ہوگیا اور لوگون کی طلب باقی رہی مینے کمیٹی کیطرف سے اوسکے فائدہ کے سلئے دوسرے ایڈیشن کے نکالنے کا ارادہ کیا اور اوسکے لئے یہ دیباچہ لکھا -

مگر مجھکو مصنف کا دوبارہ شکر ادا کرنا پڑا کہ اونھون نے مہربانی سے پہلے ایڈیشن پر نظر ثانی کی اور بعض نہایت مفید اور ضروری مضامین اوسمین اضافہ کئے ' و حکماے عہد مامون مین بالتخصیص نہایت مفید اضافہ کیا - مجھکو امید ہے کہ یہ ایڈیشن پہلے ایڈیشن سے بھی زیادہ مطبوع طبع ہوگا -

سید احمد خان

سکرٹری کمیٹی مدرستہ العلوم علیگڈھ

۱۲ - اکتوبر ۱۸۹۱ عیسوی

لمؤلفہ

دستان سرائے محفل دوشینہ ایم ما — از ما فسانہائے کہن میتوان شنید

رائل ہیروز آف اسلام

یعنی

نامور فرمانروایان اسلام

کا

پہلا حصہ

المامون

اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں۔ تمہید ترتیب خلافت۔ مامون الرشید کی ولادت تعلیم و تربیت ولیعہدی تخت نشینی۔ خانہ جنگیاں۔ فتوحات ملکی اور وفات کے حالات ہیں دوسرے حصے میں جن کے مراتب کی تفصیل ہے جس سے اس عہد کے ملکی حالات اور مامون الرشید کے تمام اخلاق و عادات کا اندازہ ہو سکتا ہے نیز ان تمام کارناموں کی تفصیل ہے جنکی وجہ سے مامون الرشید کا عہد عموماً شاہان عالم کے عہد سے علمی حیثیت میں ممتاز تسلیم کیا گیا ہے مرتبہ

شبلی نعمانی

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام محمد قادر علیخان صاحب فی طبع شد

طبع چہارم

۱۸۹۲ء

یا اللّٰہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زمانہ کے انقلاب سے مسلمانوں کی قومی خاصیتیں گو بہت کچھ بدل گئیں
اور بدلتی جاتی ہیں۔ تاہم اپنی قومی تاریخ کے ساتھ جو دلچسپی اور شغف ان کو
پہلے تھا۔ اب بھی ہے۔ جس طرح قومی روایتوں کے محفوظ رکھنے میں وہ
ہمیشہ نامآور رہے ہیں۔ آج بھی گذشتہ تاریخ کی تذکار کو وہ جوشِ التفات
سے کہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ فرق ہے تو یہ ہے کہ اب سے سو برس
پہلے جو زبانیں۔ ہماری ملکی اور قومی زبانیں تھیں اب نہیں۔ زمانہ کے امتداد
اور اسلامی حوصلہ مندیوں نے۔ قومی تاریخ کے لئے اتنے ذخیرے مہیّا
کر دیئے تھے جس کا یہ اثر تھا کہ افسانوں کی طرح یہ روایتیں عام لوگوں میں
پھیل گئیں تھیں اور قصہ طلب حوالے اس کثرت سے ان زبانوں میں داخل

ہو گئے تھے کہ ہمارے لٹریچر کا ہر جملہ - گویا قومی تاریخ کا ایک مختصر سا متن تھا
لیکن آج جو زبان (اُردو) ہماری عام ضرورتوں کی کفیل ہے ہم اُسکے خزانہ
مین قومی تاریخ کا جسقدر سرمایہ ہے ضرورت سے بہت کم ہے - ہندوستان
کی بہت سی تاریخین لکھی گئین اور مغلیہ و تیموریہ کے کارنامے بڑی آب و تاب
سے دکھائے گئے - لیکن یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان کی مجموعی تاریخ بھی ہماری
قومی تاریخ کا ایک بہت چھوٹا حصہ ہے - اسلام کو تیرہ سو برس سے کچھ اوپر ہوئے -
اِس وسیع مدت مین اوسکی فتوحات کہان کہان پہونچین - کس کس کو اوسنے
تاج و تخت دیا - کتنی سلطنتین قایم کین - کبھی بنوامیّہ کو عروج ہوا - کبھی عباسیہ
کا ستارہ چمکا - آج دیلم نے تاجِ حکومت سر پر رکھا - کل سلجوق کا علمِ اقبال
بلند ہوا - کبھی ایّوبیہ نے روم و شام کے دفتر الٹ دیئے کبھی تاتین اوٹھ کر
اور یورپ کو پامال کر آئے - اگرچہ یہ خاندان مختلف ملک اور مختلف نسل سے
تھے - لیکن اسلامی اتحاد نے اِن سب کو ایک قوم کہکر پکارا اور انھین کے
رزم و بزم کے کارنامے ہماری قومی تاریخ بنگئے جسکو اُردو زبان مین ہم
ڈھونڈنا چاہین تو کہان ڈھونڈھین ؟

اُردو زبان کی یہ کم مایگی کچھ محل تعجب بھی نہین - اُردو - اگرچہ دیکھتے دیکھتے
ترقی کے بہت سے زینے طے کر گئی اور قریب ہے کہ وہ ایک علمی زبان کے
رتبہ تک پہونچ جائے - لیکن علما کا گروہ جو عربی زبان اور عربی تصنیفات

کا مالک تھا- اور اسوجہ سے ساری جیتے جی گویا خاص اوسی کے
قبضۂ اختیار میں تھے - اوسکی طرف مطلقاً ملتفت ہوا تصنیف و تالیف تو
ایکطرف ہمارے علما اس زبان میں خط کتابت کرنا بھی عار سمجھا کیے- حقیقت
یہ ہے کہ اردو کچھ اس تیزی سے بڑھی کہ بہت سے لوگ اور خصوصاً یہ سادہ مزاج
گروہ اوسکی رفتار ترقی کا اندازہ بھی نہ کر سکا- یہ سکا تو اوسوقت جب وہ (اردو)
ملک کی انشاپردازی اور تمام تصنیفات پر پورے اقتدار کے ساتھ قابض
ہو چکی تھی اور میرا تو خیال ہے کہ اونمیں بہت سے اتنک وہی صحراے عرب
اور سبزہ زار فارس کا خواب دیکھ رہے ہیں- موجودہ نسلیں جنھوں نے حال
کی آب و ہوا میں پرورش پائی- البتہ اردو کا حق سمجھتے ہیں اور اوسکی دلی
خواہش ہے کہ اسی ملکی زبان کو ترقی کے اعلیٰ رتبہ پر پہونچائیں- اسیکا اثر ہے کہ ملک
میں اُردو انشاپردازی کا ایک عام جوش پھیل گیا ہے اور ہر طرف سے نئی تصنیفات
کی صدائیں آرہی ہیں- لیکن چونکہ زمانہ کی پُرپیچ ضرورتوں نے اس نئے
گروہ کو بہت کم موقع دیا کہ عربی زبان پر دسترس پا سکے اسلئے عربی
تصنیفات سے وہ فائدہ نہ اوٹھا سکا اور قومی تاریخ کے اصلی جلوے اوسکی
آنکھوں سے چھپے رہ گئے- مجبوراً یہ پرزور اور ایجاد پسند طبیعتیں جو کسیطرح نچلی
نہیں بیٹھ سکتی تھیں- تذکروں اور ناولوں پر جھکیں- جس سے اتنا ضرور
ہوا کہ اُردو کی وسعت کا ایک قدم اور آگے بڑھا- لیکن افسوس اور عبرت کی جگہ ہے-

کہ جوزبانِ عربی وفارسی کو ہٹاکر۔ ہماری علمی اور قومی زبان بنی۔ وہ اوسی خاصّہ سے محروم رہگئی۔ جو قایم مقامی کی حیثیت سے اوسکا ذاتی حق تھا یہی ایک چیز ہے جو قومی فیلنگ اور قومی جوش کو زندہ رکھہ سکتی ہے اور اگر یہ نہین تو قوم قوم نہین۔

انھین خیالات کی بنا پر ایک مدّت سے میرا ارادہ تھا کہ اسلامی حکومتونکی ایک نہایت مفصّل اور بسیط تاریخ لکھون۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ نہ مین تمام خاندانون کا استقصاء کرسکتا تھا نہ کسی خاص سلسلہ کے انتخاب کی۔ مجکو کوئی وجہ مرجح ملتی تھی۔ آخر مینے یہ فیصلہ کیا کہ رایل ہیروز آف اسلام (یعنی نامور فرمانروایان اسلام) کا ایک سلسلہ لکھون جسکا یہ طرز ہو کہ اسلام مین آجتک خلافت وسلطنت کے جتنے سلسلے قایم ہوئے اونمین سے صرف وہ نامور انتخاب کرلیے جائین۔ جو اپنے طبقہ مین عظمتِ حکومت کے اعتبار سے اپنا ہمسر نہ رکھتے ہون۔ اور اونکے حالات اِس ترتیب اور جامعیت سے لکھے جائین کہ تاریخ کے ساتھ لائف کا مذاق بھی موجود ہو۔ جن خاندانون کو مینے اِس غرض کے لیے انتخاب کیا ہے۔ اونکے یہ نام ہین۔

خاندان یا سلسلہ	ہیرو یعنی وہ نامور جو اپنے خاندان یا سلسلہ مین سب سے ممتاز ہے
خلفاے راشدین	حضرت عمرؓ۔ خلیفہ دوم
بنو امیہ	ولید بن عبدالملک

خاندانِ عباسیہ	مامون الرشید۔
بنو امیہ اندلس	عبدالرحمٰن ناصر
بنو حمدان	سیف الدولہ۔
سلجوقیہ	ملک شاہ۔
نوریہ	نورالدین محمود زنگی۔
ایوبیہ	سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس۔
موحدین۔ اندلس	یعقوب بن یوسف ۔
ترکانِ روم	سلیمان اعظم۔

ان خاندانوں کے سوا بھی بہت سے اسلامی خاندان ہیں جو تاج و تخت کے مالک ہوئے مگر میں نے انکو دانستہ چھوڑ دیا ہے ان میں سے بعضوں کے متعلق (مثلاً عبیدیہ سلطنت تیموریہ) تو اسوقت ہماری زبان میں متعدد تصنیفیں موجود ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ گو شاں حکومت یا وسعت سلطنت کے اعتبار سے انکو یہ رتبہ حاصل نہیں کہ ہیروز کے معزز دربار میں اوسکے لئے جگہ خالی کیجائے۔

یہ حصۂ جو میں قوم کے سامنے پیش کر رہا ہوں مامون الرشید عباسی کی تاریخ ہے اور اسی مناسبت سے اوسکا نام المامون ہے۔ اس بات کا مجھکو بھی افسوس ہے کہ چند مجبوریوں کی وجہ سے اس سلسلہ میں۔ ترتیب کی

پابندی نکرسکا - اور خلفاے راشدین و بنوامیّہ کو چھوڑکر پہلے اس خاندان کو لیا - جو ترتیباً تیسرے نمبر پر تھا - آیندہ بھی شاید مین ترتیب کی پابندی نکرسکون - لیکن یہ قطعی ارادہ ہے کہ اگر زمانہ نے مساعدت اور عمر نے وفا کی تو اِس سلسلے کے کل حصّے جسطرح ہوسکیگا پورے کرونگا -

مامون الرشید کے تاریخی حالات کے متعلق عربی مین جسقدر مشہور اور مستند تاریخین ہین خوش قسمتی سے اکثر اِس حصّہ کی ترتیب کے وقت میرے استعمال مین ہین لیکن مین علانیہ اعتراف کرتا ہون کہ - موجودہ زمانہ مین تاریخ کا فن ترقی کے جس پایہ پر پہونچگیا ہے - اور یورپ کی دقیقہ سنجی نے اوسکے اصول و فروع پر جو فلسفیانہ نکتے اضافہ کیے ہین - اوسکے اعتبار سے ہماری قدیم تصنیفات ہمارے مقصد کے لیے بالکل کافی نہین -

تاریخ کبیر ابو جعفر جریر طبری[1] - مروج الذہب مسعودی[2] - کامل بن الاثیر جزری - ابن خلدون - ابو الفداء - دول الاسلام ذہبی - تاریخ الخلفاء سیوطی - عیون والحدائق - اخبار الدول قرمانی - تاریخ ابن واضح کاتب عباسی - فتوح البلدان بلاذری[3] - معارف بن قتیبہ - اعلام الاعلام - النجوم الزاہرہ -

[1] یہ نہایت مستند اور ضخیم تاریخ ہے - ابن اثیر و ابن خلدون و ابو الفداء کا اصلی ماخذ یہی کتاب ہے - ۱۷ جلدون مین بمقام ہالینڈ نہایت اہتمام سے چھاپی گئی ہے - اور ہنوز ناتمام ہے -

[2] تاریخ کامل مطبوعہ مصر کے حاشیہ پر چھپی ہے - اور نہایت مشہور اور مفید تاریخ ہے -

[3] بلاذری نہایت قدیم مورخ ہے خلیفہ متوکل باللہ عباسی المتوفی ۲۴۷ھ کے عہد میں موجود تھا - اوسکی تاریخ ہالینڈ مین چھپی ہے -

یہ وہ مبسوط اور مستند تاریخیں ہیں۔ جو اسلامی تاریخوں میں ممتاز خیال کیجاتی ہیں
اور دولتِ عبّاسیہ یا خاص مامون الرشید کے حالات سے آگہی کا ذریعہ ایسے
بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے۔ لیکن ان تمام تاریخوں کو پڑھکر اگر یہ معلوم کرنا چاہو کہ
فلاں عہد میں۔ طرزِ تمدّن اور طرزِ معاشرت کیا تھا۔ حکومت اور سول مقدمات
کے کیا آئین تھے۔ خراجِ ملک کیا تھا۔ فوجی قوت کس قدر تھی۔ ملکی عہدے
کیا کیا تھے۔ تو ان باتوں میں سے ایک کا پتہ لگنا بھی مشکل ہوگا۔ خود وزرا و امرائے
وقت کے طور و طریقے اور عام اخلاق و عادات۔ کا اندازہ کرنا چاہو تو جزئی
حالات اور مفید تفصیلیں نہ ملینگی جسسے اُنکی اخلاقی تصویر ایکبار آنکھوں کے
سامنے پھر جائے۔ جن واقعات کو بہت بڑھا کر لکھا ہے اور ہزاروں صفحے اُنکی
نذر کر دیے ہیں۔ وہ صرف تخت نشینی۔ خانہ جنگیاں۔ فتوحاتِ ملکی۔ اندرونی
بغاوتیں۔ عمّال کے عزل و نصب۔ کے حالات ہیں۔ یہ واقعات بھی کچھ ایسے
عامیانہ طریقے پر جمع کر دیے ہیں کہ نہ اُن میں اسباب و علل کا مرتب سلسلہ معلوم
ہوتا ہے۔ نہ اُن سے کسی قسم کے دقیق تاریخی نتیجے مستنبط ہو سکتے ہیں۔
مثلاً اسی مامون الرشید کے عہد میں بہت سی بغاوتیں ہوئیں۔ اُنکے متعلق جس
تاریخ کو اٹھالو۔ نہایت تفصیلی حالات ملیں گے۔ لیکن اگر یہ تحقیق کرنا چاہو کہ
کس قسم کے اندرونی واقعات نے ان بغاوتوں کو پیدا کیا تھا۔ اور ان کے نشوونما
کی وہ ابتدائی اور تدریجی رفتار جسپر عوام تو کیا۔ خواص کی نگاہیں بھی

نہ اونھین کب شروع ہوچکی تھی - تو یہ تاریخی دفتر بہت کم مدد دینگے اور ہمکو تمام تر اپنے اجتہاد سے کام لینا پڑے گا - تاریخ عالم کا ہر واقعہ - بہت سے مختلف واقعات کے سلسلے مین بندھا ہے - انھین ریشہ دوانیون کا پتہ لگانا اور اونسے فلسفیانہ نکتہ سنجی کے ساتھ تاریخی نتایج کا استنبط کرنا - یہی چیز ہے جو علم تاریخ کی جان اور روح ہے - اور یورپ کو اس فن کے متعلق جس اختراع وایجاد پر زیادہ ترناز ہے وہ اسی طلسم کی پردہ کشائی ہے - اس سے میرا یہ مقصد نہین کہ اگلے مصنفون کی کوششون پر نکتہ چینی کرون - اون لوگون نے جو کچھ کیا موجودہ اور آیندہ نسلین ہمیشہ اونکی ممنون رہینگی - لیکن زمانہ کا ہر قدم آگے ہے - کون کہہ سکتا ہے کہ ترقی کی جو حد کل مقرر ہوچکی تھی - آج بھی قایم رہیگی !

اسکے علاوہ - یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ہر زمانہ کا مذاق مختلف ہے - جن باتونکو قدما نے اس خیال سے نظر انداز کر دیا کہ یہ جزئی اور عام معمولی باتین تصنیف کی متانت کے شایان نہین - آج اونھین کی تلاش ہے کہ اوس عہد کی عام معاشرت - اور طرز زندگی کا اونسے اندازہ کیا جائے - اسی ضرورت سے مینے اس کتاب کے دو حصے کیے - پہلے حصے مین وہی معمولی واقعات ہین - جو عموماً تاریخون مین مل سکتے ہین - یعنی - مامون کی ولادت - ولیعہدی - تخت نشینی - خانہ جنگیان - بغاوتین - فتوحات ملکی - وفات -

دوسرے حصہ میں ان مراتب کی تفصیل ہے جس سے ناموس کے پولیٹکل انتظامات اور سوشل حالات کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اس خاص حصہ کی ترتیب کے وقت۔ واقعات کی تلاش و جستجو میں۔ ہم خاص تاریخی تصنیفات کا پابند نہ تھا۔ تراجم۔ طبقات۔ معاجم جغرافیے۔ سفرنامے۔ تنقیحات غرض جہاں سے جو بات ملی۔ اخذ کی۔ تاہم اس بات کی سخت احتیاط کی کہ جو کچھ لکھا جائے نہایت صحیح اور مستند تاریخی روایتوں سے لکھا جائے۔

(ناظرین اس موقع پر حصہ دوم جہاں سے شروع ہوا ہے اس کی تمہید بھی ملاحظہ فرماویں)

ناموس از تمہید کی اصلی تاریخ شروع کرتے ہیں۔ پہلے مناسب ہوگا کہ ہم مختصر طور پر دولت عباسیہ کے قیام کے ابتدائی حالات لکھیں۔ عام مورخوں نے عباسیہ کے طلوع اقبال اور بنو امیہ کے زوال کا زمانہ قریباً ساتھ ساتھ خیال کیا ہے اور ان مشہور واقعات سے بھی جو شہرت عام کی روشنی میں چمک رہے ہیں۔ یہی گمان ہوتا ہے کہ عباسیوں کو اپنی قیام سلطنت کی بنیادوں میں بہت کم عرصہ لگا لیکن تاریخی اصول کے لحاظ سے کسی طرح خیال میں نہیں آ سکتا۔ کہ ایک ایسی زبردست سلطنت ایسے دوری صدمہ سے دفعتاً زیر و زبر ہو جائے۔ یہ بات بھی کچھ کم تعجب کی نہیں کہ جب خلافت کے دعوی میں ہمیشہ پیغمبر صلعم کا قرب زیادہ موثر سمجھا جاتا تھا تو عباسیہ اور سادات کے ہوتے۔ بنو امیہ کیونکر اس منصب پر قابض ہو گئے۔ ان باتوں کے سمجھانے

کے لیئے ہم خلافت کے اجمالی سلسلہ کو اس ترتیب سے لکھتے ہین جس سے وہ تمام عقدے خود بخود حل ہوجائین جو ان خلافتون کی پولیٹکل حیثیتون کے متعلق۔ تاریخی فلسفہ کے راز ہین۔

خلافت کا اجمالی سلسلہ۔ بنی ہاشم وبنی اُمیّہ کی حریفانہ طاقتین۔ بنو اُمیّہ کی سلطنت۔ ہاشمیون کی کوششین۔ دولتِ عبّاسیہ کا آغاز

آنحضرت صلعم سے پہلے عرب کی تمام قوت وشوکت کا اصلی مرکز قریش کا قبیلہ تھا۔ لیکن قریش کے بھی دو برابر حصّے ہوگئے تھے[1]۔ ہاشم وامیّہ اور (جیساکہ علامہ ابن خلدون نے صاف تصریح کردی ہے) جمعیت اور ملکی اقتدار مین بنو امیّہ کا پلّہ۔ بنو ہاشم سے بھاری تھا۔ البتہ آنحضرت صلعم کے وجود مبارک سے بنو ہاشم فخر اور اعزاز مین اپنے حریفون سے نمایان طور پر ممتاز ہوگئے آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد جب خلافت کی نزاع پیدا ہوئی توگو فوری طور پر صدیق اکبرؓ پر اتفاق عام ہوگیا۔ لیکن بنو ہاشم دیر تک اپنے ادّعا پر رُکے رہے اور اونکو اپنی ناکامی پر تعجب اور افسوس دونون ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد۔ شاید بنی ہاشم کے دعوے نئے سر سے

[1] قریش کے اور بھی چھوٹے چھوٹے حصّے ہوگئے تھے لیکن برابر کے حریف صرف یہی دو تھے ۱۲

ہیں ہوئے لیکن حضرت عمرؓ کی باضابطہ ولیعہدی نے اسکا موقع نہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے قریب چھ شخصوں کو چھانٹ لیا۔ حاکمانہ لیاقت میں اونکے نزدیک ایسے مساویانہ درجہ رکھتے تھے کہ وہ کسی کے حق میں ترجیح کا فیصلہ نہیں کر سکے۔ حضرت علیؓ بھی انتخاب شدہ لوگوں میں شامل تھے اور گو حضرت عباس نے اونکو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی خلافت کو بحث و اتفاق کے ہاتھ میں نہ دیں۔ بلکہ بغیر کسی کی اعانت کے آپ اپنے استحقاق کا فیصلہ کرلیں۔ لیکن جناب امیرؓ کی نیک نفسی اور فیاض دلی نے اس اختلاف انگیز تحریک کے قبول کرنے کی اجازت نہ دی اور جب عبدالرحمٰن بن عوف نے جو اس نزاع کے طے کرنے کے لئے ثالث مقرر ہوئے تھے حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تو حضرت علیؓ نے "صبر جمیل" کہا اور بہ تقدیر راضی ہو گئے۔

حضرت عثمان خاندان بنوامیّہ سے تھے۔ اور انکی خلافت ایک نئے تاریخی سلسلہ کا دیباچہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نہ ہاشمی تھے نہ اموی اسلئے اونکے عہد تک بنوامیّہ و ہاشم یہ دونوں خاندان خلافت میں کچھ حصہ نہیں رکھتے تھے۔

حضرت عثمان نے اپنی خلافت میں۔ تمام بڑے بڑے ملکی عہدے بنی امیّہ کے ہاتھ میں دیدیئے۔ امیر معاویہ پہلے سے بھی شام کے گورنر تھے لیکن اس عہد

مین اونکا اقتدار اس حد تک پہونچ گیا کہ شام کے فرمانروا ے مستقل سمجھے جاتے تھے۔ حضرت عثمان کی خلافت قریبًا بارہ برس رہی۔ اور اگرچہ اخیر مین اسی خاندانی رعایت پر لوگ اونسے ناراض ہوگئے۔ اور اونکی شہادت تک نوبت پہونچی۔ لیکن اس وسیع مدّت مین۔ بنی امیّہ کا خاندان۔ ملکی و مالی دونون حیثیت سے نہایت طاقتور ہوگیا۔ جسکا یہ اثر تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کے عہد مین امیر معاویہؓ نے ہمسری کا دعویٰ کیا اور اگرچہ ذاتی فضایل ومذہبی تقدس مین اونکو حضرت علیؓ سے کچھ نسبت نہ تھی۔ تاہم ایک مدّت تک وہ مساویانہ طاقت کے ساتھ۔ جناب امیر کے حریف رہے۔ اور جنگ کا جو اخیر فیصلہ ہوا وہ بھی گویا اونھین کے حق مین ہوا۔

اب اسلام مین ہاشمی اور اموی۔ دو طاقتین حریف مقابل بنکر قایم ہوئین۔ اور اونکے باہمی معرکہ آرائیونکی مسلسل تاریخ شروع ہوگئی۔ امام حسن علیہ السلام نے گو مصلحۃً خلافت سے ہاتھ اوٹھالیا اور بظاہر امیر معاویہ کی حکومت بیداغ رہگئی۔ لیکن اسی زمانہ مین آل ہاشم وشیعگان علی نے حضرت امام حسینؑ کو خلیفہ کرنا چاہا اور جب اونھون نے انکار کیا تو اونکے علاتی بھائی محمد بن حنفیہ کے ہاتھ پر خفیہ بیعت کی۔ اور اکثر شہرون مین نقیب مقرر کیے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے جانکاہ واقعہ کو ہم دوہرانا نہین چاہتے۔ افسوس ہے کہ اس عبرت انگیز حادثہ نے خاندان نبوت کی تمام زندہ یادگارین مٹادین۔ اور ایک

مدت کے لئے یہ توقع جاتی رہی کہ اس خاندان میں پھر سے خلافت کا سلسلہ ہو۔ یزید کے مرنے کے بعد محمد بن حنفیہ کا گروہ تھا جس نے مخفی طور سے پردہ اوٹھا دیا لیکن ہاشمیوں ہی میں عبداللہ بن زبیر دوسرے دعویدار پیدا ہو گئے اور اپنی مشہور شجاعت و اولوالعزمی سے حجاز و اطراف عرب میں مستقل حکومت قائم کر لی اسی اثنا میں۔ بنو امیہ میں سے مروان بن حکم نے جو حضرت عثمان کا چچا زاد بھائی تھا اور اونکا میر منشی رہ چکا تھا سنہ ۶۴ھ میں شام و مصر پر قبضہ کر لیا اور گو وہ کچھ بہت کامیاب نہیں ہوا۔ لیکن اوسکے بیٹے عبدالملک نے جو سنہ ۶۵ھ میں تخت نشین ہوا اوس عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی جو **دولت بنی اُمیّہ** کے معزز لقب سے مشہور ہے۔ عبداللہ بن زبیر مکہ معظمہ میں قلعہ بند ہو کر شہید ہوئے اور تمام دنیائے اسلام۔ بلا استثنا عبدالملک کے قبضۂ اقتدار میں آ گئی۔ یہ حکومت جسکو اموی کی پشت مروانی کہا زیادہ موزوں ہے۔ چنانچہ ۶۸ برس تک قائم رہی۔ اس قلیل مدت میں دس شخص تخت نشین خلافت ہوئے۔ اس خاندان میں عبدالملک و ولید۔ و سلیمان۔ و ہشام۔ نہایت عظمت و اقتدار کے بادشاہ گذرے۔ صرف ولید کی فتوحات پر اگر لحاظ کیا جائے تو دولت عباسیہ اپنی پانچ سو برس کی زندگی میں اوسکی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اس عہد میں حدود اسلامی کا دائرہ اسقدر وسیع ہو گیا تھا کہ سندھ و کابل و ایران و ترکستان و عرب و شام و ایشیائے کوچک و اسپین اور تمام

اذریعہ اسمین داخل تھا - باینہمہ بنی ہاشم اپنی کوششون مین برابر سرگرم تھے - اور مختلف وقتون مین بڑے زور شور سے مقابلہ کو اوٹھے -

اگرچہ ولید و ہشام کے پرزور ہاتھون نے سلطنت کو ہر خطرہ سے بچالیا - لیکن بنیاد حکومت مین کسیقدر تزلزل پیدا ہوگیا اور جب اوس عظمت و اقتدار کے فرمانروا اوٹھگئے تو حکومتِ مروانی کا ڈھچر بالکل ڈھیلا پڑ گیا -

اسوقت تک خلافت کی کوششین صرف سادات اور علویین کی طرف سے ہوتی رہین - عباسی خاندان - ابتک بظاہر ایک گمنامی کی حالت مین تھا علویین مین سے عبداللہ جو محمد بن حنفیہ کے بیٹے اور حضرت علی کے پوتے تھے اپنے پیرون کی ایک تعداد کثیر رکھتے تھے - اور خراسان و ایران مین جابجا اونکے خفیہ نقیب مقرر تھے سنہ ۱۰۰ھ مین اونکو زہر دیا گیا اور چونکہ اونکے کوئی اولاد نہ تھی اور نہ سادات مین اوسوقت کوئی صاحب اثر شخص موجود تھا اِسلئے وہ محمد بن علی کو جو حضرت عبّاس (رسول اللہ صلعم کے عم بزرگوار) کے پرپوتے تھے اپنا جانشین کر گئے - اِسطرح علویین کی مجتمعہ قوت عباسی خاندان کی طرف منتقل ہوگئی - گویا یہ پہلا دن تھا کہ دولتِ عبّاسیہ کی بنیاد کا پتھر رکھا گیا - آل عباس کے نقبا تمام عراق و خراسان مین پھیل گئے - اور سنہ ۱۰۲ھ و سنہ ۱۰۵ھ و سنہ ۱۰۷ھ و سنہ ۱۰۹ھ و سنہ ۱۱۸ھ مین اونکی طرف سے نمایان کوششین عمل مین آئین بعض اوقات حکام بنی امیہ پر یہ سازش کھل گئی جسکا نتیجہ

پا کر جن لوگوں پر شبہ ہوا وہ گرفتار ہو کر قتل کر دیئے گئے۔ اس اثنا میں کبھی کبھی علویوں نے بھی علمِ خلافت بلند کیا۔ سنہ ۱۲۱ھ میں زید بن علی و سنہ ۱۲۵ھ میں یحییٰ بن زید نے اپنی حوصلہ مندی کے جوہر دکھائے۔ اور میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دے کر مارے گئے۔ یہ لڑائیاں ان دعویداروں کو تو کچھ مفید نہ ہوئیں۔ مگر عباسیوں نے اس سے یہ فائدہ اٹھایا کہ ان کے حریف بنی امیہ کی قومی طاقت کو سخت صدمے پہنچے۔ سنہ ۱۲۶ھ میں محمد بن علی کا انتقال ہو گیا اور ان کے بیٹے ابراہیم امام باپ کے جانشین ہوئے۔ سنہ ۱۲۷ھ میں ابراہیم کو **ابومسلم خراسانی** ایک عجیب و غریب شخص ہاتھ آیا جسے اپنے حسنِ تدبیر اور زورِ بازو سے اس کام کو انجام تک پہنچا دیا۔ اور بانیِ دولتِ عباسیہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ اسی طرح سے سیکڑوں نقیب مقرر کر کے اور تمام اطراف میں بھیجے۔ طرفدارانِ آلِ عباس کے لیے سیاہ لباس یا ایک سیاہ دھجی بطور نشان کے مقرر کی۔ ان نقیبوں نے خراسان۔ فارس کے تمام اضلاع میں خفیہ سازشوں کے جال پھیلا دیے۔ اور ایک خاص دن ٹھہر گیا کہ اس تاریخ کو ہوا خواہانِ آلِ عباس جہاں جہاں ہوں دفعتاً اٹھ کھڑے ہوں۔ رمضان کی ۲۵ تاریخ سنہ ۱۲۹ھ شب جمعہ سفیدنج ایک گاؤں میں جو مرو کے نواح میں ہے ابومسلم نے خلافتِ عباسیہ کی عام منادی کر دی۔ اور ابراہیم کے

کھینچے ہوئے علمون پر جنکا نام ظل وسحاب تھا۔ سیاہ پھریرے آویزان کرے۔ ہر طرف سے لوگ جوق جوق آتے تھے اور ظل وسحاب کے نیچے جمع ہوتے جاتے تھے۔ ابو مسلم نہایت کامیابی کے ساتھہ فتوحات حاصل کرتا ہوا خراسان کی طرف بڑھا۔ اور عمال بنی امیہ کو پے در پے شکستین دین۔ اس زمانہ مین بنو امیّہ کا اخیر فرمانروا مروان الحمار تخت نشین حکومت تھا۔ خراسان کے گورنر نے اوسکو نامہ لکھا کہ "آل عبّاس مین سے ابراہیم نے علم خلافت بلند کیا ہے۔ اور ابو مسلم خراسانی جو اونکا نقیب ہے خراسان کے اضلاع پر قبضہ حاصل کرتا جاتا ہے"۔ ابراہیم امام اوسوقت حمیمہ مین تھے۔ اور اونکی فوجی جمعیت جو کچھ تھی۔ اونسے بہت دور خراسان کی فتوحات مین مصروف تھی۔ مروان نے بلقا کے عامل کو لکھا کہ ابراہیم کو پابزنجیر کرکے دارالخلافہ روانہ کرے۔ چونکہ اونکے ساتھہ کچھ جمعیت نہ تھی بغیر کسی دِقّت کے گرفتار کر لیے گئے۔ چلتے چلتے اپنے عزیزون سے کہتے گئے۔ کہ کوفہ چلے جائین۔ اور ابو العباس سفاح کو (جو انکے حقیقی بھائی تھے) خلیفہ بنائین۔

سفاح نے کوفہ پہونچکر جمعہ کے دن ۱۲۔ ربیع الاوّل ۱۳۲ھ کو۔ خلافت کا اعلان کردیا اور بڑے تزک واحتشام سے مسجد جامع مین جاکر خلافتِ عباسیہ کا نہایت فصیح وبلیغ خطبہ پڑھا۔

ادھر ابومسلم نے سمرقند۔ طخارستان۔ طوس۔ نیشاپور۔ رے۔ جرجان۔
ہمدان۔ نہاوند۔ یہ سب چھین لیں۔ اور یہ تمام ممالک عباسیوں کے
علم اقبال کے سایہ میں آگئے۔ شہرزور پر جو مروان کے بیٹے عبداللہ
سے مقابلہ ہوا۔ ابوعون نے جو ابومسلم کا ایک فوجی افسر تھا عبداللہ کو
شکست فاش دی۔ یہ خبر سنکر مروان ایک فوج عظیم کے ساتھ جو تعداد
میں لاکھ سے زیادہ تھی اور جس میں بنو امیہ کا تمام خاندان شریک تھا
ابوعون کے مقابلہ کو بڑھا۔ ادھر سفاح نے بھی عبداللہ بن علی اپنے چچا کو ابوعون
کی مدد کو بھیجا۔ مروان نے شکست کھائی۔ اور مصر کو روانہ ہوا۔ چند روز
بھاگتا پھرا۔ اور آخر ۲۷ ذوالحجہ ۱۳۲ھ کو بوصیر (مصر کا ایک شہر) کے
ایک گرجے میں محصور ہو کر مارا گیا۔ اور اس کے قتل کے ساتھ مروانی حکومت
کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد عباسیوں نے بڑی سفاکی کے ساتھ قتل عام
شروع کیا اور یہ اتفاق ٹھہر گیا کہ خاندان بنی امیہ کا ایک بچہ دنیا میں نہ
رہنے پائے۔ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اون کا پتہ لگایا جاتا تھا۔ اور قتل
کر ڈالے جاتے تھے۔ اس پر بھی عباسیوں کا جوش انتقام کم نہ ہوا۔ خلفائے
بنی امیہ یعنی امیر معاویہ۔ یزید۔ عبدالملک۔ ہشام کی قبریں
اکھڑوا ڈالیں۔ اور اگر ایک ہڈی بھی ثابت ملی تو آگ میں جلا دی۔
اس ہنگامہ میں بنو امیہ میں سے ایک شخص عبدالرحمٰن نام اندلس (اسپین)

کو بھاگ گیا۔ اور زور بازو سے وہ عظیم الشان حکومت قایم کر لی جسکو آل عباس ہمیشہ رشک کی نگاہ سے دیکھا کیے اور کچھ نکر سکے۔ عباسیون کی خلافت پانسو چوبیس برس تک قایم رہی اور اس مُدت مین ۳۷ تخت نشین گذرے۔ مامون جسکا حال ہم لکھنا چاہتے ہین۔ اس خاندان کا چھٹا خلیفہ تھا۔ ذیل کے دو شجرون سے۔ خلافت و نسب کی ترتیب معلوم ہوگی۔

شجرۃ الخلافۃ — شجرۃ النسب



ہرون الرشید بڑی عظمت وشان کا خلیفہ گذرا۔ شاہزادگی کے زمانہ مین روم پر لشکر کشی کی۔ اور پے درپے فتحین حاصل کرتا ہوا خلیج قسطنطنیہ تک

ہوگیا۔ مسلمانوں کی یہ حالت رہی تھی تو اسلام کے ملکی حدود اسقدر وسیع کردیئے
کہ دولت ساسانیہ میں کبھی نہیں ہوئے تھے۔ قیصر روم سے جو بار بار خراج
دے دے کر انکار کیا۔ مگر اوسے ہر بار شکست دی۔ قیصر کے پائے تخت ہرقلہ[1]
کو برباد کر دیا۔ اور دروازہ پر لکھوا دیا کہ پھر کبھی آباد نہ کیا جائے گا۔

سامان شان و شوکت۔ اور علم و ہنر کی سرپرستی نے ہارون الرشید کی
شہرت کو اور بھی چمکا دیا۔ اسکی قدر دانی کی بدولت عام لوگوں کے دلوں میں وہ ذوق
اور جوش پیدا کر دیئے کہ زمانہ کے تمام اہل کمال۔ دربار میں کھنچ آئے
اور آستانہ خلافت علوم و فنون کا مرکز بن گیا۔ خود بھی نہایت طباع اور باکمال
تھا۔ اسکی علمی مجلسیں۔ ادبی تصنیفات کی جان ہیں۔ حق یہ ہے کہ اگر اوسکا
دامن انصاف برامکہ کے خون سے رنگین نہ ہوتا۔ تو ہم اوسکے ہوتے
عباسیوں میں سے کسی فرمانروا کو اتحاد کی نگاہ سے نہ دیکھ سکتے مامون
جسکے حالات ہم اس کتاب میں لکھنا چاہتے ہیں۔ اسی ہارون کا فرزند
رشید تھا۔

مامون کی ولادت اور تعلیم و تربیت

ربیع الاول سنہ ۱۷۰ھ میں پیدا ہوا۔ اسکی ولادت کی رات بھی عجیب رات تھی

[1] ہرقلہ ایشیائے کوچک میں ایک نہایت آباد اور مشہور شہر تھا۔ یونانی زبان میں اس کا نام ہیرا قلیہ کہلاتا تھا
اوسکا نام ... سی شہر تھا عربی میں اوسکو ہرقلہ کہتے ہیں اب ... معمولی شہر رہ گیا ہے

جسمین ایک خلیفہ (ہادی) نے وفات پائی - دوسرا (ہرون الرشید) تخت نشین ہوا - تیسرا (مامون) عالم وجود مین آیا - خلیفہ مہدی نے وصیت کی تھی کہ "میرے بعد ہادی - تخت نشین ہو اور اوسکے بعد ہرون -" ہادی نے بدنیتی سے ہرون کو محروم کرنا چاہا - اور چونکہ ہرون خانہ جنگیون سے ہمیشہ پرہیز کرتا تھا - اسلئے ممکن تھا کہ ہادی اپنے خود غرضانہ ارادہ مین کامیاب ہو جاتا - لیکن موت نے دفعتًا اوسکی تمام امید - ون کو خاک مین ملا دیا - ہارون بستر خواب پر سو رہا تھا کہ وزیر اعظم یحییٰ نے جگا کر مژدہ خلافت سنایا - ہرون نے نہایت یاس سے کہا "دیکھو! تم ہنسی کرتے ہو - بھائی صاحب سن لینگے - تو یہی ہنسی بلاے جان ہو گی" یحییٰ نے عرض کیا کہ "قضاے الٰہی نے اس بحث کا فیصلہ کر دیا - آپ اطمینان سے سریر خلافت کو زینت دین" - اسی گفتگو مین - خواص مژدہ لائی کہ "مشکوی معلّے مین وارث تاج و تخت پیدا ہوا" یہی وہ مبارک فال لڑکا تھا جسکی قسمت مین مامون الرشید اعظم ہونا لکھا تھا - ہرون نے مبارک فالی کے لحاظ سے عبداللہ نام رکھا کیونکہ بانی دولت عبّاسیہ یعنی خلیفہ سفاح کا بھی یہی نام تھا -

مامون کی مان ایک کنیز تھی جسکا نام مراجل تھا - اور باذغیس (ہرات کا ایک شہر ہے) مین پیدا ہوئی تھی - علی ابن عیسیٰ گورنر خراسان نے اوسکو

ہارون کی خدمت میں پیشکش بھیجا تھا[1]۔ افسوس ہے کہ مراجل دو ہی چار روز کے
بعد انتقال کر گئی اور مامون کو مادرِ مہرباں کے دامنِ شفقت میں پلنا نصیب ہوا۔
مامون جب تقریباً پانچ برس کا ہوا تو بڑے اہتمام سے اوسکی تعلیم و
تربیت شروع ہوئی۔ دربار میں جو علما اور مجتہدین موجود تھے۔
اون میں سے دو شخص یعنی کسائی نحوی۔ اور یزیدی۔ قرآن پڑھانے کے لئے
مقرر ہوئے۔ مامون کا سن ہی کیا تھا۔ مگر ذہانت۔ اور متانت کے جوہر ابھی سے
چمک رہے تھے۔ کسائی کی تعلیم کا یہ طریقہ تھا کہ مامون کو پڑھنے کیلئے کہتا اور
آپ چپکا سر جھکائے بیٹھا رہتا تھا۔ مامون کہیں غلط پڑھ جاتا تو فوراً کسائی
کی نگاہ اوٹھ جاتی۔ اس اشارہ سے مامون متنبہ ہو جاتا۔ اور عبارت
کو صحیح کر لیتا۔ ایک دن سورۂ صف کا سبق تھا۔ کسائی حسبِ عادت
سر جھکائے سن رہا تھا۔ جب مامون اس آیت پر پہونچا یا ایہا الذین آمنوا
لم تقولون ما لا تفعلون (اے ایمان والو وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں)
تو بے اختیار کسائی کی نظر اوٹھ گئی۔ مامون نے خیال کیا کہ میں نے شاید
آیت کے پڑھنے میں کچھ غلطی کی مگر جب مکرر پڑھا تو معلوم ہوا کہ
صحیح پڑھی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب کسائی چلا گیا۔ تو مامون
ہارون کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر حضور نے کسائی کو

[1] کتاب العیون والحدائق۔ مطبوعہ یورپ صفحہ ۳۴۳۔

کچھ دینے کے لیے کہا ہو تو ایفاے وعدہ فرمایئے۔ ہارون نے کہا" ہان اوسنے قاریون کے لیے کچھ وظیفہ مقرر ہونے کی درخواست کی تھی۔ جسکو مینے منظور بھی کیا تھا۔ کیا اوسنے تم سے کچھ تذکرہ کیا" مامون نے کہا نہین۔ ہارون نے پوچھا پھر تمکو کیونکر معلوم ہوا۔ مامون نے اوسوقت کا ماجرا عرض کیا۔ اور کہا کہ خاص اوس آیت پر کسائی کا دفعتًا چونک پڑنا بلے وجہ نہین ہوسکتا تھا۔ ہارون اپنے کمسن بیٹے کی اس ذہانت پر نہایت متعجب اور خوش ہوا[1]۔ یزیدی مامون کا صرف معلم نہ تھا بلکہ اتالیق بھی تھا۔ اور مامون کے عام افعال و عادات کی نگرانی اوس سے متعلق تھی۔ اس فرض کو یزیدی نہایت سچائی سے ادا کرتا تھا۔ ایکدن یزیدی اپنے معمول پر آیا۔ مامون اوسوقت محل مین تھا۔ خدّام نے یزیدی کے آنے کی اطلاع کی مگر کسی وجہ سے مامون کو باہر آنے مین ذرا دیر ہوئی۔ نوکرون نے موقع پاکر یزیدی سے شکایت کی کہ جب آپ تشریف نہین رکھتے تو صاحبزادے تمام ملازمون کو نہایت دِق کرتے ہین۔ مامون جب باہر آیا تو یزیدی نے چھ٘ سات بید مارے۔ اِتنے مین خادمون نے وزیر السّلطنت جعفر بن یحییٰ برمکی کے آنے کی اطلاع کی۔ مامون فورًا آنسو پونچھ فرش پر جابیٹھا اور حکم دیا کہ اچھا آنے دو۔ جعفر حاضر ہوا اور دیر تک اِدھر اودھر کی

[1] دیکھو منتخب کتاب المختار من نوادر الاخبار صفحہ ۱۔ ۱۲منہ

باتیں کرتا رہا۔ یحییٰ کو ڈر پیدا ہوا کہ مامون جعفر سے کہیں میری شکایت نہ کر دے۔ جعفر جا گیا۔ تو یحییٰ نے پوچھا کہ میری شکایت تو نہیں کی۔

مامون نے سعادتمندانہ لہجے میں کہا "استغفر اللہ میں ہارون الرشید سے تو شکایت کر نہیں سکتا جعفر سے کیا کہوں گا۔ کیا میں یہ نہیں سمجھتا کہ مادیب و تعلیم سے حکومت دربار سے بہت بالا ہوتے ہیں[۵۱]۔ خلفا کا دستور تھا کہ دربار میں جو لوگ ممتاز اور صاحب فضل و کمال ہوتے تھے اولاد کو ان کی آغوش تربیت میں دیتے تھے اور انہیں کے اہتمام میں وہ تعلیم و تربیت حاصل کرتے تھے۔

ہارون نے اسی قاعدے کے موافق مامون کو سنہ ۱۲ھ میں جعفر برمکی کے حوالے کیا۔ مامون کی قابلیت علمی اور عام لیاقتوں کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہوا کہ وہ جعفر برمکی کی آغوش تربیت میں پلا جو قابلیت وزارت کے علاوہ علوم و فنون میں دستگاہ کامل رکھتا تھا اور زیادہ تر اسی کی سرپرستی میں ممالک اسلامیہ میں فضل و کمال کا رواج ہوا۔ یزیدی کا بڑا بیٹا محمد بھی جو نہایت متبحر اور متاع تھا مامون کی تربیت تعلیم پر مامور تھا۔

مامون کو بچپن سے یاد القرآن لکھا ہے[۵۲]۔ غالباً اسی زمانہ میں وہ حافظ

[۵۱] تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۳۱۹ - ۱۲ منہ

[۵۲] خلفاء میں صرف ابوبکر صدیق، عثمان، مامون الرشید حافظ القرآن گذرے ہیں سیوطی صفحہ ۲۱۲ - ۱

ہوا ہو گا۔ بہرحال قرآن مجید کے ختم کرنے کے بعد اوسنے نحو و ادب پڑھنا شروع کیا اور وہ مہارت حاصل کی کہ جب کسائی نے ایک موقع پر امتحان لیا اور نحو کے متعدد مسئلے پوچھے تو اوسنے اس برجستگی سے سوالون کے جواب دیے کہ خود کسائی کو تعجب ہوا اور ہارون نے جوش طرب مین سینہ سے لگا لیا[۱]۔

اس امتحان مین ہارون کا دوسرا بیٹا امین بھی شریک تھا۔ جو مامون سے ایک برس چھوٹا تھا اور جسکو اس بات مین مامون سے شرف حاصل تھا کہ اوسکی ماں زبیدہ خاتون تھی اور اس اعتبار سے وہ نجیب الطرفین تھا۔ یزیدی نے مامون و امین کو برجستہ گوئی اور حسن تقریر کی بھی تعلیم دی تھی۔ ان دونون کی قابلیت پر یزیدی کو خود تعجب ہوتا تھا اور وہ کہا کرتا تھا کہ "خلفاے بنی امیہ کے لڑکے قبائل عرب مین بھجا دیئے جایا کرتے تھے کہ شستہ بیانی سیکھین مگر تم تو گھر بیٹھے اونسے کہین زیادہ فصیح اور زبان آور ہو"۔ اوّل اوّل اوسنے جمعہ کے دن ایک بڑے مجمع مین جو فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا ایسے پر تاثیر لہجہ مین پڑھا کہ تمام حاضرین کے دل ہلگئے۔ اور اکثر لوگ رو پڑے۔ ابو محمد یزیدی نے اسپر ایک قصیدہ لکھا۔ کتاب الآغانی مین یہ قصیدہ نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہارون نے اوسکے صلہ مین یزیدی کو ۵۰ ہزار درہم عطا کیے

[۱] دیکھو دراری فی ذکر الذراری صفحہ ۲۹ - ۱۲ منہ

فقہ کی تعلیم کے لیے سلطنت کے ہر حصّے سے فقہا بلائے گئے۔ اور مامون نے اوسکے پیش صحبت سے ایک ماہر فقیہ کا رتبہ حاصل کیا۔ علم حدیث کی سند ہشیم۔ عباد بن العوام۔ یوسف بن عطیہ۔ ابو معاویہ الضریر۔ اسمٰعیل بن علیّہ۔ حجاج الاعور وغیرہ سے حاصل کی۔ حدیث کے فن میں مالک بن انس امام وقت تھے۔ اور بڑے بڑے ائمۂ فن جنمیں امام شافعی بھی داخل ہیں اونکی شاگردی پر فخر کرتے تھے۔ ہارون الرشید نے اونکی خدمت میں درخواست کی کہ "حریم خلافت میں قدم رنجہ فرماکر شہزادوں کو علم حدیث پڑھائیں"۔ امام مالک نے کہلا بھیجا کہ "علم کے پاس لوگ خود آتے ہیں وہ دوسروں کے پاس نہیں جاتا۔" اونھوں نے اس بات سے ہارون کو اور بھی عبرت دلائی کہ "یہ علم تمھارے ہی گھر سے نکلا ہے اگر تمھیں اوسکی عزت نکروگے تو وہ کیونکر عزت پاسکتا ہے"۔ اس معقول جواب کو ہارون نے نہایت خوشی سے تسلیم کیا اور شہزادوں کو حکم دیا کہ امام موصوف کے درسگاہ عام میں حاضر ہوں"[۵۱] ہارون الرشید خود بہت بڑا فقیہ اور نہایت شناس تھا۔ موطا کے پڑھنے کے لیے جو علم حدیث کی نہایت معتبر مشہور کتاب ہے وہ اکثر امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ اور چونکہ اوسکو اپنی اولاد کی تعلیم کا شروع ہی سے نہایت اہتمام تھا۔ امین و مامون بھی اس درس میں اوسکے ساتھ ہوتے تھے[۵۲]۔

[۵۱] تذکرۃ الحفاظ و فوات الوفیات المستعصمی صفحہ ۱۱۳ [۵۲] سیوطی صفحہ ۲۹۷ موطا کا وہ نسخہ جسمیں ہارون اسکے پڑھتا تھا دسیوں صدی تک جامع میں موجود تھا۔ سیوطی صفحہ مذکور ۱۱۳

ہرچند دارالخلافۃ بغداد مین جس پایہ کے علما موجود تھے اوسوقت اور کہین نہ تھے - تاہم ہارون کی خواہش تھی کہ ملک مین اور جو ارباب فن ہین اونکے فیض تعلیم سے بھی مامون و امین محروم نرہین - جب وہ کوفہ گیا جو اسوقت فقہ وحدیث کا مرکز تھا تو وہانکے تمام محدّثین کو طلب کیا - چنانچہ دو شخص کے سوا اور سب حاضر ہوئے - یہ دو بزرگ عبداللہ بن ادریس - و عیسیٰ بن یونس تھے - جنھون نے اپنے طریق عمل سے ثابت کیا کہ امام مالک کے سوا اور لوگ بھی ہین جو علم حدیث کی اصلی عزّت کرتے ہین - ہارون نے حکم دیا کہ مامون و امین خود اونکی خدمت مین حاضر ہون - بن ادریس نے سو حدیثین روایت کین - اور جب اوسیوقت مامون نے اون حدیثون کو زبانی سُنا دیا تو بن ادریس بھی اوسکی قوت حافظہ اور واقفیت پر عش عش کر گئے[1]

علوم مروجہ وقت مین سے مامون نے اگرچہ ہر ایک علم مین دستگاہ مناسب حاصل کی تھی لیکن خاص فقہ - ادب - تاریخ - ایام عرب مین وہ بڑے بڑے ماہرین فن کا ہمسر گنا جاتا تھا - اور درحقیقت ایک ایسے شخص کو جو بالطبع ذکی ہو جسنے یزیدی اور کسائی جیسے مجتہدین فن سے تعلیم پائی ہو - جو ابو نواس - ابوالعتاہیۃ - سیبویہ - فرّا کی علمی مجلسون مین شریک رہا ہو - ایسا ہی یگانۂ فن ہونا چاہیے جیسا کہ مامون تھا - بچپن مین ایکدن اوسنے اصمعی سے پوچھا کہ شعر

[1] سیوطی - صفحہ ۳۳۲ - ۱۲ منہ

کہا ہے۔ ما کنت الا کلحم میت ۔ دعا الی اکلہ اضطرار ۔ اصمعی نے کہا اس بیت المہلبی کا ۔ مامون نے کہا نہایت عمدہ خیال ہے ۔ مگر فلاں شعر سے ماخوذ ہے ۔ اصمعی کو اس وسعت نظر اور واقفیت پر نہایت تعجب ہوا[۱] ۔ مامون نے اسی زمانہ میں شعر کہنا بھی شروع کیا تھا ۔ اور چونکہ طبیعت نہایت موزوں اور لطیف اور وسیع تھی برجستہ کہتا تھا اور خوب کہتا تھا ۔ ایک موقع پر ہارون الرشید نے حسب معمول حکم دیا کہ ایک ہفتہ کے بعد سفر کے لیے طیار رہے اور ہفتہ گذر جانے پر بھی لوگوں کو اوسکے ارادہ کا ٹھیک حال نہیں معلوم ہوا تو مامون نے اکین دربار کی فرمایش سے خلیفۂ وقت کی خدمت میں یہ قطعہ لکھا ۔

یا خیر من دبت المطی بہ	ومن تقدی بسرجہ الفرس

اے ان سب لوگوں سے بہتر جنکو سواریاں لیکر چلتی ہیں اور وہ جسکے گھوڑے پر ہمیشہ زین رہتا ہے ۔

ہل غایۃ فی المسیر نعرفہا	ام امرنا فی المسیر ملتبس

سفر کا کوئی وقت ہے جسکو ہم لوگ جان سکیں یا یہ امر ہمارے لیے مبہم رہیگا ۔

ما علم ہذا الا الی ملک	من نورہ فی الظلام نقتبس

اس بات کا علم صرف اوس بادشاہ کو ہے جسکے نور سے ہم لوگ تاریکی میں روشنی حاصل کرتے ہیں ۔ ہارون کو اسوقت تک نہیں معلوم تھا کہ مامون نے شاعری شروع کی ہے ۔

۱؎ مروج الذہب مسعودی ۔ تذکرۂ اصمعی ۔ ۱۲ منہ

اگرچہ اس طباعی اور ذہانت پر نہایت خوش ہوا مگر قصہ پر بطور جواب کے یہ لکھا۔ " اے جان پدر تمکو شعر سے کیا کام۔ شعر عام آدمیون کے لیے باعث فخر ہے مگر عالی رتبہ لوگون کے لیے کچھ عزت کی بات نہین [۱]"

۱۸۸ھ مین جب ابراہیم موصلی و کسائی نحوی۔ و عباس بن الاحنف شاعر ایک ہی دن فنا کر گئے تو ہرون الرشید نے حکم دیا کہ خود شہزادہ مامون جا کر اُنکے جنازہ کی نماز پڑھائے۔ مامون نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہوا تو پوچھا کہ " کس کا جنازہ سب سے آگے رکھا گیا ہے"۔ لوگون نے عرض کی " ابراہیم کا" مامون نے کہا " نہین عباس کا جنازہ آگے رکھو" نماز سے فارغ ہو کر واپس چلا تو ایک درباری نے عرض کی کہ عباس کو کیا ترجیح تھی۔ مامون نے کہا ان دو شعرون کی وجہ سے

وسعی بها ناس فقالوا انها	لهی اللتی تشقی بها وتکابد
فجحدتهم لیکون غیرک ظنهم	انی لیعجبنی المحب الجاحد

(یعنی معشوق کی نسبت لوگون نے مجھسے کہا کہ تم اسی پر مرتے ہو مینے انکار کیا تاکہ لوگ تیری نسبت گمان نکرین۔ مجھکو وہ عاشق پسند ہے جو وقت پر مکر جائے) علامہ ابوالفرج اصفہانی نے اس واقعہ کو ابراہیم کے تذکرہ مین نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اوسوقت فن ادب کو وہ عزت حاصل تھی کہ اس قسم کے

---

[۱] سیوطی صفحہ ۳۲۰ - ۱۲

مذہبی مدارس میں بھی اوسکا لحاظ کیا جاتا تھا۔

مامون نے ان علوم سے فارغ ہوکر فلسفہ کی طرف توجہ کی۔ ہارون الرشید نے جو عالیشان محکمہ کتب علمیہ کے ترجمے کا قائم کیا تھا۔ اور جسمیں عیسائی یہودی، مجوسی وغیرہ ہر مذہب و ملت کے لوگ نوکر تھے جو مختلف زبانوں کی کتب فلسفیہ، طبیہ کے ترجمے کرتے رہتے تھے۔ مامون کی تکمیل فلسفہ میں بہت مددگار ہوا۔ لیکن اس موقع پر ہم اوسکی تفصیل نہیں کرتے اور اوس موقع کے لئے اوٹھا رکھتے ہیں جہاں ہم ملکی تاریخ سے فارغ ہوکر اوسکے عام اخلاق و عادات کا تذکرہ کرینگے۔ اوسی موقع پر اوسکی علمی مجلسیں۔ علما سے مناظرے۔ مسایل علمیہ کے متعلق ایجادات۔ فلسفہ کی ترویج کا حال لکھینگے۔ یہاں مختصر طور پر صرف وہ حالات بیان کیے ہیں جو اوسکی ابتدائی تعلیم سے متعلق تھے۔

مامون کی ولیعہدی ۱۸۲ھ

ہارون کی اولاد کو ر ۱۲ تھی جنمیں سے چار ایسے لایق و قابل تھے جنکو ولیعہدی کے لئے انتخاب کرسکتا تھا۔ مامون۔ امین۔ موتمن۔ معتصم۔ معتصم گو نہایت قوی اندام۔ دلیر۔ شجاع اور فنون جنگ سے واقف تھا لیکن جاہل محض تھا۔ ہارون نے اس بنا پر اسکو خلافت سے بالکل محروم کر دیا۔

ف ا سیوطی صفحہ ۳۲۲ - ۱۲ منہ

امین کی ماں زبیدہ اور اوسکا ماموں عیسےٰ بن جعفر بن المنصور دربار مین ایک پولیٹکل طاقت رکھتے تھے کیونکہ ارکین دربار وافسران فوج جو اکثر بنی ہاشم تھے اتحاد نسب کی وجہ سے زبیدہ کے ساتھ تھے۔ ۱۷۵ھ مین عیسیٰ بن جعفر نے وزیر السلطنت فضل بن یحییٰ سے امین کی ولیعہدی کے لیے سفارش کی۔ اگرچہ امین کی عمر اوسوقت کل پانچ برس کی تھی اور اسوجہ سے خاندان شاہی کے چند ممبر اس تجویز پر راضی نہ تھے۔ تاہم فضل کی بات تالی نہین جا سکتی تھی۔ ہرون نے تمام دربار سے امین کے لیے بیعت لی۔ امین اگرچہ نہایت ذکی الطبع فصیح خوش تقریر۔ پاکیزہ رو خورشمایل تھا۔ اسکے ساتھ اوسنے نحو۔ ادب۔ فقہ مین نہایت مہارت حاصل کی تھی لیکن عیش طلب اور راحت پسند تھا۔ ہارون کو بھی روز بروز اوسکی راحت طلبی کا زیادہ یقین ہوتا گیا۔ ماموں کی ذاتی خوبیون نے ہارون کو بالکل اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ" مین مامون مین منصور کا حزم۔ مہدی کی متانت۔ ہادی کی شان وشوکت۔ پاتا ہون۔ اور اگر اپنے آپ سے بھی اوسکو نسبت دینا چاہون تو دیسکتا ہون" میںنے" امین کو خلافت مین اوسپر ترجیح دی۔ حالانکہ مجھکو معلوم ہے کہ وہ فضول خرچ اور اپنی خواہشون کا مطیع ہے اور لونڈیان اور عورتین اوسکی مشیر کار ہین۔ اگر زبیدہ کا لحاظ اور بنو ہاشم کا دباؤ نہوتا تو مین مامون کو ترجیح دیتا"[۱۵]

[۱۵] سیوطی صفحہ ۳۱۱۔

ہارون نے ایکدن ابو عیسیٰ[۵۱] اپنے چھوٹے بیٹے سے حُسن و جمال میں ایسا لطیر نہیں رکھتا تھا کہا کہ "کاش تیرا حُسن مامون کو ملا ہوتا"۔ خود مامون سے بھی وہ کہا کرتا تھا کہ "ساری خوبیاں تجھی میں ہوتیں تو خوب ہوتا۔ اور اگر میرے اختیار کی بات ہوتی تو میں ابو عیسیٰ کا حُسن بھی تجھی کو دیتا"[۵۲]۔ زبیدہ کو ان باتوں سے نہایت رنج ہوتا تھا۔ وہ ہارون کو طعنہ دیتی تھی کہ تم ایک کنیز زادہ کو میرے لخت جگر پر ترجیح دیتے ہو۔ دونوں میں اکثر اس بات پر رنجشیں رہتی تھیں اور چونکہ زبیدہ عام لیاقتوں میں بھی امین کو مامون سے کم درجہ پر نہیں تسلیم کرتی تھی۔ ہارون اکثر موقعوں پر دونوں کا امتحان لیتا تھا اور نتیجۂ امتحان پر زبیدہ کو شرمندہ ہونا پڑتا تھا۔

ایک دن اوس نے چند مسواکوں کی طرف اشارہ کر کے جو اوسکے پاس رکھی تھیں۔ امین سے پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں۔ امین نے کہا "مساویک" یعنی مسواکیں۔ پھر اوس نے مامون کو بلا کر یہی سوال کیا اوس نے جواب دیا کہ "ضد محاسنک یا امیر المومنین"[۵۳]۔

---

[۵۱] درباری صفحہ ۴۔ ۳۳

[۵۲] تمام مورخین متفق ہیں کہ مامون شکل و صورت میں ... او عامل ... میں ابو عیسیٰ نہایت حسین اور نہایت جمال تھا۔ اسکے نام سا ... صحیح او ... کا جملہ تھا۔ مامون الرشید کو ابو عیسیٰ سے نہایت محبت تھی۔ علامہ آمالی نے لکھا ہے کہ مامون الرشید اپنے بعد اس کو ولیعہد مقرر کرنا چاہتا تھا مگر افسوس کہ وہ نوجوانی ہی میں مر گیا۔ مامون نے کئی دن تک اسکے غم میں کھانا نہیں کھایا۔ [۵۳] مرآۃ الجنان ترجمہ المامون

ایک اور دن ہارون نے دو خاص غلاموں سے کہا کہ امین سے تنہائی میں بطور خود پوچھو کہ جب خلافت آپکو ملیگی تو حضور ہمارے ساتھ کیا سلوک فرمائیں گے - امین نے نہایت خوش ہوکر کہا کہ میں تمکو اسقدر انعام اور جاگیریں دونگا کہ نہال ہوجاؤ گے - مگر جب مامون کے پاس گئے تو اوسنے دوات جس سے لکھ رہا تھا اوٹھاکر اوسکے موُنھہ پر پھینک ماری اور کہا کہ "بدمعاش جسدن امیر المؤمنین نہونگے تو ہم لوگ جی کر کیا کرینگے - ہم اونپر فدا ہوجائینگے"[سلہ]

اسپر بھی ہارون امین کی ولیعہدی کو مسترد نہیں کرسکتا تھا - مامون کے لیے اتنا کیا کہ سنہ ۱۸۲ھ میں امین کے بعد اوسکی ولیعہدی پر لوگوں سے بیعت لی - اور سر دست خراسان و ہمدان کے صوبجات کا گورنر مقرر کیا - تیسرے بیٹے قاسم کو جزیرہ ثغور و عواصم کی حکومت دی - اور مامون کو اختیار دیا کہ اگر قاسم لایق نہ ثابت ہو تو وہ معزول کرسکتا ہے اگرچہ ہارون نے اس طور پر ملک کی تقسیم کردی تھی - مگر وہ امین کی طرف سے مطمئن نہ تھا - وہ جانتا تھا کہ امین خود غرض اور عیش پرست ہے اور چونکہ تمام عمایدین بنی ہاشم اور فوج کا بڑا حصہ اوسکا طرفدار ہے اوسکو دوسروں کی حق تلفی پر آسانی جرأت ہوسکتی ہے - اس خیال سے سنہ ۱۸۶ھ میں جب وہ مکہ معظمہ گیا تو امین کو تنہا خانہ کعبہ کے اندر لیجاکر فہمایش کی پھر

[سلہ] ذراری صفحہ ۳۴۸ - ۱۲ منہ

مامون کو بلایا اور اوس سے بھی اس معاملہ کے متعلق پختہ تاکید کیں
آسکے بعد دونوں سے عہدنامے لکھوائے جسمیں ہر ایک نے اوس
تقسیم کو تسلیم کیا جو ہارون نے اون کے لیے تجویز کی تھی۔ صاحب روضۃ الصفا
نے لکھا ہے کہ تقسیم کی رو سے مامون کو جو ممالک ملے اومیں کرمان شاہ۔
نہاوند۔ قم۔ کاشان۔ اصفہان۔ فارس۔ کرمان۔ رے۔ قومس
طبرستان۔ خراسان۔ زابل۔ کابل۔ ہندوستان۔ ماوراء النہر۔ ترکستان
داخل تھے۔ امین کو بغداد۔ واسط۔ بصرہ۔ کوفہ تمامات سواد عراق۔
موصل۔ جزیرہ۔ حجاز۔ مصر۔ اور مغرب کی انتہا سے حدود دنیا تک کی حکومت
ملی۔ اس معاہدے پر دونوں سے دستخط کرائے اور وہ ایک جم غفیر کے سامنے
جسمیں یحیے برمکی وزیر السلطنت جعفر بن یحیی۔ فضل بن الربیع حاجب
رجال دولت کے تمام اعیان اور فقہا و علما شامل تھے۔ آواز بلند
پڑھا گیا۔ تمام حاضرین نے بطور شہادت کے اوسپر دستخط کیے۔ اور جب
ہر طرح سے اطمینان ہوگیا تو سونے کے لوحے میں جو زمرد و یاقوت سے مرصّع
تھا۔ رکھکر حرم کعبہ میں دروازہ کے اوپر آویزاں کیا گیا۔ کعبہ کے دربانوں سے
حلف لیا گیا کہ اوسکی نہایت احتیاط کرینگے اور حج کے زمانے میں کسی موقع عام
پر وہ آویزاں کردیا جاویگا۔ اگرچہ یہ عہدنامے نہایت طولانی اور بالکل معمولی
باتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ تمام تحریر میں ایک بات بھی ایسی نہیں جس سے

کوئی دقیق پولیٹکل خیال پیدا ہوتا ہم اس خیال سے کہ وہ ایک قدیم زمانہ کی تحریر ہے اور اوس سے اوسوقت کے عام خیالات اور طریق معاملات کا اندازہ ہوتا ہے - ہم بجنسہ اوسکا ترجمہ اس مقام پر لکھتے ہین[۱]-

دستاویز جو امین نے لکھی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم - یہ ایک تحریر ہے جسکو محمد بن امیر المومنین ہارون نے امیر المومنین ہارون کے لیے لکھا - بحالتِ ثبات عقل و صحت جسم - و درستی فعل - اطاعتمندانہ بلا جبر و اکراہ کہ مجھکو امیر المومنین ہرون نے ولیعہد سلطنت کیا ہے اور عموماً تمام مسلمانون پر میری بیعت لازم کی میرے بھائی عبد اللہ بن امیر المومنین کو میرے بعد میری رضامندی سے نہ جبر و اکراہ سے - خلافت اور ولیعہدی اور مسلمانون کے ہر ایک معاملے کی افسری - حاصل ہوگی - اور اوسکو امیر المومنین نے اپنی زندگی مین اور اپنے بعد خراسان اور اوسکے اضلاع و فوج - و خراج - و محکمۂ ڈاک و پرچہ نویسی - و بیت المال - و بیت الصَّدقہ - و عشر - و عشور کی ولایت دی ہے - پس مین اقرار کرتا ہون کہ جو کچھ امیر المومنین نے بیعت - و خلافت - و ولیعہدی - اور مسلمانونکی عام معاملات کی افسری میرے بھائی عبد اللہ کو دی ہے - مین ان سب امور کو تسلیم کرونگا - خراسان اور اوسکے اضلاع کی حکومت جو اوسکو امیر المومنین نے عطا کی ہے - یا زمین خاصہ

---

[۱] علامہ ازرقی نے جو ۲۲۳ھ مین موجود تھا ان دونون معاہدون کو تمامہا تاریخ مکہ مین نقل کیا ہے دیکھو تاریخ مذکور از صفحہ ۱۶۱ تا ۱۶۶ مطبوعہ جرمن مقام لیپزگ - ابن واضح کاتب عباسی نے بھی ان معاہدونکو اپنی تاریخ مین کسیقدر اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے - ۱۲ منہ

میں سے جو جاگیریں اسکو دی ہیں یا کوئی جائداد خاص کردی ہے۔ یا کوئی زمین یا جاگیر اسکو
خرید دی ہے یا جو چیزیں اپنی زندگی میں بحالت صحت اسکو مال و جواہرات اسباب
ذخیرے و غلام و مویشی۔ کم یا زیادہ۔ اوسکو عنایت کی ہیں۔ وہ سب عبداللہ
امیر المومنین کی ہیں جو اوسکے لیے تسلیم کرلیا گیا ہے اور جسمیں کچھ بحث نہیں ہے۔
اور میں نے اور عبداللہ امیر المومنین نے اون تمام چیزوں کو ایک ایک کر کے تمام
اسباب و جگہ جان لیا ہے۔ اور اگر ہم دونوں میں کسی چیز کی نسبت اون چیزوں میں اختلاف
واقع ہو تو عبداللہ کا قول قابل تسلیم ہوگا۔ میں اون چیزوں میں سے کسی چیز کا سوال
نہ کرونگا۔ نہ اوس سے چھینونگا نہ کم کرونگا۔ وہ چیزیں خواہ چھوٹی ہو خواہ بڑی۔ اور
نہ ولایت خراسان نہ اور کسی صوبہ سے جسکی حکومت امیر المومنین نے اوسکو دی ہے مجھکو
کچھ بحث ہوگی۔ میں عبداللہ کو اون صوبوں سے نہ معزول کرونگا۔ نہ خلع بیعت کرونگا
نہ کسی اور کو اوسکا قایم مقام کرونگا۔ نہ کسی اور شخص کو ولیعہدی خلافت میں اوس پر مقدم
کرونگا نہ اوسکی شان گھٹاؤنگا۔ نہ اوسکی صورت یا ایک شہر کو دوسرے شہر سے بدلونگا نہ اوسکے
خزانوں میں جاؤنگا۔ اور میں۔ احکام و مال۔ جاگیر و زمین جائداد کے متعلق کوئی
بات بدل دونگا۔ کسی وجہ سے اوسکی کسی حصہ میں تبدیلی کرونگا نہ اوس سے نہ اوسکے
عمال سے نہ اوسکے منشیوں سے کچھ حساب کتاب لونگا۔ خراسان اور اوسکے صوبوں اور
اون علاقوں میں جسکی حکومت امیر المومنین نے اپنی زندگی میں حالت صحت میں اوسکو دی ہے
جو کچھ انتظامات ہو اوسنے یا اوسکے عمال نے کیے ہونگے۔ مثلاً خراج۔ خزانہ۔ طراز

ڈاک - حمّام - عشر - عشور - وغیرہ - اوسکے درپے ہونگا - نہ اور کسی کو اجازت یا حکم دونگا - نہ ایسا خیال دلمین لاؤنگا - نہ اپنے لئے وہان کوئی جاگیر کی زمین طلب کرونگا - اور امیر المومنین ہارون نے جو کچھ زمان خلافت مین اوسکو عطا کیا ہے جسکا اس دستاویز مین ذکر ہے اور جسپر مجھسے اور عام لوگون سے بیعت لیگئی ہے - اومین کچھ کمی نکرونگا - نہ اور کسی کو اجازت دونگا کہ اوس سے تعرض کرے - یا اوسکا مخالف بنے - یا اوسکی بیعت کو توڑے - اس بارہ مین کسی شخص کی خلق اللہ مین سے کوئی بات نہ سنونگا - نہ اوسپر ظاہر یا باطن مین راضی ہونگا - نہ اس سے چشم پوشی کرونگا - نہ غفلت کرونگا - اور نہ کسی نیک آدمی سے نہ بد سے نہ سچے شخص سے اور نہ جھوٹے سے - نہ ناصح سے - نہ فریب دہندہ سے - نہ قریب سے - نہ بعید سے - نہ اولاد آدم مین سے کسی شخص سے - نہ مرد سے - نہ عورت سے - کوئی ایسا مشورہ - یا فریب - یا حیلہ - کسی بات مین - ظاہر یا باطن مین - حق یا باطل مین - قبول کرونگا - جس سے کسی معاہدہ یا شرط کا فاسد کرنا مقصود ہو - جو مینے عبداللہ بن امیر المومنین سے کی ہے اور جسکا اس دستاویز مین ذکر ہے - اور اگر کوئی شخص عبداللہ سے برائی کا ارادہ کرے - یا ضرر پہونچانا چاہے - یا اوسکی بیعت توڑنا چاہے - یا اوس سے ارادہ جنگ کرے - یا اوسکی جان - یا جسم - یا سلطنت - یا مال - یا حکومت مین - مجتمعۃً - یا تنہا - ظاہر - یا باطن مین کچھ تعرض کرنا چاہے - تو میرا فرض ہوگا کہ اوسکی مدد کردن - اور حفاظت کردن - اور حواپنی جان - وجسم - ومال - وخون - وچہرہ - وحرم - وحکومت سے دفع کردن وہ اوس سے بھی دفع کردن - اور اوسکی اعانت کو لشکر بھیجون - اور ہر مخالف کے

مقابلہ میں اوسکی مدد کروں - اور نہ چھوڑ دوں اوسکو اور نہ الگ ہو جاؤں اوس سے - اور ہمیشہ میں رہوں اس بارہ میں اوسکے کام کو اپنا کام سمجھونگا - اور اگر امیر المومنین کو موت آجائے اور میں اور عبداللہ بن امیر المومنین اوسوقت امیر المومنین کے پاس موجود ہوں - یا ہم میں سے صرف ایک شخص حاضر ہو یا کوئی نہ حاضر ہو - ایک ہی جگہ ہوں یا مختلف مقامات میں - اور عبداللہ بن امیر المومنین - خراسان کے علاوہ کہ حکومت میں ہو - تو میرا فرض ہوگا کہ اوسکو خراسان روانہ کروں - اور وہاں کی حکومت - و صوبے - و فوج - اوسکے حوالے کردوں - میں اسمیں نہ تاخیر کرونگا نہ اوسکو روکونگا - نہ اپنے سامنے نہ کسی اور شہر میں خراسان کے ادھر - اور فوراً اوسکو روانہ کرونگا - خراسان اور اوسکے مضافات کا حاکم کرکے مستقل طور پر بغیر اسکے کہ کسی کو اوسکا شریک کردوں - اور اون سب لوگوں کو اوسکے ساتھ کردونگا - جنکو امیر المومنین ہارون نے عبداللہ کی ہمراہی میں مخصوص کیا ہے - از قسم افسران فوج - و لشکر - و ندیم - و منشی - و عمال - و غلام و خدام - اور جو اوسکے ہمراہ ہوں - مع اوسکے اہل و عیال کے - انمیں سے میں کسی کو نہ روکونگا - اور نہ کسی کو اوسمیں شریک کرونگا - میں عبداللہ پر نہ کوئی امین بھیجونگا - نہ پرچہ نویس - نہ خبر رساں اور نہ قلیل یا کثیر میں اوسکا محاسبہ کرونگا -

جو کچھ اس تحریر میں میں نے شرطیں کیں اور جو کچھ لکھا ہے - اوسکی نسبت امیر المومنین ہارون کو اور عبداللہ بن امیر المومنین کو وثیقہ دیتا ہوں خدا کا اور امیر المومنین کا اور اسکا اور اپنے آباء و اجداد کا اور تمام مسلمانوں کا - اور وہ سخت عہد جو خدا نے انبیاء اور مرسلین اور عامہ خلائق

سے لیے ہین - اور اوس قسم کے عہد و میثاق اور قسمین جنکے پورے کرنیکا - خدا نے حکم دیا ہے - اور جسکے توڑنے اور بدلنے سے ممانعت کی ہے - پھر اگر مین توڑدون کوئی شرط جو میننے امیرالمومنین ہارون اور عبداللہ بن امیرالمومنین سے کی ہے اور جسکا اس تحریر مین ذکر ہے - یا خیال کرون اوس چیز کے توڑنے کا جسپر مین قایم ہون - یا اوسکو بدلون - یا خیال کرون - یا بد عہدی کرون - یا کسی شخص سے چھوٹے یا بڑے - نیک - یا گنہگار - مرد - یا عورت - جماعت - یا تنہا - کسی سے کوئی بات اوسکے خلاف قبول کرون تو مین بری ہون - خدا سے عزوجل سے اور اوسکی ولایت سے اور اوسکے دین سے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے - قیامت کے دن مشرک ہوکے خدا سے ملون - اور ہر ایک عورت جو آج میرے عقد نکاح مین ہے یا آیندہ تیس برس تک میرے عقد نکاح مین آئے - مطلقہ ہو بہ طلاق سے طلاق الحرج - اور مجھپر فرض ہوگا بیت اللہ کو ننگے پاؤن پیادہ جانا تیس حج کہ جو مجھپر نذر اور واجب ہونگے - خدا نہ قبول کرے مگر اوسکا پورا کرنا - اور جو مال آج میرا ہے یا جسکو مین تیس برس تک حاصل کرون - وہ کعبے کے لیے مجھکو بطور ہدیہ کے بھیجنا ضرور ہوگا - اور جتنے غلام آج میرے مملوک ہین - یا آیندہ تیس برس تک ہون سب آزاد ہونگے - اور جو کچھ میننے ہرون امیرالمومنین اور عبداللہ بن امیرالمومنین کے لیے لکھا ہے اور شرط کی ہے اور قسم کھائی ہے اور اس تحریر مین ذکر کیا ہے مجھکو اوسکا پورا کرنا لازم ہوگا - مین اوسکے خلاف دل مین کوئی خیال نہ لاؤنگا - اور اوسکے سوا نیت نکرونگا - اور اگر دل مین ایسا خیال لاؤن یا کچھ اور نیت کرون تو یہ عہد و پیمان اور قسمین

ب مجھ پر لازم اور واجب ہوگی۔ اور امیر المومنین کے افسران فوج اور جو لشکر
اور تمام شہروں کے لوگ اور تمام مسلمان سب میرے عہد بیعت و خلافت و ولایت سے
بری ہوگئے اور میرے خلع بیعت سے اُن کو کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ میں ایک ادنیٰ
آدمی کے برابر ہونگا۔ مجھکو اون لوگوں پر کچھ حق نہوگا۔ نہ ولایت۔ نہ اطاعت۔ نہ بیعت
اور اون لوگوں کو بے مواخذہ شرعی ان تمام قسموں اور عہدوں کا توڑنا جائز ہوگا جو
اونھوں نے میرے حق میں کیے ہیں[۱]"

مامون نے بھی ایک ایسی ہی دستاویز لکھی یا اوسکی طرف سے لکھی گئی۔ جسکا
خلاصہ یہ ہے کہ "امیر المومنین ہرون نے مجھکو امین کے بعد ولیعہد کیا اور اس
نے ایک دستاویز لکھی جسمیں اوسنے میرے حقوق کو اس تفصیل سے تسلیم کیا اور میں نے
قسم کھائی۔ میں بھی امین کی اطاعت کرونگا اور اگر فوج وغیرہ کی مدد چاہیگا تو کافی اعانت
کرونگا۔ بشرطیکہ وہ اپنے اقرار سے نہ پھرے اور اگر امین چاہیگا کہ اپنے بیٹوں میں سے
کسی کو میرے بعد ولیعہد کرے تو میں اوسکو تسلیم کرونگا۔ بشرطیکہ امین میرے حقوق پر
حملہ نہ کرے۔ لیکن اگر خود امیر المومنین ہرون اپنے فرزندوں میں سے کسی کو میرے بعد
ولیعہد قرار دیں۔ تو مجھکو اور امین کو تسلیم لازم ہوگا۔

اسوقت تک بظاہر امین و مامون۔ ملکی تقسیم اور جاہ و وقعت میں برابر کے حصہ دار
تھے۔ مگر متعدد تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ امین۔ خلافت کے بوجھ کو

---

[۱] [illegible] طویل کے حروف [illegible] لکھے ہیں

کسیطرح سنبھال نہین سکتا - اِسی خیال سے ہرون نے اوسکے اختیارات
کم کرنے شروع کیے اِسی کے ساتھہ مامون کو ہر موقع پر ترجیح دی -
اور گویا طریق عمل سے بتا دیا کہ خلافتِ اعظم کا مستحق مامون ہے - نہ امین -
سنہ ۱۸۹ھ مین بمقام قرماسین - علیٰ روس الاشہاد ظاہر کیا کہ مال - خزانہ - اسلحہ -
اسباب - جو کچھ ہے مامون کا ہے پھر تمام دربار سے کہا کہ تم لوگ اسپر گواہ رہو
سنہ ۱۹۰ھ مین جب روم پر حملہ آور ہوا تو شہر رقہ پر جسکو بجاے بغداد کے
دارالخلافہ قرار دیا تھا مامون کو اپنا جانشین کر گیا - اور تبرکاً - خلیفہ منصور
کی خاتم خلافت بھی عنایت کی - امین اِن کارروائیون کو رشک کی نگاہ
سے دیکھتا تھا مگر کچھ کر نہ سکتا تھا سنہ ۱۹۳ھ مین خراسان کے بعض اضلاع
مین بغاوت برپا ہوئی - جسکے فرو کرنے کو - ہرون خود روانہ ہوا - راہ مین
بیمار ہوا اور تمام ملک مین یہ خبر عام ہو گئی - امین کی سازش کے لیے یہ ایک
عمدہ موقع تھا - کیونکہ دربار مین جتنے صاحبِ منصب تھے سب اوسکے طرفدار
تھے اور خصوصاً وزیر اعظم فضل بن الربیع تو گویا امین کا دست و بازو تھا -
وہ عرب کی نسل سے تھا اور امین نے اوسی کے اہتمام مین تعلیم و تربیت
پائی تھی - ہرون کے ساتھ اوسوقت اگرچہ امین و مامون دونون مین سے
کوئی نہ تھا مگر فضل بن الربیع کی وجہ سے دربار پر امین کا اثر غالب تھا -
ہارون کی بیماری کی خبر سنکر امین نے فوراً ایک قاصد روانہ کیا اور بہت سے

خطوط دیئے جو اہل دربار کے نام تھے۔

ہرون الرشید نے اسی مرض میں ۳- جمادی الثانی ۱۹۳ھ میں انتقال کیا۔ اوسکے مرنے کے بعد قاصد نے امین کے خطوط جنکا مشترک مضمون یہ تھا کہ " فوج مع تمام خزانہ، سلاح و اسباب کے دار الخلافہ بغداد میں حاضر ہو" تمام درباریوں کو حوالے کئے۔ امرائے فوج اور بعض عمائد اس حکم کی تعمیل میں کسیقدر متامل ہوئے۔ لیکن فضل بن الربیع وہ شخص تھا کہ سارا دربار اوسکے اشاروں پر حرکت کرتا تھا۔ اوسنے لوگوں کو یقین دلادیا کہ " امین کے سامنے جو خاص دار الخلافہ میں ہے۔ مامون کو ہرگز فروغ نہیں ہو سکتا" چونکہ فوج بھی سکونت کے تعلق سے بغداد ہی کیطرف مائل تھی۔ امین اسی تدبیر میں پورا کامیاب ہوا۔ مامون کی بدبختی اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ فوج و حشم ایک طرف۔ خزانۂ عامرہ میں سے جسمیں اسباب و جواہرات کے علاوہ پچاس کرور کے صرف درہم و دینار تھے۔ اوسکا ایک حصّہ بھی نصیب نہ ہوا۔ غرض سب نے بغداد کا رخ کیا۔ مامون اوسوقت مرو میں تھا جب یہ خبر پہونچی تو ارکین دربار کو جمع کیا اور صلاح پوچھی۔ سب نے بڑے جوش سے کہا کہ " دو ہزار سوار ساتھ ہوں تو ہم شاہی فوج کو بزور واپس لاسکتے ہیں"۔ مگر فضل بن سہل نے جو وزارتِ اعظم کے پایہ پر ممتاز تھا۔ مامون کو الگ لیجاکر کہا کہ " یہ گنتی کے آدمی شاہی فوج پر جسکا شمار نہیں ہو سکتا فتح تو کیا حاصل کرسکتے ہیں۔ جب شکست کھاکر

جان سے ناامید ہونگے تو حضور کو امین کے حوالہ کردینگے کہ اس کارگذاری کے صلے مین اپنی جانین بچالین۔ اگر یہی منظور ہے تو خط بھیجکر پہلے فوج کا عندیہ دریافت کرلیا جائے۔" دو خاص خادم یہ نامہ لیکر گئے۔ فضل بن الربیع نے خط پڑھکر کہا "مین تو راے عام کا پابند ہون جسطرت سب ہونگے مین بھی ہونگا۔" لیکن عبدالرحمن ایک افسر فوج نے قاصدون کے پہلو پر نیزہ رکھکر کہا کہ "تمھارا آقا ہوتا تو یہ برچھی اسکے پہلو سے پار ہوچکی ہوتی۔" اب مامون کو چندور چند مشکلون کا سامنا تھا۔ ادھر تو اوسکے مالی اور فوجی دونون بازو ضعیف تھے۔ اودھر یہ ڈھنگ دیکھکر خراسان کی اکثر سرحدی ریاستین بغاوت پر کمربستہ ہوگئین۔ مامون خلافت سے یک لخت مایوس ہوگیا اور اگر فضل بن سہل نے نہایت استقلال سے اوسکو تسکین نہ دی ہوتی تو غالباً وہ حکومت سے دست بردار ہوجاتا۔ اوسنے فضل سے صریح لفظون مین کہدیا کہ "سلطنت مجھسے نہین سنبھل سکتی تم سیاہ و سپید کے مالک ہو۔ اور مین عنانِ حکومت تمھارے ہاتھ مین دیتا ہون۔"

فضل کو بظاہر کوئی سہارا نہ تھا اوسنے خود مامون کے افسرانِ فوج سے جب اعانت کی درخواست کی تو سب نے کانون پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ "حاشا! ایسے دو بھائیون کے معاملہ مین کون دخل دیسکتا ہے۔" تاہم فضل کے عزم و ثبات مین ذرا فرق نہ آیا اوسنے اپنے مضبوط اور ہیش مین دل سے یہی صدا سنی

کہ مامون ضرور کامیاب ہوگا۔ مامون کے ساتھ اگرچہ فوجی جمعیت بہت کم تھی۔ لیکن علما و فضلا کا ایک گروہ موجود تھا۔ جو اوس کی علمی مجلسوں کو رونق دیتا تھا۔ اور جسکے زہد و تقوی کا ملک پر اثر تھا۔ فضل نے ان مذہبی حربوں سے جو کام لیا۔ بڑے بڑے فوجی افسروں سے بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ لوگ تمام اطراف و دیار میں پھیل گئے اور وعظ و افتا کے ذریعے وہ اقتدار حاصل کیا کہ اوس کی ایک ایک بات پر ملک کا ملک آمادہ آ ما۔

مامون نے جو کچھ فضل حسوات اشاعت نیا مسیوں سے ایسا حسن قبول حاصل کیا کہ اوسکے عدل و انصاف کے گھر گھر چرچے تھے۔ صوبہ خراسان کا ایک چوتھائی خراج معاف کر دیا تھا۔ تمام ملک اوسکے ساتھ جان دینے پر آمادہ ہوگیا اور بڑے جوش سے یہ صدائیں بلند ہوئیں۔ کہ کیوں نہو ہمارا بھانجا اور ہمارے پیغمبر صلعم کے چچا کا بیٹا ہے۔ چونکہ مامون کی ماں عجمی تھی اسلئے تمام ایرانی اسکو اپنا بھانجا کہتے تھے۔

مامون و امین کی مخالفت

امین کو اس کامیابی کے بعد مامون سے کچھ بحث نہیں رہی تھی۔ اوس نے تخت نشینی کے دوسرے ہی دن قصر المنصور کے سامنے ایک گیند گھر طیار کرایا۔ وزراء سمجھے کہ زوال سلطنت کے آثار ہیں۔ اتفاق سے جہاں جہاں جو لوگ اوس کی تنخواہ پا

مقرر کر دیجائین اور دارالخلافت کو روانہ کئے جائین۔ ہاتھی۔ عقاب۔ سانپ
شیر۔ گھوڑے کی شکل کی کشتیان بنوائین اور اونمین بیٹھکر سالم آب کی سیر
کیا کرتا تھا۔ ان صحبتون مین اوسکو مامون کا خیال بھی نہین رہا۔ لیکن فضل
بن الربیع جو مامون کی ناکامی کا اصلی باعث تھا اور انھین کارروائیون کے صلہ
مین وزیراعظم مقرر ہوا تھا۔ مامون کیطرف سے مطمئن نہ تھا۔ اوسنے امین کو اس
بات پر آمادہ کیا کہ "مامون خلافت سے معزول کر دیا جائے"۔ امین سے نے
پہلے تو انکار کیا۔ مگر فضل نے کہا کہ "اوّل جو بیعت تمام ملک سے لیگئی۔ وہ آپکے
لئے تھی اور غیر مشترک تھی۔ پھر ہارون الرشید کو اوسمین کسی قسم کی تبدیلی کا کیا
اختیار تھا" ؟ یہ بات امین کے دلمین اوتر گئی۔ اور اسپر آمادہ ہوا کہ
مامون کو معزول کر کے موسیٰ کے لئے جو اوسکا صغیر السّن لڑکا تھا بیعت لے
دربار مین اگرچہ زیادہ وہی لوگ تھے جو امین کی ہان مین ہان ملاتے تاہم جب
عام دربار سے رائے طلب ہوئی تو عبداللہ بن خازم نے بیباکانہ کہا کہ
"اسلام مین آجتک کسی نے عہدشکنی نہین کی۔ آپ یاد رکھین کہ اوسکی "تاریخ
آپکے عہد سے شروع ہوتی ہے"۔ امین نے خفا ہوکر کہا کہ "چپ رہ۔
عبدالملک تجھسے زیادہ عاقل تھا۔ اوسکا قول ہے کہ "ایک جنگل مین دو شیر
نہین رہ سکتے"۔ پھر افسرانِ فوج طلب ہوئے۔ خزیمہ نے صاف مخالفت
کی۔ اور کہا کہ "اگر آپ مامون کی بیعت توڑتے ہین۔ تو ہمسے بھی اپنی نسبت

کچھ امید نہ رکھے"

امین اسوقت اس ارادہ سے باز رہا۔ مگر فضل بن الربیع کا جادو بے اثر نہیں جا سکتا تھا۔ چند روزوں کے بعد تمام ملک میں احکام بھیجدیے کہ خطبوں میں مامون کے بعد موسیٰ کا نام پڑھا جائے۔ مامون اپنی قوت کا اندازہ کر چکا تھا۔ اب اس نے علانیہ مخالف کارروائیاں شروع کیں۔

امین نے جب شاہزادہ عباس کو مامون کے پاس سفیر کر کے بھیجا کہ موسیٰ کی ولیعہدی تسلیم کرے تو اس نے صاف انکار کیا۔ اسیطرح امین نے خراسان کے بعض اضلاع طلب کئے تو مامون نے قاصدوں سے کہا کہ "امین کو اس قسم کی خواہشوں سے باز آنا چاہیئے"۔ یہ کارروائیاں گویا دیباچۂ جنگ تھیں اور اسوجہ سے مامون نے احتیاطاً تمام ممالک میں فرامین بھیجے کہ کوئی شخص جبتک سند اجازت نہ رکھتا ہو یا مشہور تاجر نہ ہو۔ ممالک محروسہ میں داخل نہ ہو سکے۔ فوجی افسروں کو تاکید لکھی کہ سرحدی مقامات پر معمول سے زیادہ فوج و سامان طیار رہے۔ طاہر بن حسین کو روانہ کیا کہ جسقدر جلد ممکن ہو رَے پہونچکر دشمن کا سدّراہ ہو۔

مامون پر فوج کشی ۱۹۵ھ

امین تو بہانہ ڈھونڈتا تھا۔ مامون کی گستاخیاں اشتہار جنگ کے لئے اوکمی

محرک ہوئین امین نے وہ دستاویزین جو معاہدہ بیعت کی نسبت لکھی گئی تھین مکہ معظمہ سے منگواکر چاک کرڈالین - اور موسیٰ اپنے بیٹے کو جو ہنوز پنج سالہ لڑکا تھا - ناطق بالحق کا خطاب دیا - عمال کو تاکیدی فرمان بھیجے کہ خطبون مین مامون کے بجاے موسیٰ کا نام پڑھا جاے - فوج کو طیاری کا حکم دیا - سپہ سالار فوج علی بن عیسیٰ کو دو لاکھ دینار انعام مین دلواے اور سات ہزار مغرق خلعتین معمولی افسرون کو تقسیم کین - کوچ کے دن فوج اس سر و سامان سے آراستہ ہوکر نکلی کہ بغداد کے بڑے بڑے معمر اور سن رسیدہ جو فوجی جاہ و حشم کے ہزارون تماشے دیکھ چکے تھے حیرت زدہ رہ گئے - علی بن عیسیٰ روانگی کے وقت زبیدہ خاتون (امین کی ماں) سے رخصت ہونے گیا - زبیدہ نے چاندی کی ایک زنجیر منگا دی کہ مامون گرفتار ہو تو اسمین مقید کرکے لانا - اسکے ساتھ یہ نصیحتین کین کہ " امین اگرچہ میرا لخت جگر ہے تاہم مامون کا بھی مجھپر بہت کچھ حق ہے - تم جانتے ہو کہ وہ کسکا بیٹا اور کسکا بھائی ہے - گرفتار ہو تو پاس ادب ملحوظ رکھنا - سخت کہے تو برداشت کرنا - راہ مین رکاب تھام کر چلنا - کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے - تو جانتا ہے کہ اوسکا کیا مرتبہ ہے - یاد رکھ کہ تو اوسکا کسیطرح ہمسر نہین ہو سکتا " غرض علی پچاس ہزار فوج لیکر ری کی طرف بڑھا - راہ مین جو قافلے ملتے تھے - متفق اللفظ بیان کرتے تھے کہ طاہر ری مین بڑی طیاریان کر رہا ہے - مگر علی - کثرت فوج پر اسقدر مغرور تھا

کہ اوسکو مطلق پروا نہ تھی۔ وہ برابر بڑھتا ہوا۔ رَے کی حد تک پہونچ گیا۔
طاہر کو لوگوں نے رائے دی کہ شہر میں رہکر علی کا مقابلہ کیا جائے کیونکہ ایسی مختصر فوج میدان میں کام نہیں دے سکتی۔ طاہر نے کہا کہ "اگر دشمن کی فوجیں شہر پناہ تک پہونچ گئیں تو اونکا ظاہری سلسلہ دیکھکر خود شہر والے ہمپر ٹوٹ پڑینگے۔"

طاہر صرف چار ہزار فوج لیکر باہر نکلا۔ علی بھی قریب ہو چکا تھا۔ دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔ علی کی فوج نہایت ترتیب سے ٹھہری۔ سب سے آگے زرہ پوشوں کا رسالہ تھا۔ پیچھے سو سو قدم کے فاصلہ پر دس علم۔ اور ہر علم کے پیچھے سو سوار تھے علموں کے پیچھے خاص شاہی گارڈ تھا جسکے قلب میں علی تھا اور اوسکے پہلو میں بڑے بڑے تجربہ کار افسر تھے۔ طاہر کی فوج گو نہایت مختصر تھی مگر اوسکے پر زور خطبوں نے ہر شخص میں وہ جوش بھر دیا تھا کہ دشمن کی کثرت فوج کا کسی کو خیال ہی نہ تھا۔ سب سے پہلے جس شخص نے صف سے نکلکر لڑائی کی ابتدا کی وہ حاتم طائی۔ علی کی فوج کا ایک نامور بہادر تھا۔ طاہر نے یہ اشتہار کیا کہ اسی کے تن کا کوئی سوار اوسکا مقابل ہو۔ اوسکو صرف اپنے زور بازو پر اعتماد تھا۔ خود مقابلہ کو نکلا اور جوش غضب میں دونوں ہاتھوں سے قبضہ پکڑکر اس زور سے تلوار ماری کہ ایک ہی ضرب نے حاتم کا فیصلہ کر دیا۔ اسی کے صلہ میں زبان خلایق سے اوسکو ذوالیمینین کا لقب ملا یعنی "دونوں ہاتھوں والا"۔
اب عام لڑائی شروع ہوئی۔ علی کی فوج نے طاہر کے میمنہ اور میسرہ پر اس زور

سے حملہ کیا کہ طاہر کی فوج کے قدم اوکھڑ گئے تاہم وہ بذاتِ خود ثابت قدم رہا۔
اور دوبارہ فوج کو ترتیب دیکر اہلِ عَلَم پر حملہ آور ہوا۔ اوسکے پے در پے حملون نے
عَلَم برداروں کی صفین اولٹ دین۔ پھر کچھ ایسی ہل چل پڑی کہ تمام فوج ابتر ہو گئی۔
علی نے ہزار سنبھالا مگر سنبھل نہ سکی۔ اسی ہنگامہ مین دفعتاً ایک تیر آکر لگا اور علی
کا خاتمہ ہو گیا۔ طاہر نے فتح قطعی حاصل کی اور مامون کو ان مختصر لفظون مین
نامۂ فتح لکھا کتابی الی امیر المومنین و راس علی بین یدای وخاتمہ فی
اصبعی وجندہ مصرفون تحت امری۔ یعنی " مین امیر المومنین کو خط
لکھ رہا ہون اور علی کا سر میرے سامنے ہے۔ اوسکی انگوٹھی میری اونگلی مین ہے
اور اوسکی فوجین میرے زیرِ حکومت ہین "۔ قاصدون نے رَی سے مرو تک
کی مسافت جو ڈھائی سو فرسنگ سے کم نہ تھی۔ تین دن مین طے کی اور چوتھے
دن مامون کے دربار مین حاضر ہوئے۔ دو دن کے بعد علی کا سر پہونچا۔ اور
بنشاعت تمام خراسان مین تشہیر کیا گیا۔

امین۔ حوض کے کنارے۔ کوثر اپنے پیارے غلام کے ساتھ مچھلیون کا شکار
کھیل رہا تھا۔ حوض مین رنگ برنگ کی مچھلیان پڑی تھین۔ جنکو سونے کی تھنیان
پنہائی تھین۔ نتھنیون مین بیش قیمت موتی پڑے تھے کہ جسکے شکار مین جو مچھلی آئے
موتی بھی اوسی کو ملے۔ امین خوبصورت لونڈیون کے ساتھ ہمیشہ اوسکے کنارے
شکار کھیلا کرتا تھا۔ آج بھی وہ اسی شغل مین تھا کہ دفعتہً مسرور نے فوج کی

شکست اور علی کے مارے جانے کی خبر سنائی۔ امین نے جھلا کر کہا "چپ رہو! کوثر دو مچھلیاں پکڑ چکا ہے اور مجھکو صبح سے اب تک ایک بھی نہیں ملی" شکار سے فارغ ہوا تو فضل بن الربیع کو طلب کیا۔ اوسنے شکست کی یہ تلافی کی کہ مامون کے وکیل کو جو بغداد میں رہتا تھا پکڑ بلایا اور مال و اسباب کے علاوہ دس لاکھ روپیے وصول کئے۔

امین نے ایک اور فوج طیار کی جسکی تعداد بیس ہزار سے کم نہ تھی۔ عبدالرحمن سپہ سالار مقرر ہوا۔ اس زمانہ میں طاہر ہمدان کے قریب مقیم تھا۔ یہ فوج بھی ہمدان کی سرحد پر پہونچکر ٹھہری۔ عبدالرحمن نے اس شہر کو صدر مقام قرار دیا اور ضروری موقعوں پر سوار و پیادے متعین کئے۔ طاہر نے شہر پر حملہ کیا۔ مہینوں محاصرہ رہا۔ آخر عبدالرحمن امن کا طالب ہوا اور شہر چھوڑ کر کسی طرف نکل گیا۔ طاہر قزوین پر بڑھا۔ یہاں کا عامل جسکا نام کثیر تھا۔ اوسکی آمد کی خبر سنکر پہلے ہی بھاگ گیا تھا۔ قزوین پر تو قبضہ ہوگیا مگر دفعتہً عبدالرحمن ایک فوج عظیم لیکر پہونچا۔ اور اس تیزی سے حملہ آور ہوا کہ طاہر کی فوجیں ہتھیار بھی نہ سنبھال سکیں۔ صرف پیادوں کی جماعت مسلح تھی اور وہ نہایت ثابت قدمی سے لڑی۔ اتنی فرصت پاکر سواروں نے بھی ہتھیار سنبھالے۔ اور سخت معرکہ ہوا۔ عبدالرحمن کی فوج نے شکست کھائی۔ تاہم وہ خود ثابت قدم رہا اور جب اوسکے ساتھیوں نے کہا کہ "اب لڑنا بے سود ہے۔ بھاگ چلئے"۔ تو اوسنے نہایت غیظ سے کہا کہ "میں خلیفہ امین کو

شکست کھایا ہوا مونھ دکھانا نہین چاہتا" نہایت بہادری سے لڑا اور مارا گیا۔
اس فتح نے دور دور تک طاہر کا سکّہ بٹھا دیا۔ جبل کے تمام علاقے اوسکے قبضہ
مین آگئے۔ تاہم یہ شکستین امین کے حوصلہ کو پست نہ کرسکین۔ اور اوسنے
ایک اور عظیم الشان فوج آراستہ کی جو تعداد مین کم و بیش چالیس ہزار تھی۔ سپہ سالار
وہ مقرر کیے جو دولت عبّاسیہ کے مشہور اور نامور افسر تھے یعنی احمد بن زید۔
و عبد الرحمن بن حمید۔ طاہر۔ ان بہادرون کا کسیطرح مقابلہ نہین کرسکتا تھا۔ اور
اس بات کو وہ خود بھی سمجھ گیا تھا۔ اب اوسنے تلوار کے بدلے تدبیر سے کام لیا۔
جعلی خطوط اور قاصدون کے ذریعہ سے ان دونون افسرون مین پھوٹ ڈالدی
اور یہانتک نوبت پہونچی کہ خود یہ دونون آپس مین لڑ گئے۔ مدّت تک ایکدوسرے
کے مقابلے مین شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے اور جس طاقت سے طاہر کے
مقابلے کو آئے تھے باہم صرف کر کے بغداد واپس گئے۔

ان فتوحات نے مامون کی امیدین وسیع کردین۔ امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔
اور درباریون کو بڑے بڑے عہدے دیے۔ فضل کو ان تمام ممالک کا گورنر مقرر کیا۔
جو ہمدان سے تبّت تک طول مین۔ اور بحر فارس سے جرجان و بحر دیلم تک عرض
مین خاص خلافت مامون کے زیر نگین تھے۔ اسکے ساتھ ذو الریاستین کا لقب دیا
اور تیس لاکھ درہم ماہوار تنخواہ مقرر کی۔ اسیطرح حسن بن سہل کو وزیر الخراج۔ علی بن ہشام کو
وزیر الحرب۔ نعیم کو وزیر القلم مقرر کیا۔

اہواز-بصرہ-بحرین-عمان وغیرہ

طاہر خود سلاشان میں ٹھہرا اور رستمی کو اہواز پر بھیجا - محمد بن یزید بن حاتم المہلبی
جو اہیں کا عامل تھا اسی اطراف میں موجود تھا - رستمی کی آمد سنکر اہواز پہونچا اور
قلعہ بندی شروع کی - مگر اوسکے دوسرے ہی دن رستمی - اور قریش (جسکو طاہر نے
ایک فوج گراں کے ساتھ رستمی کی مدد کو بھیجا تھا) پہونچے نہایت سخت معرکہ ہوا محمد کی فوج
نے شکست کھائی - مگر وہ خود چند جان نثار غلاموں کے ساتھ میدان جنگ میں اکڑا رہا
اگرچہ فتح سے ناامید ہو چکا تھا تاہم اوسنے اپنے غلاموں سے کہا کہ جو بھاگ گئے
اونکے واپس پھرنے کی امید نہیں - جو ساتھ ہیں اونکا ثبات قدم بھی یقینی نہیں -
میں تو لڑکر مارا جاؤنگا - تمکو اجازت ہے جدھر چاہو چلے جاؤ - میں تمھارے
مرنے سے بہرحال تمھارا زندہ رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں - سب نے متفق اللفظ کہا
کہ ہم آپکے بعد دنیا اور زندگی دونوں پر لعنت ہے - محمد اور اوسکے جان نثار
غلام گھوڑوں سے اوتر پڑے اور زیادہ حملہ آور ہوئے - اگرچہ محمد نے طاہر
کے بہت سے آدمی ضایع کئے مگر خود جانبر نہو سکا - محمد عرب کے مشہور خاندان
آل مہلب سے تھا جسکی دلیری اور بہادری عرب کے کارناموں میں ضرب المثل
کی طرح مشہور ہے - اور چونکہ وہ خود بھی نہایت شجاع اور یادگار سلف تھا -
طاہر کو بھی اوسکے مارے جانے کا افسوس رہا - اس فتح سے اہواز ہاتھ آیا -

بحرین - عمان - تک مطلع صاف کردیا - اور یہ تمام ملک طاہر کے قبضہ مین آگئے - اب وہ واسط کی طرف بڑھا - یہان کا عامل پہلے ہی بھاگ گیا تھا - کوفہ - بصرہ - موصل کے عاملون نے خود طاہر کے پاس اطاعت کے خطوط بھیجے اور رجب سنہ ۱۹۶ھ تک طاہر کی فتوحات سے صرف بغداد اور اوسکے متعلقات بچ رہے مداین مین ہرثمہ نے بہت کچھ طیاریان کین - دارالخلافہ سے بھی ہر روز مدد چلی آتی س ۹۷
تھی - مگر طاہر کا کچھ ایسا رعب چھا گیا تھا کہ جب ہرثمہ اوسکے مقابلہ کو نکلا تو فوج کی صفین بھی درست نہو سکین ایک کو سنبھالا تو دوسری ابتر ہوگئی - مجبور ہوکر خود سب کو اجازت دیدی کہ جہان چاہین چلے جائین -

اِن فتوحات کی شہرت عام ہوتی جاتی تھی اور ملک مین مامون کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا - حرمین مین بھی اوسکا سکّہ و خطبہ جاری ہوگیا - داؤد جو مکّہ معظمہ کا حاکم تھا اوسنے تمام اعیانِ حرم کو جمع کیا اور مجمع عام مین ایک نہایت پُراثر تقریر کی - جب امین کی بُرائیان کین تو ان فقرون نے ساری مجلس کو کپکپا دیا کہ " یہ وہی امین ہے جسنے حرمتِ حرم کا بھی خیال نہین کیا اور جن معاہدون کی تصدیق صحنِ کعبہ مین ہوئی تھی اونکو چاک کرکے آگ مین جلا دیا " داؤد اس تقریر کے بعد ممبر پر چڑھ گیا اور سر سے ٹوپی اوتار کر پھینک دی کہ اسیطرح مین امین کو خاک پر پھینکتا ہون - سب نے غائبانہ مامون کے لئے بیعت کی - مامون کو جب یہ خبر پہونچی تو داؤد کو پانچ لاکھ درہم بطور نذر کے بھیجے - اور مکّہ کی حکومت

اوسر سترا کی۔ چند روز کے بعد یمن و عرب کے عمال نے بھی طاہر کی اطاعت
قبول کی اور امین کی حکومت بغداد کی حد تک رہ گئی۔ ۴ ہزار سے ایک
عظیم الشان لشکر جس میں تقریباً چار سو امیر تھے۔ علی بن محمد کی ماتحتی میں ہرثمہ
کے مقابلہ کو روانہ کیا۔ رمضان ۱۹۶ھ میں بمقام نہروان دونوں فوجیں مقابل
ہوئیں۔ امین کی یہ اخیر کوشش بھی کچھ کامیاب نہ ہوئی۔ فوج نے شکست
کھائی اور علی بن محمد گرفتار ہوا۔ اب صرف یہ تدبیر باقی رہ گئی کہ مال و زر کی طمع
دلا کر دشمن کی فوج توڑ لی جائے۔ امین کے خزانۂ عامرہ میں ہارون الرشید
کے زمانے کا اب بھی بہت کچھ اندوختہ موجود تھا۔ جو اس ضروری موقع پر تیغ
و خنجر سے زیادہ کام آیا۔ تقریباً پانچ ہزار آدمی اسی طمع پر طاہر کا ساتھ چھوڑ کر
دارالخلافت بغداد میں حاضر ہوئے۔ امین نے خطوط میں جو وعدے کئے
تھے اوس سے بھی زیادہ انعام و صلہ دیا۔ اور فخر کے طور پر اون کی ڈاڑھیاں مشک
سے رنگوائیں۔ یہ لوگ اور بہت سی فوج لیکر طاہر سے لڑنے کے لئے روانہ ہوئے
صرصر میں مقابلہ ہوا مگر تجربۂ جنگ نے ثابت کر دیا کہ جو لوگ طاہر کے ساتھ دغا
کر چکے تھے وہ امین کے ساتھ بھی وفاداری نہیں کر سکتے تھے۔ طاہر نے
فتح قطعی حاصل کی۔ اور بیشمار غنیمت ہاتھ آئی۔ امین نے اب ایک نئی فوج طیار
کی جس میں حوالی بغداد کے عوام بھرتی تھے۔ انہیں میں سے کمانیر و جنرل بھی
مقرر کئے اور ایک ایک کو گراں بہا انعامات سے مالا مال کر دیا۔ قدیم افسر جو ان

فیاضیون سے محروم رہے۔ نہایت ناراض ہوئے۔ اودھر طاہر نے اونسے
خط کتابت شروع کی جسکا یہ اثر ہوا کہ وہ علانیہ باغی ہوگئے۔ درباریون نے عرض
کیا کہ انعام وصلہ کی طمع دلاکر انکو قابو مین لانا چاہیے۔ لیکن امین کو اپنی نوآموز
فوج پر اسقدر ناز تھا کہ اوسنے قدیم تجربہ کارلشکر کی کچھ پروا نہ کی اور ان نوآموزون
کو حکم دیا کہ باغیون کو گرفتار کر لائین۔ ادھر امین کی پرانی اور نئی نوجین۔ باہم
معرکہ آرا تھین۔ اودھر طاہر بے روک ٹوک بڑھتا چلا آیا اور ذوالحجہ ۱۹۶ھ مین
باب الانبار پہونچکر ایک باغ مین مقام کیا۔ امین کے بہت سے افسر اوسکے پاس
حاضر ہوگئے اور بڑے بڑے انعامات وصلے حاصل کیے۔

بغداد کا محاصرہ ۱۹۷ھ

۱۹۷

اگرچہ امین کی تمام قوت صرف ہوچکی تھی۔ اور بظاہر دارالخلافۃ مین کوئی شخص طاہر
کا سدِّراہ نہ تھا۔ تاہم طاہر نے نہایت احتیاط سے کام لیا۔ بغداد ایک مدّت
سے خلفاے عبّاسیہ کا پاے تخت اور اونکی طاقت کا اصلی مرکز تھا۔ خاص
شہر کی آبادی دس لاکھ سے کم نہ تھی جنمین اکثر مسلمان تھے اور سپہ گری کا
فطرتی جوہر رکھتے تھے۔ اس لحاظ سے بغداد پر قبضہ حاصل کرنا کچھ آسان کام
نہ تھا۔ طاہر نہایت تدبیر سے چلا۔ بڑے بڑے نامور افسر جو ساتھ تھے اونکو
خاص خاص حصّون پر متعیّن کیا۔ اور یہ حکم دیا کہ جو لوگ حلقۂ اطاعت مین آئین اونکو

اس دیا جائے باقی حصوں پر منجنیقوں کے ذریعے آگ اور پتھر برسائیں اور تمام عمارتوں کو خاک کے برابر کردیں نہایت سفاکی اور بیرحمی سے ان احکام کی تعمیل ہوئی - ہزاروں عالیشان مکانات برباد کردیے گئے محلّے کے محلّے تباہ ہوگئے۔ ابراہیم - محمد بن عیسیٰ - سعید بن مالک - نہایت دلیری سے لڑے مگر عاجز ہوکر طاہر کی پناہ میں آتے گئے - رفتہ رفتہ عبداللہ یحییٰ بن ماہان - محمد طائی - وغیرہ نے بھی - جو امین کے ارکان خلافت تھے اطاعت قبول کی - صرف شہر کے اوباش اور عیار باقی رہ گئے جو طاہر کے سدراہ تھے - لیکن انکے زیر کرنے میں طاہر نے جو دقتیں اوٹھائیں - بڑے بڑے معرکوں میں نہیں اوٹھائی تھیں - قصر صالح پر ان لوگوں نے اس دلیری سے مقابلہ کیا کہ طاہر کی بہت سی فوج ضایع ہوئی اور چند مشہور افسر مارے گئے - مورخین کا بیان ہے کہ عمل کے معرکہ سے لیکر آجتک طاہر کو کبھی ایسی سخت لڑائی کا سامنا نہیں ہوا تھا - اس شکست کے انتقام میں طاہر نے حکم دیا کہ دجلہ سے دارالرقیق تک اور باب الشام سے باب الکوفہ تک جسقدر آبادی ہے کلیتہً برباد کردیجائے اسپر بھی جب اہل شہر مطیع نہ ہوئے تو گذرگاہوں پر پہرے بٹھا دیے کہ باہر سے رسد کی کوئی چیز نہ آنے پائے لیکن عیاران بھی زیر نہ ہوئے قصر شماسیہ پر طاہر نے عبداللہ کو متعین کیا تھا - عیاروں نے اوسکو سخت شکست دی - اور جب طاہر کی طرف سے ہرثمہ مدد کو آیا تو عیاروں نے اوسکو زندہ گرفتار کرلیا

طاہر خود گیا تو بڑے سخت معرکے کے بعد عیّار پیچھے ہٹے۔

پورے برس دن محاصرہ رہا اور دار السّلام بغداد ایک ویرانہ سے بدتر ہو گیا ایسا معمور اور پُر رونق شہر دور دور تک کف دست میدان پڑا تھا۔ امین کے عالیشان قصر و محل جو تقریبًا دو کرور کے صرف مین طیّار ہوئے تھے اونکے صرف کھنڈر باقی رہگئے۔ اہل شہر پر جو سختیان گذرین اونکا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ سیکڑون گھرانے برباد ہو گئے۔ ہزارون بچّے یتیم بن گئے۔ ہر گلی کوچہ مین۔ دردناک آوازین بلند تھین۔ شعرا نے نہایت جانکاہ مرثیے لکھے۔ جرمی کا ایک قصیدہ اب بھی موجود ہے جو ۱۱۵ شعرون کا ہے اور اس قیامت انگیز واقعہ کی پوری تصویر ہے۔ بغداد اتنا کچھ برباد ہو چکا تھا" تاہم طاہر کو شہر مین داخل ہونے کی جرءت نہین ہوتی تھی۔ اور اگر خزیمہ جو امین کے درباریون مین نہایت باثر شخص تھا۔ ساتھ ندیتا تو بغداد کی فتح مین شاید بہت زیادہ دیر لگتی۔ خزیمہ ۲۲ محرم سنہ ۱۹۸ھ کو مشرقی دروازہ سے بغداد مین داخل ہوا اور دجلہ پر علم نصب کرکے اعلان کر دیا کہ خلیفہ امین معزول کر دیا گیا۔ اس اشتہار سے شہر کا مشرقی حصّہ گویا کامل طور سے فتح ہو گیا۔ دوسرے دن طاہر نے مغربی حصّہ پر حملہ کیا۔ بازار کرخ کے متصل سخت معرکہ ہوا طاہر نے قصر الوضاح پر تھوڑیسی فوج متعیّن کی۔ اور بذات خود مدینۃ المنصور۔ قصر زبیدۃ۔ قصر الخلد کا محاصرہ کیا۔ یہ عالیشان ایوانات جو خلفاے عبّاسیہ کے یادگار تھے۔ بجاے خود ایک ایک شہر تھے اور اونکے

گرد جدا جدا شہر سیاہ تھی۔

عبرت۔ اس محاصرہ میں ابراہیم بن المہدی جو ہارون الرشید کا بھائی اور فن موسیقی میں یگانہ روزگار تھا امین کے ساتھ تھا۔ اوسکا بیان ہے کہ ایک رات امین دل بہلانے کے لیے محل سے باہر نکلا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا ابراہیم دیکھتے ہو۔ کیا سہانی رات ہے۔ چاند کیسا صاف اور روشن ہے۔ دجلہ پر اوسکا عکس پڑ رہا ہے تو کیسا بھلا معلوم ہوتا ہے۔ ایسے پرلطف وقت میں کیا جیسے صبوحی ہو جانی چاہیے؟ شراب! امین نے کہا منگاؤ طاسہ غرض شراب آئی۔ امین نے میری طرف پیالہ بڑھایا۔ میں نے سرور میں آکے اشعار گائے۔ امین نے کہا "نغمہ ہے تو ساقی بھی ہونا چاہیے" حسب الطلب ایک مغنیہ کنیز آئی۔ امین نے نام پوچھا تو اوسنے کہا ضعف۔ امین اس منحوس نام سے متوحش ہوا۔ پھر کچھ گانے کی فرمایش کی وہ یہ شعر گائی ؎

كليب لعمري كان أكثر ناصراً		وأيسر جرماً منك ضُرِّج بالدم

یعنی اپنی عمر کی قسم کلیب کے مددگار یا دوست اور تجھ سے زیادہ اور عاقل بھی تھا۔ تاہم خون میں رلایا گیا" امین اور کبیدہ ہوا دوسری بیت گانے کی فرمایش کی اوسنے یہ شعر گایا ؎

	أبكى فراقهم عيني فأرّقها		إن التفرق للأحباب بكّاء	

یعنی ان لوگوں کے فراق نے میری آنکھوں کو رلایا اور نیند کھو دی۔

جُدائی - دوستون کو سخت رولانیوالی چیز ہے" امین نہایت منغص ہوا اور خفا ہوکر کہا "کمبخت تجھے اسکے سوا کچھ اور بھی گانا آتا ہے" اوسنے عرض کیا کہ "مینے تو وہی اشعار گائے کہ حضور اونکو سُنکر خوش ہون" پھر اوسنے چند اور ایسے ہی دردناک اشعار گائے - امین نے نہایت غصّہ مین آکر کہا "ملعونہ دور ہو" اوٹھی تو ایک بلّور کے پیالہ سے جو نہایت خوبصورت بنا ہوا تھا اور امین اوسکو زب رباح کہا کرتا تھا - ٹھوکر کھاکر گری - اوسکے صدمہ سے پیالہ بھی ٹوٹ گیا - امین میری طرف مخاطب ہوا کہ "دیکھتے ہو" "آج کیا باتین پیش آتی ہین - غالبًا اب میرا وقت پورا ہوچکا" اسی گفتگو مین کسی طرف سے آواز آئی "قضی الامر الذی فیہ تستفتیان" یعنی "جس امر مین تم دونون بحث کرتے ہو طے ہوگیا - امین نے مجھسے کہا "کچھ سُنا بھی" مینے عرض کیا کہ "مجھکو تو کوئی جبنہ سُنائی نہین دی" تاہم اوٹھکر مین نہر کے قریب گیا وہان کوئی نظر نہ آیا تو واپس آکر پھر باتون مین مشغول ہوا - دوبارہ پھر وہی آواز آئی - امین زندگی سے مایوس ہوکر اوٹھا اور اس واقعہ کے دو ہی تین دن کے بعد قتل کیا گیا -

اِس یاس اور ناامیدی مین امین کو بھائی یاد آیا - اوسنے طاہر کو ایک خط لکھا جسکا مضمون یہ تھا - "آپس کی خانہ جنگیون سے یہ نوبت پہونچی کہ اب عزت و ناموس کی طرف سے بھی اندیشہ ہے - مجھکو ڈر ہے کہ یہ موقع دیکھکر غیرون کو خلافت کی ہوس نہ پیدا ہو - بہر حال مین اسپر راضی ہون کہ تو مجھکو امان دے تو

بھائی امون کے پاس چلا جاؤں۔ اگر ادس سے عنایت کی تو اوسکے رحم اور عطا کی امید بھی تو ہے۔ اور اگر صلح کرا دیا تو گویا ایک زور سے دوسرے زور کو توڑا۔ اور تلوار سے تلوار کو کاٹا اگر ستمر پھاڑ ڈالے تو اس سے اچھا ہے کہ مجھکو کتا نوچ کھائے۔ یہ یقینی ہے کہ امین اگر مامون تک پہونچ جاتا۔ تو مامون کی رحمدلی اور برادرانہ الفت کا جوش پھر بھی سبیع ہوتا۔ اور اگر قسمت حالات کی سرت نہ ملتی تو کم سے کم اوسکی جان ضرور بچ جاتی۔ لیکن طاہر نے جسکی قسمت میں تھا کہ ایک خلیفہ ہاشمی کا قاتل کہلائے اس درخواست کو نامنظور کیا۔

امین کا قتل ۲۵ محرم ۱۹۸ھ

طاہر کے ہمراہیوں نے امین کے طرفداروں کو یقین دلا دیا کہ اب اوسکے روکنے کی کوشش کرنا بیکار ہے۔ محمد بن حاتم بن الصقر۔ محمد بن اعلی افریقی جنکی نامردی سے طاہر اتنک امین برد حسرت میں نہیں پاسکا تھا۔ اب وہ بھی ہمت ہار گئے اور امین کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم تلواروں سے کوئی کر سکی کی۔ دشمن حریم تک پہونچ گیا۔ اب صرف یہ تدبیر ہے کہ رعایا میں سے سات ہزار جان نثار خاص انتخاب کرلئے جائیں جنکے لئے اصطبل خاصہ میں اسی تعداد کے گھوڑے موجود ہیں۔ انھیں کی حفاظت میں حضور رات کے وقت یہاں سے نکل چلیں۔ اسکے ہم ذمہ دار ہیں کہ طاہر یا کوئی اور

شخص ہمارے روکنے کا حوصلہ نہین کر سکتا۔شام کا ملک سامنے ہے حضور وہین کا قصد کرین۔ وہان اسقدر خزانہ و مال موجود ہے کہ ہم اپنی قوت کافی طور سے بڑہا سکتے ہین اور پھر دشمن کے حملون سے بھی کچھ خوف نہوگا۔"
امین نے یہ راے تسلیم کی اور مصمم ارادہ کر لیا کہ دارالخلافت چھوڑ کر کسیطرف نکلجاے۔طاہر کو یہ خبر پہونچی تو اوسنے سلیمان بن منصور۔محمد بن عیسیٰ وغیرہ کو بلا بھیجا۔ یہ لوگ ظاہر مین امین کے ساتھ تھے اور اوسکے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔لیکن جان کے خوف سے طاہر کے خلاف کوئی بات نہین کر سکتے تھے۔طاہر نے ان لوگون سے کہا کہ "اگر امین بچکر نکلگیا تو تمکو اپنی زندگی سے بھی مایوس رہنا چاہیے۔جسطرح ہو اوسکو اس ارادہ سے باز رکھو"۔مجبورانہ یہ لوگ امین کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ جن لوگون نے حضور کو یہ راے دی خود غرضی سے دی۔چونکہ طاہر کے مقابلہ مین زیادہ تر انھین لوگون نے سرگرمی دکھائی ہے۔انکو یقین ہے کہ اگر اوسنے فتح پائی تو پہلے انھین کی خبر لیگا۔اسلیے یہ چاہتے ہین کہ جب حضور شام کے قصد سے حریم خلافت سے باہر نکلین تو گرفتار کر کے طاہر کے حوالے کردین اور اس کارگذاری کے صلہ مین اوس سے عفو تقصیر کے خواستگار ہون۔
بہتر یہ ہے کہ حضور تخت خلافت سے الگ ہوجائین اور اپنے کو طاہر کے ہاتھ مین دیدین۔ وہ آپکا ادب ملحوظ رکھیگا۔اور مامون سے تو پوری امید ہے کہ

برادرانہ سلوک کرے"۔ امین اس فریب کو نہ سمجھ سکا اور یہ رائے بھی مان لی۔ اسقدر اختلاف کیا کہ بجائے طاہر کے ہرثمہ کو اختیار کرنا چاہیے اور جان نثاروں کو (محمد بن حاتم و محمد بن ابراہیم) جب اس ارادہ کا حال معلوم ہوا تو امین کے پاس آئے۔ اور عرض کیا کہ اگر حضور نے ہم ہوا خواہوں کا کہنا مانا اور خود غرضوں کی رائے قبول کی تو طاہر سے براہ راست معاملہ کرنا چاہیے۔

امین نے کہا "میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اسوقت سے طاہر کا نام سنکر مجھکو وحشت ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک بڑی لمبی چوڑی دیوار ہے جسکی بلندی آسمان تک پہونچی ہے۔ میں اوس دیوار پر لباس شاہانہ پہنے تلوار لگائے کھڑا ہوں۔ اُس دیوار میں طاہر استادہ ہے اور دیوار کی جڑ کھود رہا ہے۔ بالآخر وہ گر پڑی میں بھی اسکے ساتھ نیچے آیا اور تاج شاہی سر سے گر گیا۔ "اس خواب کے بعد سے طاہر کے خیال سے میں چونک پڑتا ہوں۔ ہرثمہ اس خاندان کا نمک پرورد قدیم ہے۔ اور میں اوسکو بمنزلہ خلیفہ (ہرون الرشید) کی برابر سمجھتا ہوں†"

امین اسی ادھیڑ بن میں رہا اور ہرثمہ سے امان طلب کی۔ اوسنے نہایت اخلاص ظاہر کیا۔ اور جواب میں لکھا کہ "آپ اطمینان رکھیں۔ کوئی شخص آپکا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ جو مامون نے بھی اگر کچھ برا ارادہ کیا تو میں سینہ سپر ہونگا

† ہرثمہ شاہی سپاہی تھا اور چونکہ امین بچپنے سے اوسکے برابر مانوس تھا اس وجہ سے بھی اوسی سے طالب امن ہوا

اور جبتک دم مین دم ہے ساتھ دونگا" طاہر کو یہ خبر پہونچی تو نہایت طیش
مین آیا اور کہا کہ "یہ کبھی نہین ہوسکتا کہ آبتک تمام معرکون مین مینے جانبازی
کی ہو۔ اور امین کا ہاتھ آنا جو خاتمہ فتح ہے۔ ہرثمہ کو نصیب ہو" اِس نزاع
کے فیصل کرنے کے لیئے عمایدِ بنی ہاشم اور سرداران فوج کا ایک بڑا
مجمع ہوا جسمین جرنیل مقدمہ یعنی طاہر و ہرثمہ بھی شامل تھے۔ بالآخر اسپر فیصلہ
ہوا کہ امین بذاتِ خود ہرثمہ کے پاس چلا آئے اور چھڑی و چادر۔ وانگشتری جو
سندِ خلافت ہین۔ طاہر کے پاس بھیجدے گر افسوس ہے کہ امین کی بدبختی نے
اِس تجویز کو بھی نہ چلنے دیا۔ ہرش ایک شخص نے جو اس سے پہلے امین کا معتمد
خاص تھا اور اب طاہر سے ملگیا تھا۔ اپنے تقرب بڑہانے کے لیئے طاہر سے کہا
کہ "آپکو دھوکا دیا گیا ہے لوگون نے بندوبست کر لیا ہے کہ امین کے ساتھ
خاتم خلافت وغیرہ بھی ہرثمہ کو ہاتھ آئے" طاہر نہایت برافروختہ ہوا اور
تیر اندازون کا ایک دستہ متعین کر دیا کہ خفیہ طور سے قصر الخلد و قصر زبیدہ کی
حفاظت رکھے۔ اور انکو تاکید کی کہ امین نکلکر جانے نہ پائے۔ محرم ۱۹۸ھ
کی ۲۵۔ تاریخ ہفتہ کی رات قریبًا دس بجے امین نے ہرثمہ کے پاس
جانے کا ارادہ کیا مگر اوسنے کہلا بھیجا کہ دجلہ پر طاہر نے فوج متعین کر دی ہے
آج کی رات حضور اور توقف فرمائین توکل مین فوج و حشم سے مہیا رہون۔
اور اگر مقابلہ کی نوبت آئے تو سینہ سپر ہوکر لڑون" امین ایسے اضطراب و

جس کی حالت میں تھا کہ دارالخلافت میں ایک لحظہ بھی ٹھہرنا اوسکو گراں تھا
اوسنے قاصد سے کہا کہ اس اضطراب میں کس سے رات کٹ سکتی ہے بلائے
یا نہ بلائے میں تو اسی وقت ہرثمہ کے پاس آتا ہوں۔ امین کا یہ آخری دربار تھا کہ وہ
حریم خلافت سے رخصت ہوتے وقت حصن القصر کے صحن میں ایک کرسی
پر بیٹھا اور جسقدر خدام اوسکے سرپر گرد کھڑے ہوئے۔ اوسنے اپنے دونوں
بیٹوں کو بلایا اور سینہ سے لپٹا کر پیار کیا۔ اونکی پیشانی اور رخساروں پر بوسے
دیئے اور پھر گلے سے لگا کر خوب رویا اور نہایت حسرت کے ساتھ یہ کہکر رخصت
کیا کہ "جاؤ خدا کو سونپا"۔ امین جب کبھی سوار ہوتا تھا تو ہزاروں زریں کمر
غلام رکاب کی برابر چلتے تھے جنکی زرق برق پوشاکوں اور چمکتے ہوئے
مرصع ہتھیاروں سے تمام میدان جگمگا جاتا تھا۔ آج وہ اس حال سے
دجلہ کی طرف جاتا ہے کہ خادم کے ہاتھ میں صرف ایک شمع ہے جو راستہ
دکھائی دینے کے لیے قصر الخلد سے ساتھ آئی ہے۔ دجلہ کے کنارے پہونچا
تو ہرثمہ چند آدمیوں کے ساتھ اوسکے لینے کو پہلے سے موجود تھا۔ یہ لوگ
کشتی پر سوار تھے۔ امین کو آتے دیکھکر سب تعظیم کو اوٹھے۔ ہرثمہ کو چونکہ نقرس
کی شکایت تھی۔ آداب شاہی نہ بجا لاسکا اور گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر معافی
مانگی کہ "بیماری کی وجہ سے معذور ہوں"۔ امین جب کشتی میں داخل ہوا تو
ہرثمہ نے اپنی آغوش میں لیا ہاتھ اور پاؤں کو بوسے دیتا تھا اور اوآمر

پیار سے کہتا جاتا تھا۔ " میرے آقا۔ میرے مالک۔ میرے سردار"۔ ہرثمہ نے کشتی کے ڈبانے کا حکم دیا کہ دفعتًا طاہر کے آدمیون نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور اسقدر پتھر برسائے کہ تمام تختے ٹوٹ گئے۔ ہرثمہ کو ملاحون نے باہر نکالا۔ امین جسکا کوئی دستگیر نہ تھا کپڑے پھاڑ کر ہلکا ہوا اور ڈوبتا تیرتا کنارہ پر پہونچا۔ احمد بن سلام کا بیان ہے کہ " امین کے ساتھ مین بھی کشتی مین تھا لوگ مجھکو طاہر کے ایک افسر کے پاس پکڑ کر لے گئے۔ جب اوسکو یہ معلوم ہوا کہ مین بھی امین کے ساتھ تھا تو میری گردن مارنے کا حکم دیا۔ مین نے دس ہزار درہم کے وعدے پر جان بچائی۔ اور ضمانت مین قید رکھا گیا۔ شام ہوئی تو عجم کے چند سوار آئے اور اس حال مین امین کو گرفتار کیے ہوئے لائے کہ بدن سے ننگا صرف ایک پاجامہ پہنے تھا۔ سر پر ایک عمامہ اور کاندھے پر ایک بوسیدہ چادر تھی۔ عمامہ سے اوسنے اپنا چہرہ چھپا لیا تھا۔ مین جس حجرہ مین محبوس تھا اوسی مین امین کو بھی بٹھا کر چلے گئے۔ اور دربانون سے تاکید کر تے گئے کہ نہایت احتیاط رکھین گے۔ ان لوگون کے چلے جانے پر امین ذرا اسطمئن ہوا اور چہرہ سے نقاب اولٹی۔ مینے پہچانا تو بیساختہ رو پڑا۔ امین نے میرا نام پوچھا۔ مینے کہا " حضور کا نمکخوار غلام۔ احمد بن سلام " ۔ امین نے کہا ہان مینے پہچانا " بھائی غلامی کیسی اسوقت تو تم میرے برادر اور قوتِ بازو ہو۔ مجھے ذرا سینہ سے لگالو۔ مجھکو

سخت وحشت ہو رہی ہے"۔ میں نے لیٹا پایا اوسکا کلیجہ دھڑ دھڑ کرتا تھا۔ پھر پوچھا کہ "مامون کا کچھ حال معلوم ہے"۔ میں نے کہا "ہاں سنا ہے" کہنے لگا "خدا بے دینوں کا برا کرے۔ کمبختوں نے خبر دی تھی کہ مر گیا"۔ میں نے کہا "خدا آپکے بیریوں کا برا کرے"۔ امین نے کہا "بیریوں کو کچھ نہ کہو۔ اونکا کیا گناہ ہے؟ مجھ میں ہی پہلا شخص نہیں ہوں جو اپنے ارادہ میں ناکام رہا ہوں"۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ "کیوں احمد! لوگ مجھکو قتل کروا دیں گے؟ یا اپنے عہد پر قائم رہیں گے؟" میں نے تسکین دی کہ "نہیں ضرور اپنے اقرار کی پابندی کرینگے"۔

چونکہ شدت کی سردی تھی اور پانی میں بھیگا ہوا تھا۔ چادر میں لپٹا جاتا تھا میں نے اپنا لبادہ اوتار کر دیا کہ اسکو بدن پر ڈال لیجئے۔ اوس نے نہایت شکر گذاری سے کہا کہ "بھائی اس موقع پر تو یہ بھی خدا کی بڑی نعمت ہے"۔ آدھی رات گذری ہوگی کہ چند اہل عجم ننگی تلواریں لئے آئے اور دروازہ پر ٹھہرے۔ امین یہ دیکھکر کھڑا ہو گیا اور نہایت اضطراب سے انا للہ پڑھتا جاتا تھا اور یہ کہتا تھا "ہائے میری جان مفت جاتی ہے۔ کیا کوئی شخص یاور نہیں۔ کیا کوئی مددگار نہیں؟" امین گو عیش پرست اور تارک اقدام تھا مگر اوسکے ساتھ نہایت شجاع اور قوی بازو بھی تھا۔ اس بیکسی میں بھی قاتلوں کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ آگے بڑھیں۔ ہر شخص دوسرے پر ٹالتا تھا۔ امین نے بجائے سلاح جنگ کے ہاتھ میں ایک تکیہ اوٹھا لیا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ "تمہارے ہی

کا ابن عم ہون - ہرون الرشید کا فرزند ہون - مامون کا بھائی ہون - میرا خون کسیطرح حلال نہین" بالآخر ایک شخص تلوار لیکر بڑھا اور امین کے سر پر ماری - اِس گستاخی اور جرأت نے امین کو یقین دلایا کہ اوسکی دردناک فریاد ان سنگدلون پر کچھ اثر نہین کر سکتی - وہ مرنے کے لئے طیار رہا - مگر ایسا ہی مرنا جیسا کہ ایک عبّاسی شہزادہ کو سزاوار تھا - اب اوسکی نزاکت غضبناک جرأت سے بدل گئی - دلیرانہ بڑھا اور چونکہ نہتّا تھا چاہا کہ حریف کی تلوار چھین کر ہاشمی جرأت کے جوہر دکھائے - یہ دیکھکر گروہ کا گروہ دفعتًا اوسپر ٹوٹ پڑا - ایک شخص نے کمر پر تلوار ماری - پھر سب نے ملکر پچھاڑا اور اولٹی طرف سے ذبح کیا - طاہر کے پاس سر لائے تو اوسنے حکم دیا کہ ایک برج پر لٹکا دیا جائے تمام بغداد یہ عبرت انگیز تماشا دیکھنے آیا - طاہر یہ کہکر لوگون سے اپنی کارروائی کی داد چاہتا تھا کہ "یہ خلیفہ معزول کا سر ہے" طاہر نے مامون کو ان دلچسپ اور مختصر لفظون مین نامہ فتح لکھا مین" امیر المومنین کے حضور مین دنیا اور دین دونون پیشکش بھیجتا ہون" دنیا سے مظلوم امین کا سر مراد تھا - اور دین سے چادر اور خاتم خلافت - ذوالرّیاستین نے امین کا سر ایک سپر پر رکھکر مامون کے سامنے پیش کیا - اِس غیر متوقع فتح کی خوشی نے مامون جیسے رقیق القلب شخص کو بھی ایسا سنگدل بنا دیا کہ اوسنے اپنے بھائی کے خون آلود سر کو مسرت کی نگاہ سے دیکھا اور جوشِ خوشی مین سجدۂ شکر

... فرد فتح کے صلے میں سو لاکھ درہم انعام دیئے۔ اسی ... سے ایک دربار منعقد کیا اور تمام ارکان دولت و سرداران فوج مبارکباد دینے کو حاضر ہوئے[۱]۔ ذوالریاستین نے دربار عام میں نامہ فتح پڑھا اور ہر طرف سے "مبارک" "مبارک" کا غل اوٹھا۔ اگرچہ اسوقت ایسی خوشیاں منائی گئیں مگر اس حادثہ کے اوترنے کے بعد برادرانہ جوش محبت بے اثر نہیں رہا۔ مامون کو اس واقعہ کا نہایت افسوس ہوا اور طاہر کی تمام کوششیں اوسکی آنکھ میں بے قدر ہو گئیں۔ زبیدہ خاتون۔ امین کی ماں۔ قصر خلافت میں تشریف رکھتی تھی کہ ایک خواص نے آکر کہا "حضور بیٹھی کیا کرتی ہیں امیر المومنین قتل کر دیئے گئے۔ زبیدہ نے کہا پھر کیا کروں۔ اوسنے ترغیب دی کہ حضرت عائشہ کی طرح حضرت عثمان کے خون کی دعویدار ہوئی تھیں حضور بھی امیر المومنین کے خون کا عوض لیں۔ زبیدہ نے کہا "لاام لک ماللنساء وطلب الدماء"[۲]

پھر مامون کو یہ مضمون خط لکھا[۳]۔

---

۱ مامون الرشید کی سلطنت خلافت اسی تاریخ سے شروع ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ ماسبق جو مامون الرشید خراسان میں تھا اوسنے اپنی تاریخ میں مامون کی خلافت سلطنت کا اسی تاریخ سے حساب کیا ہے اور نجوم کے قاعدے کے واسطے ... کا ایک زائچہ نقل کیا ہے چونکہ ہم نجوم کے اصطلاحات سے کوئی واقف نہیں ہوں۔ اسکے علاوہ ... اس علم کی اصطلاحات ... مدد سے ... ہم نے اس زائچہ کو نقل نہیں کیا۔

۲ ان اشعار کو ... ابن الحسن کتاب مسعودی کا ہے اور صاحب عقد الفرید نے ابو العتاہیہ کی طرف (دیکھو عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۱)

لوارث علم الاوّلین وفہمہم ۔۔۔ وللملک المامون من امّ جعفر

امّ جعفر کی طرف سے یہ خط ہے خلیفہ مامون کے نام جوکہ اگلون کے علم و فہم کا وارث ہے۔

کتبت وعینی مستہل دموعہا ۔۔۔ الیک ابن عمی من جفون ومحجر

اے ابن عم مین تجھکو لکھ رہی ہون اور میری آنکھین پلکون سے خون برساتی ہین

وقد مسنی ذل وضر کابۃ ۔۔۔ وارق عینی یا ابن عمی تفکری

مجھکو ذلت اور اذیت وہ رنج پہونچا اور فکر نے میری آنکھون کو بیخواب کردیا۔

اتی طاہر لاطہر اللہ طاہرا ۔۔۔ فما طاہر فیما اتی بمطہر

یہ طاہر کا کیا ہے (جسکو خدا طاہر نکرے) اور جو کچھ اوسنے کیا اوسکے الزام سے پاک نہین ہوسکتا۔

فاخرجنی مکشوفۃ الوجہ حاسرا ۔۔۔ وانہب اموالی واحرب ادوری

اوسنے مجھکو برہنہ سر اور بے پردہ گھر سے نکالا۔ اور میرا مال لوٹ لیا اور مکانات برباد کردیے۔

یعز علی ہرون ما قد لقیتہ ۔۔۔ وما مر بی من ناقص الخلق اعور

اس یک چشم ناقص الخلقت کے ہاتھ سے جو مجھپر گذرا ہرون ہوتا تو اوسپر گران گذرتا۔

فان کان ما اسدی بامر امرتہ ۔۔۔ صبرت لامر من قدیر مقدر

طاہر نے جو کچھ کیا اگر تیرے حکم سے کیا تو خدا کے حکم مقدر پر مین صبر کرتی ہون۔

امین یہ اشعار پڑھکر نہایت رویا اور کہا کہ "واللہ میں خود اسے بھائی کے خون کا عوض لونگا"

امین کے قتل کے بعد طاہر نے بغداد میں اس کا اشتہار دیا۔ مسجد جامع میں جمعہ کی نماز خود پڑھائی اور خطبہ میں مامون کی مدح سرائی کے بعد مرحوم امین کی بہت سی برائیاں بیان کیں۔ سنیچر کے دن اہل بغداد نے عموماً مامون پر بیعت کی۔ امین کا قتل ۲۵۔ محرم کو واقع ہوا۔ ۲۸۔ برس کی عمر تھی۔ ۴۔ برس ۷ مہینے ۱۰۔ دن حکومت کی۔ موزوں اندام کشیدہ قامت۔ نہایت خوبرو اور قوی تن تھا۔ کسائی سے فن نحو و ادب کی تکمیل کی تھی۔ نہایت فصیح و بلیغ اور سخن سنج تھا۔

لطیفہ۔ امین کو شعر گوئی کا ذوق تھا۔ زبیدہ خاتون نے ابونواس سے کہدیا تھا کہ امین کے اشعار بنظر اصلاح دیکھ لیا کرے۔ ایک دن امین نے زبیدہ کے سامنے ابونواس کو کچھ اشعار سنوائے جو حال ہی میں لکھے تھے بغرض اصلاح سنائے۔ مگر جب ابونواس نے اوس میں عروض کے متعلق چند غلطیاں بتائیں تو وہ نہایت غصہ ہوا اور اسی جرم پر اوسکو قید کردیا۔ چند روز کے بعد جب ہارون الرشید کو خبر ہوئی تو امین پر خفا ہوا۔ اور ابونواس کو قید سے رہائی دی۔ اسکے بعد ایک موقع پر ہارون نے امین سے کہا کہ اپنے تازہ خیالات ابونواس کو سنائے۔ امین نے دو ہی تین شعر پڑھے ہونگے

کہ ابونواس اوٹھہ کھڑا ہوا - ہرون نے پوچھا "کیون کہان چلے" ابونواس نے کہا "پھر قید خانے"

امین مین جہان سیکڑون برائیان تھین بہت سی خوبیان بھی تھین - علم دوست تھا - فیاض تھا - اسی کے ساتھہ چونکہ صاحب کمال اور پایہ شناس سخن تھا - ہزارون اہل فن اوسکے خوانِ کرم سے فیضیاب تھے - عام ملک پر شاید اوسکا قتل اسقدر گران نہ گذرا ہو مگر جن لوگون نے خود اوسکے اوج وحشم ناز و نعمت شان و شوکت کا دلفریب تماشا دیکھا تھا - اونکی آنکھون کے سامنے تو زمین و آسمان مین سناٹا ہوگیا - شعرا نے جس دردناک لہجہ مین اوسکا مرثیہ لکھا کون ایسا سنگدل ہے جو اوسکو سنکر ضبط کا دعویٰ کرسکتا ہے - ابوعیسیٰ کے یہ دو شعر کس دل سے نکلے ہونگے کہ نشتر کا کام دیتے ہین -

لست ادری کیف ابکیک ولا کیف اقول -

مین نہین جانتا تجھپر کیونکر روؤن اور کیا کہکے روؤن -

لم نطب نفسی اسمیک قتیلا یا قتیل -

اے مقتول دل کو گوارا نہین کہ تجھکو مقتول کہون -

ایک اور شاعر نے لکھا ہے

سالت الندی والجود مالی اراکما	مینے جود و کرم سے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے مین تمکو دیکھتا ہون
بدل اتما عزا بدل لی مو بلا	کہ تمنے اپنی عزت ہمیشہ کی ذلت سے بدلدی ہے

وما لی اری بیت المکارم واهیا	اور یہ کہا اب ہر کہیں عزت کی عمارت کو متزلزل دیکھتا ہوں
فما لا اصبنا بالامین محمد	دونوں نے جواب دیا کہ ہم محمد امین کے مرنے کی مصیبت میں
فقلت فهلا متنا بعد فقده	اسپر میں نے کہا کہ ہم بھی اوسکے مرنے کے بعد کیوں نہ مر گئے
وقد کنا ندمانه فی کل مشهد	اور ہم تو ہر موقع پر اوسکے ندیم رہتے تھے۔
فقالا اقمنا کی نعزی بفقده	دونوں نے جواب دیا کہ ہم اسلئے ٹھیر گئے کہ اوسکے مرنے کا ماتم کریں اور ہمارا ماتم
فنلحق یوما ثم نتلوه فی غد	سفر کل ہم بھی اوس سے جا ملیں گے۔"

مامون کی خلافت سنہ ۱۹۸ھ

امین کے قتل کے بعد ۲۶ محرم سنہ ۱۹۸ھ ہفتہ کے دن اہل بغداد نے عموماً مامون کے لئے بیعت کی۔ اوسکی مستقل خلافت اسی تاریخ سے شروع ہوتی ہے مامون نے گو عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ مگر فضل بن سہل کو دربار میں وہ اقتدار حاصل ہوگیا تھا کہ خلافت بھی درحقیقت اوسی کے پنجۂ اختیار میں تھی معاملات ملکی کی جو انتہا ہوئی وہ اسی وجہ سے ناموزوں طریقہ پر ہوئی کہ فضل نے تمام ملک کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا تھا۔ طاہر جسنے مامون کی خلافت کی بنیاد ڈالی اوسکی یہ قدردانی کی گئی کہ اوسکے تمام ممالک مفتوحہ یعنی کور الجبال۔ فارس۔ اہواز۔ بصرہ۔ کوفہ۔ یمن وغیرہ کی حکومت حسن بن سہل کو عنایت کی جو فضل کا حقیقی بھائی تھا۔ طاہر نصر بن شبث کے مقابلہ پر مامور ہوا (امین کے خیرخواہوں میں تھا) رستم

اطراف مین بغاوت ظاہر کی تھی) ۱۹۹ھ مین حسن بغداد مین داخل ہوا اور شہر وصوبے پر اپنی طرف سے عمال و نائب مقرر کرکے بھیجے۔ عرب کا گروہ جو دربار مین ایک بڑی قوت رکھتا تھا ہمیشہ سے اہلِ عجم کا حریفِ مقابل تھا۔ ہرون الرشید کے زمانہ مین خاندانِ برامکہ کی بربادی کے اصلی باعث یہی لوگ ہوئے تھے اب مامون کے زمانہ مین بھی یہ باتین اونکو نہایت اندیشہ دلاتی تھین کہ عجم پھر دربار پر محیط نہ ہوجائین کیونکہ فضل بن سہل و حسن بن سہل حقیقی بھائی اور عجمی الاصل تھے۔ جسقدر ان دونون بھائیونکا رسوخ بڑھتا گیا۔ بنو ہاشم اور افسرانِ فوج زیادہ بیدل ہوتے گئے۔ لوگون مین یہ بھی مشہور ہوا۔ کہ فضل مامون کے حضور مین کسی شخص کو حتی کہ خاندانِ شاہی کے لوگون کو بھی باریاب نہین ہونے دیتا۔ مامون خود پردے مین رہتا ہے اور انتظاماتِ ملکی عمومًا فضل کے ہاتھ سے انجام پاتے ہین۔

چونکہ مامون ماں کیطرف سے عجمی الاصل تھا۔ یہ بدگمانی کہ "رفتہ رفتہ اہلِ عجم سپید و سیاہ کے مالک ہوجائین گے" زیادہ قوی ہوتی گئی اور بالآخر اسکی باعث ہوئی کہ اطرافِ ملک مین جابجا بغاوت کے شعلے بھڑک اوٹھے۔

ابن طباطبا کا خروج ۱۹۹ھ

۱۹۹ھ

ملک مین جو یہ برہمی پیدا ہوئی تو سادات اور علویین کے خیالاتِ خلافت تازہ ہوگئے۔ اوّل جس شخص نے علمِ خلافت بلند کیا وہ ابو عبد اللہ محمد تھے جو

اس طباطبا کے لقب سے مشہور تھے اگرچہ اونکا علو نسب اور تقدس مرجع عوام بننے کے
لیے کافی تھا۔ مگر ملکی نظم و نسق کے لیے ایک مدبر کی ضرورت تھی۔ ابوالسرایا کی سرکردگی
پولٹیکل بار رسمی تو ہی ہو گیا۔ یہ شخص اگرچہ ابتدائی حال میں ایک نہایت ذلیل آدمی تھا
اور کرایہ کے گدھوں سے زندگی بسر کرتا تھا۔ لیکن چونکہ شجاعت کا جوہر رکھتا تھا۔ رفتہ رفتہ
اوسنے بڑا اقتدار حاصل کیا۔ امین کے قتل کے بعد ایک مدت تک غارتگری کرتا رہا۔

عین التمر دقوقا۔ انبار سر چڑھ گیا۔ عاملوں کو شکستیں دیں اور خراج لوٹ لیے
رقہ پہونچا تو یہی اس طباطبا ملے جو خلافت کے دعویدار بنکر اوٹھے تھے۔ ابوالسرایا کو
بھی شعلہ ہاتھ آیا اوسنے اونکے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اور اونسے کہا کہ آپ دریا کی راہ سے
کوفہ کی طرف بڑھیے۔ میں بھی خشکی کی راہ سے آتا ہوں۔ کوفہ پہونچکر اوسنے پہلے
قصر العباس کو لوٹا یہ ایک شاہی محل اور گورنران کوفہ کا صدر مقام تھا۔ تمام مال۔ خزانہ۔
دستہ یہیں رہتا تھا۔ اس لوٹ میں بیشمار نقد و اسباب ہاتھ آیا جو ایک مدت سے
جمع ہوتا آیا تھا۔ شہر پر پورا قبضہ ہو گیا۔ اطراف سے بھی جوق جوق لوگ آئے اور
اس طباطبا کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حسن بن سہل نے زہیر بن المسیب کو دس ہزار کی جمعیت سے اس طباطبا کے
م مقابلہ پر بھیجا۔ قریہ شاہی میں دونوں فوجیں معرکہ آرا ہوئیں۔ زہیر کو شکست ہوئی
اور ابوالسرایا کے حکم سے حسب قاعدہ اسباب زہیر کی فوج میں تھا لوٹ لیا گیا۔ اس طباطبا
نے یہ بیرحمی پسند نہ کی۔ اور لوگوں کو غارتگری سے منع کیا۔ ابوالسرایا نے یہ

دیکھکر کہ انکے ہوتے میری آزادی مین فرق آتا ہے دوسرے دن ابن طبا طبا کو زہر دلوادیا۔ اور برائے نام ایک کم سن لڑکے کو جو آلِ ہاشم ہونے کی حیثیت سے ابن طبا طبا کا ہم پلّہ تھا۔ خلیفہ قرار دیا۔ اس فرضی خلیفہ کا نام محمد بن محمد بن زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب تھا۔

اب حسن بن سہل نے عبدوس کو چار ہزار سوار کے ساتھ اس مہم پر بھیجا۔ مگر قسمتی سے اس معرکہ مین بھی جو ۱۔ رجب کو واقع ہوا شاہی فوج ناکام رہی۔ عبدوس خود مقتول ہوا اور باقی اہلِ لشکر کچھ لڑائی مین مارے گئے کچھ زندہ گرفتار ہوئے۔ اس فتح نمایان کے بعد ابو السرایا نے کوفہ مین اپنا سکہّ خطبہ جاری کیا اور بصرہ۔ واسط۔ اہواز۔ یمن۔ فارس۔ مدائن پر فوج وافسر بھیجے جو اکثر کامیاب ہوئے۔ یہ تمام افسر بنو فاطمہ یا جعفری تھے اور چونکہ خاندانی عزّت کے ساتھ اونکی ذاتی شجاعت بھی مسلم تھی آسانی سے اونکو فتوحات حاصل ہوتی گئین۔

حسن بن سہل کو اب سخت مشکل کا سامنا تھا۔ جتنے نامور افسر تھے سب نے ابو السرایا کے مقابلہ مین شکست کھائی یا عین معرکۂ جنگ مین لڑکر مارے گئے۔

طاہر ذوالیمینین و ہرثمہ بن اعین صرف دو ایسے جنرل تھے۔ جو ابو السرایا کا زور گھٹا سکتے تھے۔ مگر طاہر نصر سے شکست کھاکر رقہ مین گویا محصور تھا۔ اور ہرثمہ خود حسن سے ناراض ہوکر خراسان کو روانہ ہوچکا تھا۔ حسن کو ہرثمہ سے طالبِ اعانت ہونا اگرچہ موجب عار تھا۔ اسکے علاوہ یہ بھی اطمینان نہ تھا کہ وہ اس درخواست کو منظور کریگا۔

تاہم حسن بن سہل کی ایسی آن بن تھی کہ ہرثمہ سے اعانت مانگتے ہی بنی۔ ہرثمہ خراسان سے واپس ہوا اور کوفہ کو روانہ ہوا۔ قصر ابن ہبیرہ کے قریب ابو السرایا سے مقابلہ ہوا۔ ہرثمہ نے فتح قطعی حاصل کی۔ ابو السرایا بھاگ گیا۔ اگرچہ کوفہ بچ گیا۔ **سادات یا علویین** جو اس کے ساتھ تھے ہر طرف سے شکست کھا کر اسلام کے حقوق سے لبریز تھے۔ کوفہ میں حضرات آل عباس اور ان کے حامی رہتے تھے سب کے مکانات آگ لگا کر برباد کر دیئے جاگیریں لوٹ لیں اور دل کھول کر غارتگری کی۔ ہرثمہ نے ایک مدت تک کوفہ کا محاصرہ قائم رکھا۔ آخر ۱۶ محرم سنہ ۲۰۰ھ کو ابو السرایا کوفہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور سوس کے مضافات میں خوزستان ایک مقام میں ٹھہرا۔

حسن بن علی مامونی جو اس علاقہ کا حاکم تھا اس زمانہ میں وہاں موجود تھا یہ خبر سنکر خوزستان کو واپس آیا اور جو کچھ جوہر بن بری سے رہ گیا تھا ابو السرایا کو اس پیغام بھیجا کہ ہمارا علاقہ چھوڑ کر اور جس طرف چاہو چلے جاؤ۔ غالباً ابو السرایا نے اس درخواست کو ذلیل تحریر قرار دیا۔ کہلا بھیجا کہ جیسے حسن حق سے اس مقام پر قسمت آزمائی کرنا ہے اسکی شہادت تلوار دیسکتی ہے۔ لیکن جب لڑائی کی نوبت آئی تو فیصلہ حسب مراد ابو السرایا کے خلاف ہوا تمام فوج غارت گئی اور وہ خود بھی زخمی ہو کر گھر کی طرف بھاگا۔ راہ میں مقام جلولا گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا یہ فتنہ یوں دور ہوا کہ ابو السرایا نے اپنے عہد میں اپنے مفتوحہ شہروں پر جو عمال و نائب مقرر کیے تھے جو کہ اگر **علوی یا فاطمی** تھے اسلئے ابو السرایا کے قتل نے انکی خودسری

مین کچھ فرق نہین پیدا کیا۔ ان لوگون نے اپنی دو روزہ حکومت مین جو ظلم و زیادتیان کین ادنےٰ بیان کرنے کو ایک دفتر چاہیئے۔ زید نے (حضرت موسیٰ کاظم کے فرزند تھے) بصرہ مین ایک قیامت برپا کر رکھی تھی۔ سیکڑون خاندان تباہ کر دیئے۔ عبّاسیون کے ہزارون مکانات جلا دیئے۔ حسین بن الحسن نے مکّہ معظمہ کا وقفی خزانہ تک لوٹ لیا۔ محمد بن جعفر صادق کی حکومت مین جو چند روز کے لیئے عرب کے فرمانروا بنگئے تھے علویین اور آل فاطمہ کو وہ زور ہو گیا کہ لوگون کے ننگ و ناموس کا پاس اوٹھا دیا گیا۔ ابراہیم بن موسیٰ یمن کے عامل تھے اور سفاکانہ قتل و غارت کی وجہ سے قصّاب کہلاتے تھے۔ مامون نے چاہا کہ صلح و آشتی سے ان لوگون کو قابو مین لائے لیکن یہ کب رام ہو سکتے تھے لڑے اور شکست کھائی۔ بعض گرفتار ہو کر مامون کے پاس حاضر کیئے گئے مگر اوسنے عظمتِ نسب کا پاس کیا اور چھوڑ دیا۔ خاندانِ عبّاسیہ پر عموماً سادات کے قتل کا الزام لگایا جاتا ہے۔ جو لوگ حجرون مین بیٹھکر اعتراض کے لیئے قلم اوٹھاتے ہین۔ وہ معذور ہین۔ لیکن جو شخص پولیٹکل ضرورتون کا اندازہ دان ہے اس اعتراض کو مشکل سے تسلیم کریگا۔ سادات اور علویین کو دو دن کے لیئے زور ہو گیا تو ملک مین کیا قیامت برپا ہو گئی! عبّاسی خاندان انکی جانب سے کبھی مطمئن نہین رہ سکتا تھا اور جو کچھ اونسے برتاؤ ہوا اسی ضرورت سے ہوا

ہرثمہ کا قتل اور بغداد کی بغاوت سنہ ۲۰۰ھ

سادات اور علویین کی بغاوتین تو فرو ہو گئین۔ لیکن ملک مین جو عام ناراضی

پھیلی ہوئی تھی وہ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ عرب کا گروہ جو حکومت کا شریک حال تھا خراسان کا دارالسلطنت ہونا گوارا نہیں کر سکتا تھا اس سے زیادہ یہ کہ وزارت عظمیٰ اور گورنری کے معزز منصب پر **فضل و حسن** ممتاز تھے جو مجوسی النسل تھے۔

اہل عرب کو صاف نظر آرہا تھا کہ تمام اسلامی دنیا اور خود عرب پارسی نسلوں کے ہاتھ میں ہے۔ مامون اسوقت تک حکومت کی حیثیت سے گویا بالکل معطل تھا۔ سیاہ و سپید کا مالک فضل تھا اور اوسنے وابستہ خراسان کو بغداد پر ترجیح دی تھی کیونکہ ایک مجوسی الاصل کو عرب کے مجمع میں اپنا رسوخ قایم رکھنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ ملک میں یہ کچھ برہمی پھیل رہی تھی۔ لیکن فضل نے مامون کو ان حالات کی خبر تک ہونے نہ دی مامون کے کانوں میں جو صدا جا سکتی تھی وہ فضل کی صدا تھی۔

اس پر طرح میں ہرثمہ ایک نامور اور مشہور افسر تھا۔ سادات اور علویوں کی شورشوں بغاوتوں کا جس نے خاتمہ کر دیا وہ یہی ہرثمہ تھا۔ خلافت عباسیہ پر اوسکے اور بہت سے حقوق تھے۔ جسکے اعتماد پر اوسنے یہ جرأت کی کہ مامون کے پاس حاضر ہو کر فضل کی سازشوں کا طلسم توڑ دے۔ ابوالسرایا کی بغاوت ختم کر کے اوسنے خراسان کا ارادہ کیا۔ فضل نے یہ خبر سنی تو مامون کے متعلق وہاں اوسکے نام لکھوا۔ کہ "یہاں کچھ ضرورت نہیں۔ شام و حجاز انتظام طلب ہیں۔ ادھر کا قصد کرو۔" مگر ہرثمہ نے جسکو اپنے حقوق خدمت پر ناز تھا۔ ان احکام کا کچھ لحاظ نہ کیا اور سیدھا خراسان کو چلا۔ فضل نے مامون سے کہا۔ حضور نے دیکھا! ہرثمہ کو

احکامِ سلطانی کا مطلق پاس نہین ہے۔ لیکن حضور خود خیال فرمائین۔ ملک پر اسکا کیا اثر پڑے گا؟ ہرثمہ ذوالقعدہ سنہ ۲۰۰ھ مین مرو پہونچا اور اس خیال سے کہ شاید اوسکے آنے کی خبر مامون سے مخفی رکھی جاے نقّارہ بجنے کا حکم دیا۔ مامون نے درباریون سے پوچھا "کیسا غل ہے"۔ لوگون نے کہا "ہرثمہ ہے جو چمکتا گرجتا آرہا ہے"۔ ہرثمہ دربار مین حاضر ہوا تو مامون نے نہایت ذلّت سے نکلوا دیا اور حکم دیا کہ قید رکھا جائے[۱]۔

چند روز کے بعد فضل نے اوسکو قتل کرا دیا اور مامون سے کہدیا کہ اپنی موت سے مرگیا۔ ہرثمہ کے قتل کی خبر بغداد پہونچی تو ایک تلاطم مچگیا۔ محلّہ حربیّہ والون نے پہلے ہی علمِ بغاوت بلند کیا تھا اور مامون کے عمّال وحکّام برطرف کردیئے تھے۔ اس شورش انگیز خبر نے سارے شہر مین اور ایک نئی ہلچل ڈالدی۔ محمد بن ابی خالد ہرثمہ کا جانشین بنا اور تمام بغداد نے اوسکی اطاعت قبول کی۔ حسن جو مامون کیطرف سے بغداد کا گورنر تھا۔ واسط مین مقیم تھا۔ محمد بن ابی خالد اوسکے مقابلہ کے لیے سنہ ۲۰۱ھ مین بغداد سے روانہ ہوا۔ راہ مین حسن کی متعدّد فوجین مقابل ہوئین اور شکست کھاگئین۔ محمد دیر العاقول پہونچا اور زہیر بن المسیب کو جو حسن کا عامل تھا گرفتار کرکے پابزنجیر بغداد بھیجدیا۔ ہردن کے بیٹے نے مضافاتِ نیل پر فتح

[۱] ابن واضح عباسی نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے کہ ہرثمہ نے نہایت گستاخانہ طور پر مامون سے گفتگو شروع کی اور کہا کہ آپنے اس مجوسی (یعنی فضل بن سہل) کو سر چڑھا رکھا ہے۔ مامون نے اس گستاخی کیوجہ سے اوسکو دربار سے نکلوا دیا۔

حاصل کی۔ ان فتوحات کے بعد دونوں باپ بیٹے واسط کی طرف بڑھے حسن نے
بھی ایک عظیم الشان فوج اسکے مقابلہ کو روانہ کی۔ ۲۳- ربیع الاول سنہ ۲۰۱ھ میں دونوں
فوجیں صف آرا ہوئیں۔ ایک نہایت سخت جنگ کے بعد محمد بن ابی خالد نے
شکست کھائی۔ اس جنگ میں ثابت قدم رہکر سخت کاری زخم اوٹھائے تھے
اسلئے محمد اپنے لڑکوں کی طرف اور لشکر حسن برابر تعاقب کرتا آیا۔ محمد بن ابی خالد کے
جسم سبقت کرتے گئے۔ اور بالآخر بغداد ہو گیا انتقال کیا محمد کا فرزند عیسیٰ باپ کا جانشین
بنا اور اہل بغداد کو لکھا کہ اگر میرا باپ نہیں رہا تو میں اوسکا قائم البدل موجود ہوں اگر
جانبازی چاہو تو میں بغداد کو حسن کی حکومت سے آزاد کر دونگا۔ تمام بغداد نے نہایت
خوشی سے اوسکی حکومت تسلیم کی۔ اگرچہ حسن کی فوج نے ہر طرف سے عیسیٰ اور اوسکے
بھائی ابو زمیل کو پاس شکستیں دیں۔ لیکن یہ سر جوش ضعاکر خوشی کا وہ بہت
کام نہیں کر سکا۔ شکست نہ ہوئی۔

حضرت علی رضا علیہ السلام کی ولیعہدی ۲- رمضان ۲۰۱ھ

یہاں یہ ہنگامے برپا تھے مگر مامون ایسی غفلت کی نیند سوتا تھا کہ اوسکے کان
پر جوں نہ چلی۔ دربار پر یاستیں تمام دربار پر اس طرح محیط ہو گیا تھا کہ اوسکے خلاف کوئی خبر
مامون تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اب اوسنے ایک نئے انتظام سے خاندان
عباس کا اور بھی زیادہ برہم کر دیا۔ مامون کو بالطبع آل پیغمبر سے نہایت محبت تھی جسکا

ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ تمام پُرزور بغاوتین جو اوسکے عہد مین ہوئین اسی مقدس خاندان کی افسری مین ہوئین تاہم اوسنے ہمیشہ درگذر کی اور قابو پانے پر بھی اونکی عظمتِ نسب کا لحاظ رکھا - اس زمانہ مین حضرت علی رضا امام ہفتم موجود تھے جنسے مامون دلی ارادت رکھتا تھا اور چونکہ زہد و تقدس کے علاوہ اونکا فضل و کمال بھی خلافت کے شایان تھا مامون نے اونکو ولیعہدِ سلطنت کرنا چاہا - اس سے پہلے سنہ ۲۰۰ھ مین اوسنے فرامین بھیجے کہ تمام ممالک مین جسقدر عبّاسی خاندان کے لوگ ہین آستانۂ خلافت مین حاضر ہون - عیش و دولت کی تربیت کا اثر دیکھو کہ نو ہی پشت مین حضرت عبّاس کی نسل سے ۳۳ ہزار زن و مرد دنیا کے مختلف حصّون مین پھیلے ہوئے تھے - مامون نے بڑی عزّت سے اونکا استقبال کیا اور عبّاسی نسلین پورے برس دن حریمِ خلافت کی مہمان رہین - اس اثنا مین مامون نے اپنے خاندان کے ہر ایک شخص کو تجربہ و امتحان کی نگاہ سے دیکھا اور قطعی راے قایم کرلی کہ اس بڑے گروہ مین ایک بھی ایسا نہین جو خلافت کا بارِ گران سنبھال لے - اب سنہ ۲۰۱ھ مین اوسنے ایک دربار (جسمین تمام اعیانِ سلطنت و ارکانِ دربار موجود تھے) منعقد کیا اور سب سے خطاب کرکے کہا کہ "آج دنیا مین جسقدر آلِ عبّاس ہین - مین اونکی لیاقت کا صحیح اندازہ کرچکا ہون نہ اونمین اور نہ آلِ علی مین آج کوئی ایسا شخص موجود ہے جو استحقاقِ خلافت مین حضرت علی رضا کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کرسکے" - اسکے بعد اوسنے تمام حاضرین سے حضرت علی رضا کے لیئے بیعت لی - اور دربار کا لباس بجاے

سیاہ کے سبز قرار دیا جو درحقیقت سادات کا امتیازی لباس تھا فوج کی وردی بھی بدل گئی تمام ملک میں احکام شاہی نافذ ہوئے کہ "امیر المومنین مامون کے بعد حضرت علی رضا تاج و تخت کے مالک ہیں اور ان کا لقب الرضا من آل محمد ہے"۔

حسن بن سہل کے نام بھی فرمان گیا کہ ان کے لیے بیعت عام لی جاوے اور عموماً اہل فوج و عمائد ملی بجائے سیاہ سبز رنگ کے پھریرے اور سبز کلاہ و قبائیں استعمال کریں۔

اس انوکھے حکم نے بغداد میں ایک قیامت انگیز ہلچل ڈال دی۔ اور مامون سے مخالفت کا پیمانہ بالکل لبریز ہو گیا۔ بعضوں نے جبراً اس حکم کی تعمیل کی۔ مگر عام صدا یہی تھی کہ "خلافت خاندان عباس کے دائرہ سے باہر نہیں جا سکتی"۔

ابراہیم بن المہدی کی تخت نشینی یکم محرم ۲۰۲ھ

جس ماہ میں حضرت علی رضا کی ولیعہدی کے احکام بغداد میں پہنچے عباسیوں نے اسی وقت سے ایک نئے خلیفہ کی تجویز شروع کی تھی۔ ۲۵ ذی الحجہ سنہ ۲۰۱ھ میں خاص آل عباس نے خفیہ طور پر ابراہیم بن المہدی کے ہاتھ پر جو مامون الرشید کے چچا تھے بیعت کی پھر دو شخص مقرر کیے کہ جمعہ کے دن منبر پر بیٹھ کر ایک شخص بخطاب عام کہے کہ "ہم مامون کے بعد ابراہیم کو ولیعہد خلافت قرار دینا چاہتے ہیں"۔ دوسرا اس پر بولے کہ "مامون تو معزول ہو چکا اب تو ابراہیم ہی اور ولیعہد خلافت اسحاق بن الہادی۔ غالباً اس طریقہ سے عباسیوں

نے فیصلہ رائے عامہ کا اندازہ کرنا چاہا۔ گر اونکو خلاف توقع یہ معلوم ہوا کہ لوگ اگر مامون کے خلاف ہے تو ابراہیم کے ساتھ بھی لوگون کو عام ہمدردی نہین ہے۔ چنانچہ جب یہ دونون شخص سکھائے ہوئے فقرے کہکر بیٹھ گئے تو لوگون نے کچھ جواب نہ دیا اور ایسی برہمی ہوئی کہ لوگون نے نماز بھی نہین پڑھی اور مسجد سے چلے گئے تاہم سندی۔ وصالح کی کوششون نے ابراہیم کو منصب خلافت پر پہونچا دیا اور یکم محرم ۲۰۲ھ کو عموماً اہل بغداد نے بیعت خلافت کی ابراہیم نے اپنا لقب "مبارک" اختیار کیا۔ اس زمانہ مین قصر بن ہبیرہ پر حسن بن سہل کی طرف سے حمید بن الحمید مامور تھا۔ اگرچہ وہ خود حسن کا دل سے طرفدار تھا مگر اوسکے ساتھ جتنے افسر تھے خصوصاً سعید۔ و ابو البط۔ ابراہیم سے ملگئے۔ ان لوگون نے اودھر تو حسن کے پاس خطوط بھیجے کہ حمید آپ کے خلاف ابراہیم سے خط و کتابت رکھتا ہے۔ اودھر ابراہیم سے درخواست کی کہ حضور کا کوئی افسر آ جائے تو ہم قصر بن ہبیرہ پر قبضہ کرا دین حسن نے گو ان تحریرون کا چندان اعتبار نہین کیا تاہم اوسکو شبہہ پیدا ہوا اور اطمینان کے لیے حمید کو اپنے پاس بلا لیا اب ابراہیم نے موقع پاکر عیسے بن محمد کو بھیجا جسنے ۱۰۔ ربیع الثانی کو قصر بن ہبیرہ پر قبضہ حاصل کیا۔ اور حمید کا اسباب و خزانہ جسمین نقد کی قسم سے ننو توڑے تھے غارت عام مین آیا۔ حمید نے یہ خبر سُنی تو کوفہ کو واپس آیا۔ یہان حضرت علی رضا علیہ السلام کے بھائی۔ عباس تشریف رکھتے تھے۔ حمید نے اونکو بلایا اور کہا کہ آپ اپنے

سپاہی کی طرف سے کوفہ کی حکومت آپ اپنے ہاتھ میں لیں۔ تو تمام کوفہ آپ کے ساتھ
ہوگا اور میں تو جاں نثاری کے لئے حاضر ہی ہوں۔ حمید نے لاکھ درہم بھی اونکی مدد
کیلئے اسکے بعد وہ حسن کے پاس چلا گیا۔ کوفہ کے اکثر لوگوں نے حسن کا ساتھ دیا
ان لوگوں کو شیعہ ہونے کا دعویٰ تھا اونھوں نے حسن سے کہا کہ اگر حضرت علی رضا
کی خلافت مستقل طور پر ثابت ہو جاوے تو ہم بدل و جان حاضر ہیں لیکن جب تک ان کا فیصلہ
ہوگا تو ہم کچھ امید نہیں رکھی جاسکتی جبکہ اونکی یہ حالت تھی حسن نے سمجھا کہ یہ لوگ
مارے جاتے اور اس سے اتفاق ہو کر اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔
ابراہیم نے اپنے بھتیجے عباس کے مقابلے کے لئے ابوالبط کو متعین کیا
جنھوں نے سال بھر اس سے پہلے کا گذاری کمائی تھی کہ ابراہیم کے ہاتھ کو قیصر کا میرہ
پیدا ہوا تھا ۔۔۔ عباس نے اپنے بھتیجے سعید
علی بن محمد کو اسکے مقابلے کے لئے بھیجا۔ دوسری جمادی الاولیٰ ۲۰۲ھ کو دونوں
حریف معرکہ آرا ہوئے علی بن محمد نے ... شکست کھائی۔ اب ابوالبط و سعید
کوفہ پر حملہ آور ہوئے آل عباس جو یہاں موجود تھے وہ بھی اسکے ساتھ ہوگئے۔
نہایت سخت معرکہ ہوا۔ یہ لوگ حملہ کرتے ہوئے ابراہیم کی جے پکارتے تھے اور یہ نعرے مارتے تھے کہ مامون
کی حکومت نہیں رہی۔ تمام دن لڑائی قائم رہی تاہم فتح شکست کا کچھ فیصلہ ہوا۔ اور دوسرے
دن کی وقت آئی۔ چونکہ فریقین کا یہ حال تھا کہ جسے شہر کے جس حصہ پر فتح پائی آگ
لگا کر غارت کردیا۔ روسائے کوفہ سعید کے پاس حاضر ہوئے اور اس شرط پر امان

طلب کی کہ عبّاس اپنے ساتھیون کو لیکر کوفہ سے چلے جائین - فریقین نے اسپر رضامندی ظاہر کی اور کوفہ دونون دعویدارون سے خالی رہ گیا - کیونکہ اس عہد کے بعد سعید بھی حیرہ کو واپس چلا گیا - کوفہ و اطراف کوفہ مین ابراہیم کی حکومت مسلّم ہوگئی لیکن یہ فتحابین خلافت کا قطعی فیصلہ کرنیوالی نہ تھین کیونکہ ہنوز واسط مین حسن بن سہل ایک فوج گران کے ساتھ موجود تھا - ابراہیم نے اس بڑی مہم کے لیے عیسیٰ کو انتخاب کیا - ابن عائشہ ہاشمی و نعیم بن حازم کو بھی حکم ہوا کہ عیسیٰ کے ہمراہ جائین - راہ مین سعید و ابو البط بھی جو کوفہ کی فتح سے آتے تھے ساتھ ہوگئے - غرض یہ بیشمار لشکر واسط کے قریب مقام صیادہ مین صف آرا ہوا - حسن بن سہل قلعہ بند ہوا - عیسیٰ چند بار حملے کی غرض سے حسن کی لشکرگاہ کی طرف گیا مگر اوسنے بالکل خاموشی اختیار کی تھی اور حکم دیدیا تھا کہ لشکر کا کوئی شخص قلعہ سے باہر نہ جائے - غالباً اس مدت مین اوسنے عیسیٰ کی قوت کا اندازہ کیا بالآخر ۲۶ - رجب کو فوج اسکے حکم سے عیسیٰ پر حملہ آور ہوئی - صبح سے دوپہر تک قیامت انگیز معرکہ رہا - عیسیٰ نے شکست کھائی - اور حسن نے بڑھ کر صیادہ پر قبضہ کر لیا -

مامون کا عراق روانہ ہونا اور ذوالریاستین کا قتل ۲۰۲ھ

مامون جس تاریخ سے تخت نشین ہوا ایک دن بھی خونریزیون سے خالی نہ گیا تاہم اوسکو بالکل نہ معلوم ہوسکا کہ تمام ملک بغاوتون کا دنگل بن رہا ہے - ابتدا مین تو حسن بن سہل کی گورنری کا جھگڑا تھا - لیکن اب جو ہنگامے قایم تھے حضرت علی رضا کی ولیعہدی پر

تھے درباریوں میں سے جب کسی نے مامون کے کان تک یہ صدا پہونچائی تو حضرت علی رضا نے اس فرض کو ادا کیا۔ انھوں نے مامون سے کہا کہ "امین کے قتل کے بعد ایک دن بھی ملک کو امن نصیب نہیں ہوا۔ رات دن ہر سر پر لڑائیاں قائم ہیں اور اہل بغداد نے ابراہیم کو خلیفہ قرار دیا ہے۔ یہ بالکل ایک نئی اور عجیب و غریب صدا تھی۔ مامون دفعۃً چونک پڑا اور جیسا کہ ذوالریاستین نے اوسکو یقین کرا دیا تھا۔ اوس نے تعجب اور انکار کے ساتھ کہا کہ نہیں۔ ابراہیم خلیفہ نہیں ہے بلکہ لوگوں نے اسنا امارۃ اوسکو امیر الریاست سا رکھا ہے۔ حضرت علی رضا نے فرمایا کہ "ذوالریاستین نے ملک کے اصلی واقعات آپکی نظر سے چھپا دیے۔ اور آپ جو کچھ کہتے ہیں اوسی کی زبان سے کہتے ہیں۔ ابراہیم جسکو آپ امیر الریاست سمجھ رہے ہیں جس میں سہل سے لڑ رہا ہے۔ اور آل عباس میں عموماً ذوالریاستین کی وزارت اور میری ولیعہدی پر نہایت مخالفانہ جوش پھیلا ہوا ہے" (مامون) دربار میں کوئی اور شخص بھی ان حالات سے واقف ہے؟ (علی رضا علیہ السّلام) ہاں یحییٰ بن معاذ و عبد العزیز بن عمران۔ اور بہت سے امرا۔ مامون نے ان لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ جو کچھ حضرت علی رضا فرماتے ہیں تم اوسکی نسبت کیا جانتے ہو۔ ذوالریاستین کے ڈر سے کسی کو شہادت دینے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ مگر جب مامون نے جو دستہ داری کی ذوالریاستین اونکو کچھ ضرر نہ پہونچا سکیگا اور اس مضمون کی ایک دستاویز بھی اپنے ہاتھ سے لکھدی تو ان لوگوں نے پوست کندہ حالات بیان کر دیئے اور کہا کہ ہر فتنہ انھیں باتوں کے عرض

کرنے کے لیے حضور مین حاضر ہوا تھا مگر ذو الریاستین نے ایسے جان نثار کو حضور کی نگاہ مین دشمن بنادیا اور اوسکی تمام امیدین خاک مین ملادین - ان لوگون نے مامون کو یہ بھی جتادیا کہ اگر جلد تلافی نہین کیجاتی تو بنیاد خلافت کے متزلزل ہونے مین کچھ باقی نہین رہا ہے - چونکہ ان لوگون نے اپنی شہادت مین یہ بھی رائے دی تھی کہ حضور کا دار الخلافۃ مین تشریف رکھنا ان سب مشکلون کو حل کر دے گا - مامون نے بغداد کا قصد کیا - ذو الریاستین کو اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو اوسنے بآسانی معلوم کر لیا کہ مامون کے کان مین کوئی نئی صدا پڑی ہے - اوسنے تمام افسرون کے نام بھی تحقیق کر لیے اور حضرت علی رضا کے سوا (جنپر اوسکا قابو نہین چلسکتا تھا یا پاس اوب مانع تھا) باقی ہر ایک کو مختلف قسم کی اذیتین پہونچائین کسی کو قید کیا - کسی کو کوڑے لگوائے کسی کی ڈاڑھی اوکھڑوالی - اسپر بھی مامون ذو الریاستین سے کچھ باز پرس نکرسکا اور جب حضرت علی رضا نے اسکا تذکرہ کیا تو مامون نے نرمی سے جواب دیا کہ "مین غافل نہین ہون - مگر تدبیر مناسب سے کام لینا چاہتا ہون" - مامون جب سرخس پہونچا تو چند آدمیون نے جنکا پیشوا غالب سعودی تھا حمام مین پہونچکر جمعرات کے دن شعبان سنہ ۲۰۲ھ کو ذو الریاستین کو قتل کر دیا یہ عجیب بات ہے کہ جو لوگ ذو الریاستین کے قتل مین شریک تھے سب مختلف اور دور دور ملکون کے رہنے والے تھے یعنی قسطنطین رومی کافرح - دیلم کا - موفق - صقلیہ کا -

مامون نے اشتہار دیا کہ جو شخص قاتلون کو گرفتار کر کے لائے اوسکو دس ہزار اشرفیان

انعام میں ملیگی۔ عباس بن الہیثم نے یہ انعام حاصل کیا جب یہ لوگ مامون کے پاس
حاضر کیے گئے اور پوچھا گیا کہ کس کے ایما سے تم نے ایسا کیا تو سب نے خود مامون کا نام
لیا۔ اور اس سزا کی بنا اہل حرم کی پاداش میں مامون کے حکم سے قتل کر دیئے گئے
اسکے بعد سعد العصیر بن عمران و موسیٰ وغیرہ چند اشخاص جن پر شبہ تھا طلب
ہوئے اور استفسار ہوا کہ اس واقعہ کے متعلق کچھ جانتے ہو سب نے کانوں پر ہاتھ
رکھا مامون نے ان لوگوں کو بھی قتل کرا دیا۔ گو تمام واقعات شہادت دے رہے تھے
کہ ذوالریاستین کا قتل مامون کے ایما سے ہوا مگر مامون نے اپنی متعدد
کارروائیوں سے اس یقین کو شبہ سے بدل دیا۔ قاتلوں کے سر حسن بن سہل کے
پاس بھجوائے اور نامۂ تعزیت میں بہت کچھ رنج و غم ظاہر کیا۔ اور لکھا کہ "تمہارے
بھائی کی جگہ منصب وزارت پر مقرر کیے گئے"۔ ذوالریاستین کی ماں کے پاس برسم
تعزیت گیا اور تسلی دیکر کہا کہ "آپ صبر کریں۔ بجائے ذوالریاستین کے میں آپ کا
مطیع فرزند موجود ہوں"۔ ان فقروں نے اسکو اور بھی بیتاب کر دیا اور رو کر کہا کہ
"ایسے بیٹے کا کیوں نہ غم کروں جو میرے لیے تم سا فرزند چھوڑ گیا"۔ ذوالریاستین
کے قتل کے تھوڑے دن بعد اسکے باپ سہل نے بھی وفات پائی۔ اسی زمانہ میں
مامون نے حسن بن سہل کی بیٹی سے شادی کی۔ ان کارروائیوں سے گو مامون
کی گردن ذوالریاستین کے خون سے ہلکی نہ ہوئی تاہم عام خلقت کی نگاہ بہت کچھ
بدل گئی اور کم سے کم اتنی بات ضرور ثابت ہو گئی کہ اگر ایسا ہوا بھی تو وہ ایک الٰی

اور نا گوار معاملہ تھا ورنہ ذوالریاستین کے عام احسانات کو اوسنے فراموش نہین کیا ہے اور اوسکے خاندان کے ساتھ اب بھی اوسکو وہی ہمدردی ہے جو پہلے تھی۔ ذوالریاستین کی موت سے یون تو اوسکے تمام خاندان کو نہایت صدمہ پہونچا۔ مگر اوسکے بھائی حسن نے اس واقعہ کے بعد سے ایکدن بھی رونے پیٹنے سے نجات نہ پائی اور بالآخر اسی صدمہ نے اوسکو مختل الحواس کردیا۔ ۲۰۳ھ مین جب اوسکے ہوش بالکل درست نہین رہے تو احتیاط کے لیے پاؤن مین بیڑیان ڈالدی گئین۔ مامون نے اوسکی جگہہ احمد بن ابی خالد کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ یا درکھنا چاہیے کہ مامون کی مستقل خلافت کا زمانہ دراصل فضل کے قتل ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔

حضرت علی رضا علیہ السّلام کی وفات اخیر صفر ۲۰۳ھ

اس سفر مین حضرت علی رضا علیہ السّلام بھی مامون کے ساتھ تھے۔ طوس پہونچکر دفعتاً انتقال فرمایا۔ کہتے ہین کہ انگور مین زہر دیا گیا۔ ہرون الرشید کی قبر بھی یہین ہے۔ مامون نے اسی وجہ سے یہان قیام کیا تھا۔ حضرت علی رضا نے وفات پائی تو مامون نے حکم دیا کہ ہارون الرشید کی قبر اوکھڑوا کر حضرت علی رضا بھی اوسی مین دفن کیے جائین جس سے مقصود یہ تھا کہ رشید بھی حضرت علی رضا کی برکت سے مستفید ہو۔ مامون کو حضرت علی رضا کی وفات کا نہایت صدمہ ہوا۔ وہ جنازہ کے ساتھ ننگے سر گیا اور روکر کہتا تھا۔ "اے ابوالحسن! تیرے بعد مین کہان جاؤن"۔ تین دن تک

قبر پر مجاور رہا اور صرف ایک روٹی و نمک روزانہ اوسکی خوراک رہی۔[1]

ابو دلف ایک شاعر جو اہلبیت کا مداح اور خلفائے بنی العباس کا نہایت دشمن تھا ایک ظرافت آمیز ہجو لکھی جسکا ایک شعر یہ ہے۔

ما ينفع الرجس من قرب الزكي ولا		على الزكي بقرب الرجس من ضرر

(یعنی) ناپاک آدمی کو پاک کے قرب سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ پاک کا اسکے قرب سے کچھ نقصان ہوتا ہے"۔ یہ ایک تاریخی سوال ہے کہ "حضرت علی رضا کو کیسے ایسا سے زہر دیا گیا" مگر ایک خاص فرقہ نے اس واقعہ پر مذہبی رنگ چڑھا ہے شیعہ بالاتفاق اسپر متفق ہیں کہ "خود مامون نے زہر دلوایا"۔ افسوس ہے کہ ہمکو شیعوں کی تاریخی تصنیفات نہیں ملیں۔ کہ ہم اس بحث کو دونوں فریق کی روایتوں کے لحاظ سے فیصل کر سکتے۔ عام وہ بڑی بڑی تصنیفیں جنکو دنیا نے اسلامی تاریخ کا لقب دیا ہے سنیوں کی ہی تصنیفیں ہیں اور بظاہر اونمیں مذہبی حیثیت کا خاص لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔ تاریخی واقعات کی نسبت ہمکو انہیں کیطرف رجوع کرنا پڑیگا۔ جہانتک ہمکو معلوم ہے ایک مورخ نے بھی مامون پر اس الزام لگانے کی جرأت نہیں کی ہے بلکہ علامہ ابن اثیر نے صاف لفظوں میں اس خیال پر استعجاب ظاہر کیا ہے۔ مامون الرشید کے زمانہ سے نہایت قریب تر تاریخ جو آج دستیاب ہو سکتی ہے

[1] ابن واضح عباسی نے یہ واقعہ اوس شخص سے روایت کیا ہے جو حضرت علی رضا کی تجہیز و تکفین میں شریک تھا اور ہم نے اسی اصح کی تاریخ سے اسکو نقل کیا ہے۔

ابن واضح عبّاسی کی تاریخ ہے۔ یہ مصنف مامون کے زمانہ کے واقعات اون لوگون کی زبانی روایت کرتا ہے جو خود مامون کے عہد مین موجود تھے۔ ہم اوسکی تاریخ مین شیعہ پن کا اثر بھی پاتے ہین۔ تاہم اوسنے مامون کے بجاے یہ بدگمانی علی بن ہشام کی نسبت کی ہے۔ تاریخی اصول تحقیق سے۔ اگر ہم کام لین تو بھی یہی ماننا پڑیگا۔ مامون نے حضرت علی رضا کو ولیعہد خلافت مقرر کیا تو اس سے اوسکو کوئی سازش مقصود نہ تھی حضرت علی رضا کوئی ملکی شخص نہ تھے اور نہ اونسے حکومت عبّاسیہ کو کسی خطرہ کا احتمال تھا۔ جیساکہ شیعون کا دعویٰ ہے۔ مامون کو اہلبیت کے ساتھ جو دلی خلوص تھا اوس سے کون انکار کرسکتا ہے حضرت علی رضا کے بعد مامون کا طریق عمل سادات کے ساتھ کیا رہا؟ اِس خاص حیثیت سے مامون کے اُن تمام حالات اور واقعات کو ترتیب دو۔ جو حضرت علی رضا کی وفات سے پہلے اور پیچھے پیش آئے۔ یہ مرتب اور نتیجہ خیز سلسلہ خود بتادیگا کہ مامون پر یہ ایک غلط اتہام ہے بے شبہہ مامون کے خاندان والے حضرت علی رضا کی ولیعہدی سے ناراض تھے اونھین مین سے کسی نے یہ بیہودہ حرکت کی ہوگی۔

حضرت علی رضا ایمہ اثنا عشر مین ہین۔ اور حضرت موسیٰ کاظم کے خلف الرشید ہین۔ مدینہ منوّرہ مین ۱۴۸ھ مین جمعہ کے دن پیدا ہوئے نہایت بڑے عالم اور اتقیاے روزگار مین سے تھے۔ مامون کے لیے طب مین ایک رسالہ تصنیف کیا تھا۔ ابو نواس عرب کے مشہور شاعر سے لوگون نے کہا کہ تو نے ہر مضمون کے شعر لکھے

حضرت علی رضا جو محور رگار ہیں اوسی سال میں دفعتہً مر گئے۔ اوسنے خواہ دیا
کہ اونکا مایۂ کمال میری ح سے بہت او سمجھا ہے۔ چونکہ زوال ہاشمیین اور حضرت
علی رضا کی وفات سے اہل بغداد کی کل شکایتوں کا فیصلہ کردیا۔ اوس نے بغداد
کے لوگوں کو ایک خط لکھا کہ اب کیا عذر ہے جسکی تم شکایت کرسکتے ہو۔ مگر مامون
کو حالانکہ توقع اپنی تحریر کا نہایت سخت جواب ملا۔

ابراہیم کی معزولی سنہ ۲۰۳ھ

مامون جس مادہ میں بغداد کو روانہ ہوا تھا تو ابراہیم مدائن میں موجود تھا۔ اور
عیسیٰ ابن محمد۔ و مطلب بن عبداللہ وغیرہ امراء جو اوسکے ساتھ تھے یہ لوگ
اسوقت تک اگرچہ نہایت ثابت قدم رہے مگر غالباً اس بات کا سب کو یقین تھا کہ ابراہیم
کی حالت اب بہت تنگ ہے۔ جب تک مامون بغداد سے دور ہے تب اوسکی
آنے کی خبر مشہور ہوئی تو لوگ ابراہیم کا ساتھ چھوڑنے لگے۔ مطلب بیماری کا بہانہ
کرکے مدائن سے چلا آیا۔ اور بغداد میں لوگوں سے خفیہ مامون کے لیے بیعت
لینی شروع کی۔ جو منصور بن المہدی ابراہیم کے بھائی نے اول بیعت کی مطلب
نے علی بن ہشام و حمید کو بھی لکھا کہ بغداد چلے آؤ۔ ابراہیم کو یہ حالات معلوم
ہوئے تو مدائن سے روانہ ہو کر ۱ صفر سنہ ۲۰۳ھ کو بغداد پہونچا اور جن لوگوں نے
مامون کے لیے بیعت کی تھی اونکو طلب کیا۔ جنمیں سے منصور و خزیمہ تو مارے گئے

اورادنکا قصور معاف کردیا گیا۔ لیکن مطلب کو اوسی کے خاندان نے روکا کہ "اپنی بات پر قایم رہنا چاہیئے"۔ ابراہیم نے اذنِ عام دیدیا کہ اصغر کو مطلب کا گھربار لوٹ لیا جاوے حمید و علی بن ہشام اب ابراہیم کی خلافت مداین پر قابض ہوگئے۔ ابراہیم کا نہایت نامور افسر عیسیٰ بن محمد بھی۔ حسن بن سہل سے ملگیا شوال ۲۰۲ھ مین باب الجسر پر اوسنے یہ اعلان دیدیا کہ مین اس معاملہ مین دونون فریق سے الگ رہونگا۔ اور حمید نے بھی اس بات کو منظور کرلیا ہے۔ ابراہیم نے اوسکی طلب کے لئے متعدد قاصد بھیجے۔ بڑے اصرار سے آیا تو ابراہیم نے عتاب ظاہر کیا۔ اوسنے معذرت کی۔ ابراہیم نے غیظ مین آکر اوسکو قیدخانے بھیجدیا۔ اور اوسکے چند افسر و اعزّہ کو بھی سزادی۔ عیسیٰ ایک نہایت معزز رتبہ کا آدمی تھا۔ اور بہت سے نامور افسر اوسکے ساتھ تھے۔ اوسکے قید ہونے نے سبکو برہم کردیا۔ بالخصوص عبّاس جو عیسیٰ کا خلیفہ خاص تھا اوسنے اپنی پُرجوش تقریرون سے تمام بغداد کو ابراہیم کا مخالف بنادیا۔ جسر و کرخ وغیرہ پر ابراہیم کے جو عامل تھے سب نکالدیئے گئے اور لوگون نے حمید کو خط لکھا کہ آپ یہان کا قصد کیجئے کہ ہم بغداد آپکے حوالہ کردین۔ حمید نہر صرصر پہونچکر ٹھہرا۔ عبّاس اور تمام افسرانِ فوج اوسکے استقبال کو گئے۔ یہ قرار پایا کہ جمعہ کے دن مقام یاسریہ مین مامون کا خطبہ پڑھا جاوے۔ اور ابراہیم معزول کردیا جاوے۔ حمید نے اہلِ فوج کو پچاس پچاس روپیہ دینے کا وعدہ بھی کیا۔ تاریخ معیّنہ پر حمید یاسریہ مین داخل ہوا۔ مگر انعام کی تعداد مین اسلیئے

اختلاف پیدا ہوا کہ اہل فوج نے سہاس کے عدد کو منحوس بنایا۔ کیونکہ علی بن ہشام نے بھی یہی تعداد مقرر کی تھی اور بالآخر فساد کی باعث ہوئی۔ اہل فوج نے کہا کہ اسوقت تک چالیس دلائے جاویں تاکہ سہاس کے منحوس عدد سے یہ تعداد مختلف رہے۔ عیسی نے بجائے سہاس کے عدد کو بڑھاکر ساٹھ کردیا جسکے ساتھ نحوست کا شبہہ بھی رفع ہوگیا۔

ابراہیم نے اس مشکل وقت میں عیسے کو قید سے رہائی دیکر حکم دیا کہ حمید کے مقابلہ پر جاوے۔ عیسی نے ایک سازشی حملہ کیا اور وسط فوج میں گھسگیا جس سے ظاہر میں یہ دکھانا مقصود تھا کہ ابراہیم کی وفاداری پر اوسے جان کی بھی پروا نہ کی۔ لیکن فوج نے اوسکی دلی خواہش کے موافق زندہ گرفتار کرلیا۔ ابراہیم نے باقیماندہ فوج سے حمید کا مقابلہ کیا یہ اوسکی اخیر کوشش تھی لیکن وہ اوس میں بھی کامیاب نہ ہوا۔ اخیر ذوقعدہ سنہ ۲۰۳ھ میں جو معرکہ ہوا اوسنے ابراہیم کی قسمت کا قطعی فیصلہ کردیا۔ ذوالحجہ کی ۱۷ تاریخ شنبہ کی رات سنہ ۲۰۳ھ ابراہیم کی تاریخ حکومت کا اخیر صفحہ تھا۔ جسدن اوسنے تبدیل لباس کی اور کہیں غائب ہوگیا۔ ابراہیم کی خلافت نے کل ایک برس گیارہ مہینے ۱۲۔ دن کی عمر پائی۔

مامون کا بغداد داخل ہونا۔ صفر سنہ ۲۰۴ھ

مامون تو شارجب سنہ ۲۰۲ھ میں مرو سے روانہ ہوا اور صفر سنہ ۲۰۴ھ میں بغداد

پہونچا۔ اوسکا یہ سفر ایک طرح پر ملک کا دورہ تھا جسمین اوسنے حالاتِ ملک سے بہت کچھ واقفیت پیدا کی اور مختلف شہرون مین مناسب انتظامات کیے۔ نہروان پہونچا تو بغداد کے تمام اعیان و عمائد و افسرانِ فوج بڑے جوش سے اوسکے استقبال کو گئے۔ طاہر بن الحسین بھی جسکو مامون نے رقہ سے طلب کیا تھا یہین باریاب حضور ہوا۔ نہروان مین آٹھ دن قیام کر کے مامون بغداد کو چلا اور ۱۵۔ صفر ۲۰۴ھ کو بڑی شان و شوکت سے دارالخلافہ مین داخل ہوا۔ جہان ایک مدت سے ہزارون نگاہین اوسکا انتظار کر رہی تھین۔ مامون خود اور اوسکے تمام افسر سبز لباس مین تھے۔ اہلِ بغداد بھی مامون کے لحاظ سے سبز لباس پہنے دربار مین آئے مگر عام خواہش اسکے خلاف تھی۔ لوگ آرزومند تھے کہ اونکی آنکھین عبّاسیہ حکومت کو اوسکے اصلی لباس مین دیکھین۔ چنانچہ جب مامون نے طاہر کو بلا کر اوسکی کارگذاریون کا صلہ دینا چاہا اور کہا کہ " جو مانگنا ہو مانگ"۔ تو اوسنے یہی خواہش ظاہر کی۔ کہ آلِ عبّاس کی یہ آرزو پوری کر دیجائے۔ مامون نے یہ معقول درخواست منظور کی۔ اوسنے خود دربارِ عام مین سیاہ لباس منگوا کر پہنا۔ اور طاہر ذوالیمینین و تمام افسرانِ فوج کو سیاہ رنگ کے خلعت مرحمت کیے۔ ۲۳۔ صفر ۲۰۴ھ کو کل اہلِ بغداد سیاہ لباس مین تھے اور اوسدن گویا یہ عملی اعلان عام دیدیا گیا کہ " اب تمام اسلامی دنیا مین **آلِ عبّاس** کی حکومت ہے۔

———— ◦)✱(◦ ————

طاہر کا خراسان کی حکومت پر مقرر ہونا سنہ ۲۰۵ھ

اس سال ایک عجیب تقریب سے طاہر کو اُسکے کارہائے نمایاں کا صلہ ملا یعنی کُل مشرقی حکومت پر جسکی دارالحکومت بغداد سے شروع ہو کر سندھ تک منتہی ہوتی ہے۔ نائب السلطنت مقرر ہوا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک رات طاہر مامون کی بزم عیش میں حاضر ہوا۔ مامون بادہ نوشی کے مزے لے رہا تھا بے تکلفی میں اوسنے دو پیالے طاہر کو بھی مرحمت کیے اور اپنے سامنے بیٹھنے کی اجازت دی۔ طاہر نے باادب عرض کیا کہ "میرا منصب اس عزت کا مستحق نہیں ہے" مامون نے کہا "یہ قیود دربار عام کے لیے مخصوص ہیں۔ بے تکلفی کے جلسوں میں اس قسم کے قواعد کی پابندی ضرور نہیں"۔ طاہر آداب بجا لا کر بیٹھ گیا۔ مامون نے اوسکی طرف نگاہ کی تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ طاہر نے عرض کیا کہ "اب کیا آرزو باقی رہی ہے جسکا حضور رنج کر سکتے ہیں"۔ مامون نے کہا "ہاں مگر ایسی بات ہے جسکے پوشیدہ رکھنے میں تکلیف اور ظاہر کرنے میں ذلت ہے"۔ طاہر اوس وقت تو چپ ہو رہا مگر دل میں خلش پیدا ہوئی کہ آخر کیا بات ہے۔ حسین جو مامون کا ساقی اور ندیم خاص تھا طاہر نے اوسکو دو لاکھ درہم نذر بھیجے اور درخواست کی کہ اوس دن کے واقعہ کا سبب دریافت کرے۔ حسین نے موقع پا کر پوچھا۔ مامون نے کہا۔ اگر "یہ بات آگے بڑھی تو تیرا سر اڑا دونگا" سچ یہ ہے کہ جب طاہر میرے سامنے آتا ہے تو بھائی امین کا ذلت و بیکسی سے مارا جانا یاد آتا ہے"۔ میرے اختیار سے ضرور

طاہر کو کس دن خبر پہونچیگا"۔ طاہر کو یہ بات معلوم ہوئی تو احمد بن ابی خالد الاحول کے پاس گیا۔ (حسن بن سہل کے بعد درباراعظم مقرر ہوا تھا) اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ مین احسان فراموش نہین ہون اور میرے ساتھ بھلائی کرنی فائدہ سے خالی نہین۔ مین تم سے صرف اتنا چاہتا ہون کہ مامون کی آنکھ سے دور رہون۔ احمد بن ابی خالد نے اسکا ذمہ لیا اور دوسرے دن صبح کے وقت مامون کے پاس حاضر ہوا۔ چونکہ چہرہ سے تردد اور پریشانی نمایان تھی (مامون نے پوچھا) کیون؟ کیا کوئی نئی بات ہے؟ (احمد) حضور مجھے تو ساری رات نیند نہین آئی (مامون) آخر کیون (احمد) مینے سُنا کہ حضور نے خراسان کی حکومت غسان کو دی جسکے ساتھ مٹھی بھر آدمی سے زیادہ نہین ہین۔ اگر سرحد کے ترکون نے حملہ کیا تو کیا غسان اُنکو روک سکیگا۔ (مامون) یہ خیال تو مجھکو بھی تھا۔ اچھا تم کسی کو تجویز کرتے ہو (احمد) طاہر ذوالیمینین سے بہتر کون شخص انتخاب ہوسکتا ہے (مامون) مگر اوسکے خیالات تو باغیانہ ہین۔ اور وہ نقض بیعت پر آمادہ ہے (احمد) اسکا مین ذمہ دار ہون (مامون) اچھا تو تم اپنی ذمہ داری پر مقرر کرو۔ طاہر طلب ہوا اور سند حکومت کے ساتھ ایک کرور درہم بھی جو عموماً خراسان کے گورنرون کو ملتے تھے عطا ہوے۔ طاہر نے ایک مہینے مین سازوسامان سفر درست کیا اور ۲۹۔ ذوقعدہ سنہ ۲۰۵ھ کو خراسان روانہ ہوا۔ طاہر کا بیٹا اوسکے بعد صاحب الشرطہ مقرر ہوا۔ لیکن تھوڑے ہی دنون مین اوسکی ذاتی لیاقت نے مصر کی گورنری پر پہونچادیا۔ تقرر کے وقت مامون نے اوسکو

اسے سامنے بلایا اور کہا کہ "یوں تو ہر شخص اپنی اولاد کی نسبت حسن ظن رکھتا ہے لیکن طاہر نے جو کچھ تمہاری تعریف میں کہا اس سے کم کہا جسکے تم دراصل مستحق ہو" طاہر نے یہ مژدہ سنا تو بیٹے کو ایک نہایت مفصل خط[١] لکھا - جو آئین حکومت - انتظامات ملکی - رفاہ رعایا - کے متعلق ایک نہایت مدبرانہ دستور العمل تھا - یہ خط اسقدر مقبول عام ہوا کہ تمام لوگوں نے اوسکی نقلیں لیں - خود مامون نے اوسکی باضابطہ نقلیں عموماً حکام سلطنت کے پاس بھجوائیں اور کہا کہ "طاہر نے دین - دنیا - تدبیر - و رائے - و سیاست و اصلاح ملک و حفاظت سلطنت - و قیام خلافت - کے متعلق کوئی بات اوٹھا نہیں رکھی"۔

عبدالرحمن بن احمد کی بغاوت سنہ ۲۰۶ھ

اسکی بغاوت چنداں بجا تھی نہ بہت پرزور تھی لیکن وہ اسلیئے زیادہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اوس سے مامون کی تاریخ زندگی میں ایک نیا انقلاب شروع ہوتا ہے یمن کے لوگ عمال کی بے اعتدالیوں سے باغی ہوگئے تھے انکو ایک صالح شخص سمجھکر خلیفہ قرار دیا - مامون نے دینار بن عبداللہ کو مقابلہ کے لئے بھیجا - لیکن ایک معاہدہ امن بھی لکھکر دیدیا کہ اگر عبدالرحمن قبول کرلے تو لڑائی کی کچھ ضرورت نہیں - زمانہ حج میں دینار یمن کو روانہ ہوا اور معاہدہ امن عبدالرحمن کے پاس بھیجدیا - عبدالرحمن نے خود دینار کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور بغداد چلا آیا - مامون

[١] علامہ ابن طاہر نے اپنی تاریخ میں اس خط کو تمام و کمال نقل کیا ہے - ۱۲

سادات کی پیہم بغاوتوں سے نہایت تنگ آگیا تھا اب اوسنے ۲۸- ذوقعدہ ۲۰۱ھ
کو حکم دیدیا کہ عموماً آل علی اپنا امتیازی لباس چھوڑکر سیاہ لباس اختیار کرین- اور
آج سے دربار مین نہ آنے پاوین- مامون کو اس خاندان سے جو بے لاگ محبت
تھی سیاست ملکی نے اُسکو اس صورت مین بدل دیا- جسکی تاریخ ۲۸- ذوقعدہ سے
شروع ہوتی ہے-

ذوالیمینن طاہر کا وفات پانا- روز شنبہ جمادی الثانی ۲۰۷ھ مقام مرو

مامون نے اگرچہ احمد بن ابی خالد کی ذمہ داری پر طاہر کو خراسان ایسے بڑے
صوبے کی حکومت دیدی تاہم وہ اوسکی طرف سے مطمئن نہ تھا- طاہر خراسان کو روانہ
ہوتے ہوئے جب مامون سے رخصت ہونے گیا تو مامون نے ایک خاص غلام
اوسکے ساتھ کردیا جسکی نسبت طاہر کو یہ یقین دلایا کہ اوسکی کارگذاریون کا صلہ ہے مگر درپردہ
غلام کو ہدایت کی تھی کہ اگر طاہر کے خیالات- بغاوت کی طرف مائل دیکھے تو زہر دیدے-
خراسان پہونچکر غالباً طاہر نے بغاوت کا ارادہ کیا مگر مورخین اُسکا کوئی عملی ثبوت بجز اسکے
نہین پیش کرتے کہ ایک جمعہ مین طاہر نے خطبہ مین مامون کا نام نہین پڑہا- کلثوم
بن ثابت خراسان کا پرچہ نویس اس موقع پر موجود تھا- اوس نے گھر پر آکر غسل کیا اور
کفن پہنکر مامون کو اس واقعہ کی عرضی لکھی- اوسکو یہ یقین تھا کہ طاہر کو بھی ضرور اس

حال سے خبر ہوگئی اور وہ اوسکو ردہ ہو چکا۔ مامون نے عرضی پڑھی تو احمد بن ابی خالد کو بلا بھیجا اور کہا کہ اسی وقت خراسان روانہ ہو۔ احمد نے بڑے اصرار سے رات بھر کی مہلت لی۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسرا پرچہ پہونچا کہ طاہر نے دفعتاً انتقال کیا۔ احمد کا جانا ملتوی ہو گیا۔ طاہر کو جمعہ کے دن بخار چڑھا۔ ہفتہ کی صبح کو لوگ عیادت کے لیے گئے تو دربانوں سے معلوم ہوا کہ آج خلاف معمول ابھی تک خوابگاہ میں ہے۔ زیادہ دیر ہوئی تو لوگ اندر گئے طاہر سر سے پاؤں تک کپڑے میں لپٹا ہوا مردہ پڑا تھا۔ بعضوں کا بیان ہے کہ پلکوں میں کچھ عارضہ پیدا ہوا جس سے وہ دفعتاً گر پڑا اور مر گیا۔[1]

مامون نے طاہر کے بعد اوسکے بیٹے طلحہ کو خراسان کی حکومت دی۔ دوسرے بیٹے عبداللہ کو بھی معزز عہدے دیئے۔ طاہر کی تین پشتوں یعنی خود طاہر و عبداللہ بن طاہر و عبیداللہ بن عبداللہ نے دولت عباسیہ میں بڑا اقتدار حاصل کیا۔ ہمکو اسمیں کچھ شبہ نہیں کہ طاہر کو زہر دیا گیا اور خود مامون نے زہر دلوایا۔ لیکن اگر مامون کی جگہ کوئی دوسرا بادشاہ ہوتا تو کیا کرتا۔ اگر اس نظیر کے لئے ہم دور جائیں اور خود

[1] مصنف عیون والحدائق۔ کامل ابن خلدون ابوالفداء کسی نے نہیں لکھا کہ طاہر کیونکر مرا مگر عربی مورخین کی یہ عام عادت ہے کہ وہ واقعات کو بالکل سادہ لکھتے ہیں اور اسباب سے بحث نہیں کرتے۔ صرف ابن خلکان ایک شخص ہے جس نے اس واقعہ کی پوری تفصیل لکھی ہے اور چونکہ اوس نے ایک معتبر تاریخ کا یعنی ہارون بن عباس بن مامون الرشید کی تاریخ کا حوالہ دیا ہے۔ جیسے اس موقع پر جو کچھ کہا ہے اوسی سے لکھا ہے۔ دیکھو تاریخ ابن خلکان ترجمہ طاہر ۱۲ منہ

مامون کے نامور باپ۔ ہرون الرشید کی طرف نگاہ اوٹھائین توکیا ثابت ہوگا۔ ہم دیکھتے ہین کہ اوسنے ایک خیالی الزام پر برامکہ کا وہ فیاض خاندان جسکی نظیر سے کل تاریخ اسلام خالی ہے ایک لحظہ مین دنیا سے ناپید کردیا۔ لیکن مامون نے جو کچھ کیا۔ سیاست ملکی کے لحاظ سے اوسکا ضروری فرض تھا۔ تاہم اوسکے خاندان سے کچھ تعرض نہ کیا بلکہ اوسکی اولاد کو اس رتبہ پر پہونچایا کہ کچھ زمانہ کے بعد خراسان مین اونکی مستقل حکومت قایم ہوگئی۔ مامون کے پاس جب طاہر کے مرنے کی خبر آئی تو اوسنے کہا کہ "خدا کا شکر ہے۔ جسنے طاہر کو مجھسے پہلے بُلایا"۔ اِس بات سے بھی ظاہر ہے کہ طاہر کی بغاوت کا اوس کو کافی یقین ہوچکا تھا۔ اِس کتاب کے دوسرے حصے مین معلوم ہوگا کہ مامون ملک کے ہر ایک جزئی حالات سے کسقدر واقفیت رکھتا تھا اور اسوجہ سے اوسکی راے اِن معاملات مین نہایت وقعت کے قابل ہے۔

افریقہ۔ اورمنصور بن نصیر کی بغاوت ۲۰۸ھ

افریقہ کو ممالک اسلامیہ مین داخل ہوئے قریباً سو برس گذر چکے تھے مگر عہد فتح سے آجتک ہمیشہ خطرناک بغاوتین برپا رہین۔ یہان کی آب وہوا مین پہلے بھی اطاعت کا مادّہ نہ تھا اور قبائل عرب کے ملجانے سے جو ایک مدت سے اِن اطراف مین جاکر آباد ہوتے جاتے تھے۔ اونکی سرکشی اور بھی پُرخطر اور تیز ہوگئی تھی۔ یہان کا جو خراج تھا وہ یہین کے امن وانتظام قایم رکھنے مین صرف ہوتا تھا

ملک مصر کے خراج سے اور پانچ لاکھ روپیہ سالانہ منگانے پڑتے تھے۔

سنہ ۱۸۴ھ میں ہارون الرشید نے ابراہیم بن الاغلب کو افریقیہ کا گورنر مقرر کیا تھا جسنے افریقہ سے چالیس ہزار دینار بطور خراج کے دینے منظور کئے تھے۔ ابراہیم نے نہایت نیکنامی کے ساتھ حکومت کی اور پھر افریقیہ کی گورنری اوسکے خاندان کا موروثی ترکہ ہوگیا۔ چنانچہ مامون کے زمانہ میں جو شخص اس منصب پر ممتاز تھا وہ ابراہیم کا نامور فرزند زیادۃ اللہ تھا۔ سنہ ۲۰۸ھ میں تونس میں ایکبارہ بغاوت کی ابتدا ہوئی جسکا بانی منصور بن نصیر تھا۔ زیادۃ اللہ نے ایک افسر کو جسکا نام محمد بن حمزہ تھا تین سو سوار دیکر بھیجا کہ دفعتاً تونس پہنچکر منصور کو گرفتار کرلائے۔ لیکن محمد کے پہنچنے سے پہلے منصور کو خبر ہوگئی اور وہ طنبذہ چلا گیا۔ محمد کو تونس میں بالکل ناکامی ہوئی۔ اب اوسنے یہاں کے قاضی کو منصور کے پاس بطور سفارت کے بھیجا۔ چالیس اور بڑے بڑے ثقات قاضی صاحب کے ساتھ گئے کہ وعظ و پند کا فسوں پھونک کر منصور کو مسخر کرلائیں۔ مگر منصور ان سادہ دل ملاؤں سے زیادہ چالاک تھا اوسنے قاضی صاحب سے کہا کہ "میں تو قدیم نمکخوار ہوں۔ آج کی رات آپ ماحضر قبول فرمائیں۔ کل میں خود آپکے ہمرکاب چلونگا۔" پس پردے محمد کو بھی دعوت کے کھانے اور بکرے بھیجے اور لکھا کہ "کل قاضی صاحب کے ساتھ شرف خدمت حاصل کرونگا۔" محمد اور اوسکی فوج نے نہایت اطمینان کے ساتھ دعوت کے مزے اوڑائے۔ اور خوب شرابیں پیں۔ پھر حمام میں اوترا تھا۔ کہ دفعتاً طبل جنگ کی مہیب آواز نے ان مستوں کو چونکا دیا۔

اوٹھے تو منصور ایک جمعیت کثیر کے ساتھ سر پر موجود تھا۔ محمد کی فوج نے بھی ہتیار سنبھالنا چاہا مگر اعضا قابو مین نہ تھے۔ تاہم ایک سخت معرکہ ہوا۔ اور ساری رات لڑائی رہی محمد کی فوج بالکل قتل ہو گئی صرف وہ لوگ بچگئے جو دریا مین کود پڑے اور تیر کر اوس پار نکل گئے۔ تونس مین جو شاہی فوج تھی اوسنے بھی منصور کی خدمت مین حاضر ہو کر اطاعت پر آمادگی ظاہر کی مگر اس اندیشہ سے کہ آیندہ منصور اگر زیادۃ اللہ سے ملگیا تو وہ کسی طرف کے ہونگے۔ یہ شرط پیش کی کہ آپ زیادۃ اللہ کے کسی عزیز کو قتل کرا دیجیے۔ اسمٰعیل کے قتل سے جو زیادۃ اللہ کا رشتہ دار اور تونس کا عامل تھا۔ یہ خواہش پوری کر دیگئی۔

تونس کے اضلاع مین منصور کی قوت روز افزون ترقی کر رہی تھی۔ اور اسوجہ سے ضرور تہا کہ زیادۃ اللہ بھی برابر کی طاقت سے اوسکا مقابلہ کرے۔ اوسنے اپنے وزیر خاص غلبون کو اس مہم کے لئے انتخاب کیا۔ مگر دسوین ربیع الاول کو جو معرکہ ہوا اوسمین غلبون نے شکست کھائی اور فوج جو ساتھ تھی باغیانہ افریقہ کے مختلف شہرون مین پھیل گئی۔ غلبون کو شکست دیکر منصور کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اوسنے خود زیادۃ اللہ کی دار الحکومت قیروان کو جا گھیرا۔ ۴۰ دن تک محاصرہ رہا اور بڑے بڑے معرکے ہوئے۔ مگر اخیر لڑائی مین جو ۱۵ جمادی الثانی کو پیش آئی زیادۃ اللہ اس سر و سامان سے نکلا کہ منصور نے پہلے ہی ہمت ہار دی۔ مقابلہ ہوا۔ لیکن نتیجہ جنگ وہی تھا جو منصور کے خیال مین تہا۔ چونکہ محاصرہ کے زمانہ مین قیروان والے منصور سے ملگئے تھے

زیادۃ اللہ نے اسد سے انتقام لینا چاہا - لیکن علما اور مصاحبین نے اوسکو
اس ارادہ سے باز رکھا - تاہم عبرت کے لئے قیروان کی شہر پناہ بالکل برباد کردی گئی -
اگرچہ منصور خود شکست کھاکر قیروان سے چلا گیا مگر اوسکے سرداروں نے افریقہ
کے اکثر اضلاع دبا لئے تھے - انہیں سے ایک شخص عامر بن نافع تھا - جسنے سبیبہ پر
قبضہ کرلیا تھا - سنہ ۲۰۹ھ میں زیادۃ اللہ نے محمد بن عبداللہ سے ایک عزیز کو اوسکے مقابلہ
پر بھیجا - ۲ - محرم کو ایک سخت معرکہ ہوا - محمد نے شکست کھائی - اور قیروان کو اولٹا واپس
آیا - اس اثنا میں منصور نے دوبارہ قوت حاصل کی - چونکہ فوج جو منصور کے ساتھ تھی
اوسکے اہل عیال قیروان میں رہگئے تھے اوسنے پھر قیروان کا محاصرہ کیا - ۱۷ - دن
محاصرہ رہا - اگرچہ کئی لڑائی نہیں ہوئی مگر منصور اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اہل فوج
کے عزیز و اقارب قیروان سے نکل آئے - اور اپنے عزیزوں سے آکر ملگئے - منصور
بھی تونس کو واپس چلا آیا - افریقہ کے اکثر اضلاع زیادۃ اللہ کے ہاتھ سے نکلگئے - خود
شاہی فوج نے جو منصور کے ساتھ ہوگئی تھی زیادۃ اللہ کو یہ مغرورانہ پیغام کہلا بھیجا کہ "جو
تدبیر تمکو حاضر کرسکتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ تم افریقہ سے اور کہیں چلے جاؤ - اس سعادت
کے صلہ میں ہم تمہاری جان سے کچھ تعرض نہ کرینگے " - چنانچہ اتفاقی واقعات نے اگر مساعدت
نہ کی ہوتی تو آل اغلب کا خاتمہ ہوچکا تھا - مگر سنہ ۲۱۱ھ میں عامر جو منصور کا دایاں ہاتھ تھا
خود منصور سے ناراض ہوگیا اور بالآخر اوسکو قتل کرادیا - یہ کشمکش بھی کچھ زیادہ نہ پھیلا -
دو ہی تین برس کے بعد قضا کی اور زیادۃ اللہ کے لئے افریقہ کی حکومت بے خلش

بھیجو گیا - زیادۃ اللہ کو ان واقعات نے بالکل مطمئن کر دیا - اوسنے کچھہ بیجا نہین کہا کہ "اب لڑائی نے اپنے ہتیار رکھدیئے"

نصر بن شبث کا گرفتار ہونا ۲۰۹ھ

نصر حلب کے شمال مین کیسوم کے علاقہ کا رہنے والا تھا - اور امین الرشید کا نہایت جان نثار دوست تہا - محاصرہ کے زمانہ مین تو امین کی کچھہ مدد نکر سکا - لیکن امین کے قتل کے بعد علانیہ بغاوت ظاہر کی اور چونکہ عرب کے بعض قبائل اور بہت سے خانہ بدوش بدو بھی اوسکے ساتھہ ہوگئے - اوسنے حلب و میساط وغیرہ پر قبضہ کر لیا - حسن بن سہل نے طاہر کو جو حال ہی مین بغداد کی فتح کا فخر حاصل کر چکا تھا - اوسکے مقابلہ کے لیے بھیجا - ایک سخت جنگ کے بعد طاہر نے شکست کھائی اور رقہ کو واپس گیا - ۱۹۹ھ مین جزیرہ کے تمام اضلاع نصر کے قبضۂ اقتدار مین آ گئے - اور ۲۰۸ھ تک اوسکی بغاوت شاہی قوت کی حریف مقابل رہی - ۲۰۶ھ مین جب طاہر رقہ سے چلا آیا تھا تو اوسکا بیٹا عبد اللہ اس مہم پر مامور ہوا - لیکن چار برس کی متواتر کوششون نے بھی کوئی نتیجہ نہین پیدا کیا - ۲۰۹ھ مین مامون نے محمد عامری کو نصر کے پاس سفیر کرکے بھیجا - نصر نے گو اطاعت پر آمادگی ظاہر کی مگر شرطین وہ پیش کین جو مامون کے نزدیک بغاوت کی سرکشی سے کچھہ کم نہ تھین - پہلی شرط یہ تھی کہ "مین دربار مین حاضر نہ ہونگا۔" مامون نے اوسکے قبول کرنے سے بالکل انکار کیا - محمد عامری

واپس گیا۔ اور نصر نے کہا کہ مامون کو تمہاری حاضری ہی پر زیادہ اصرار ہے تو سر دست جھلا اوٹھا اور کہا کہ "میں ہیدڑ کوں (قوم زط)[1] پر جھک کر نہیں چل سکتا۔ اوسکے آگے تو میرے ہزاروں جاں نثار کیونکر سر جھکا سکتے ہیں"۔ لیکن نصر کا یہ غرور قائم نہ رہا۔ عبداللہ بن طاہر نے اوسکو اتنا تنگ کیا کہ بلا کسی شرط کے ہتھیار رکھدئے۔

ابن عائشہ و مالک کا قتل اور ابراہیم کی گرفتاری سنہ ۲۱۰ھ

ابراہیم جسے بغداد میں علم خلافت بلند کیا تھا گو مدت سے روپوش ہو گیا تھا لیکن اوسکے ندیم رفقا اب بھی اپنی کوششوں میں سرگرم تھے اور چاہتے تھے کہ ابراہیم کو دوبارہ تخت خلافت دلائیں۔ مامون کو اس سازش کی بہت جلد اطلاع ہو گئی۔ اور صفر ۲۱۰ھ میں یہ سب گرفتار کر لئے گئے۔ ابن عائشہ و مالک اس جماعت کے سرگروہ تھے۔ ان لوگوں نے ایک بڑی فہرست تیار کر کے مامون کی خدمت میں بھیجی کہ "اور بہت سے لوگ اس کوشش میں ہمارے ساتھ ہیں"۔ لیکن مامون نے اس خیال سے کچھ التفات نہ کی کہ "شاید یہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گرفتار کرانا چاہتے ہیں"۔ باغی قیدخانے بھیج دئے گئے۔ مگر وہاں بھی چپکے نہ بیٹھے۔ ایکدن اندر سے چاروں طرف کے گوشے گرو دئے اور چاہا کہ دیوار توڑ کر باہر نکل جائیں۔ مامون کو خبر ہوئی۔ تو خود جیل خانہ پہونچکر ابن عائشہ کے سوا سب کو قتل کرا دیا۔ ابن عائشہ۔ ہاشمی تھا۔ اسلئے یہ امتیاز رکھا گیا کہ بجائے

[1] چونکہ قوم زط کی بغاوت کو مامون فرو نہ کر سکا تھا اسلئے یہ طعنہ دیا۔

قتل کے اوسکو سولی دیگئی - لیکن اوسکے ساتھ یہ قاعدہ ٹوٹ گیا کہ ابتک کسی ہاشمی نے پھانسی پانے کی ذلت نہین اوٹھائی تھی -

یہ واقعہ ابراہیم کی گرفتاری کا دیباچہ تھا[۵۱] - خود ابراہیم کی زبانی منقول ہے کہ "مامون جب عراق پہونچا تو لاکھ درہم کے انعام پر اوسنے میری گرفتاری کا اشتہار دیا - مینے خیال کیا کہ اب بغداد مین جان کی خیر نہین - گرمی کے دن تھے اور ٹھیک دوپہر بجی تھی کہ مین گھر سے نکل کھڑا ہوا - مگر یہ کون بتا سکتا تھا کہ کہان جاؤن ایک گلی مین پہونچا لیکن اوسکی دوسری طرف راستہ نہ تھا اب نہ آگے بڑھ سکتا تھا نہ اولٹا پھر سکتا تھا اسی اضطراب مین ایک مکان نظر پڑا جسکے دروازہ پر ایک حبشی غلام کھڑا تھا - مینے بڑھکر اوس سے التجا کی کہ "ذرا دیر کے لئے اپنے مکان مین جگہ دیسکتے ہو"؟ اوسنے نہایت خوشی سے منظور کیا - اور مجھکو ایک کمرہ مین لیجا کر بٹھایا جو عمدہ اور بیش بہا ساز و سامان سے مزین تھا - لیکن چونکہ خود باہر چلا گیا اور کواڑ بند کرتا گیا - میری تازہ امید پھر یاس سے بدل گئی کہ غلام میرے گرفتار کرانے کو پولیس کے پاس گیا ہے - مین اسی پیچ و تاب مین تھا کہ اوسی نے کواڑ کھولے اور ایک مزدور کے ساتھ مکان مین داخل ہوا - مینے مسرت آمیز تعجب سے دیکھا - کہ وہ - گوشت دیگچی - کورے پیالے - اور تمام ضروری چیزین اپنے ساتھ لایا ہے - اوسنے یہ تمام سامان میرے سامنے حاضر کئے اور کھڑے ہوکر دست بستہ عرض کی کہ مین ذات کا

---

[۵۱] ابراہیم ربیع الاوّل سنہ ۲۱۰ھ مین گرفتار ہوا - ۱۲

حجام ہوں میری جرأت نہیں کہ اپنے گھر کا پکا ہوا کھانا حضور کی دعوت میں حاضر کروں اسلئے بازار سے سب ہی چیزیں مول لایا ہوں۔ اب حضور پسند فرمائیں"۔ ہم نے خود کھانا طلب کیا۔ اور خوب سیر ہو کر کھایا۔ پھر اوس نے مجھ سے پوچھکر شراب حاضر کی اور کھڑے ہو کر کہا کہ "اگر اجازت ہو تو میں بھی ایک کنارے بیٹھ جاؤں اور حضور کی تفریح خاطر کے لئے دُور ہی سے دور شراب میں شریک ہوں"۔ ہم نے اجازت دی۔ شراب کا دور چلتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک نے اوٹھا لایا اور دست بستہ کہا کہ "میرا یہ منصب نہیں کہ حضور سے گانے کے لئے عرض کروں۔ لیکن حضور کا پاس اخلاق خود میری آرزو کو پورا کر سکتا ہے"۔ ہم نے تعجب سے پوچھا کہ تمنے کیونکر معلوم کیا کہ میں اس لطیفہ سے واقف ہوں اوس نے کہا "سبحان اللہ کیا حضور چھپائے چھپ سکتے ہیں۔ کیا حضور کا اسم مبارک ابراہیم نہیں ہے۔ کیا بغداد کے تخت نے حضور کے قدموں سے عزت نہیں حاصل کی ہے۔ مامون الرشید نے کسکے لئے لاکھ درہم کا اشتہار[لہ] دیا ہے"۔

یہ سنکر میں حیرت زدہ ہوگیا۔ اور دل میں کہا کہ یہ غلام بھی خدا کی عجیب قدرتوں کا ایک نمونہ ہے۔ ہم نے ایسے فیاض میزبان کا رنجیدہ کرنا خلاف انسانیت سمجھا اور نے کے ساتھ حسب حال کچھ اشعار گائے۔ غلام بدمست ہوگیا۔ مزے میں آکر خود بھی

لہ اس فقرہ کو کسقدر اخلاق کے ساتھ خود یوسف کاتب جو ابراہیم کا خاص ندیم تھا اپنی ایک تصنیف میں وصف ابراہیم کے حالات میں بیان کیا ہے دیکھو مروج الذہب مسعودی حالات مامون۔

گانا شروع کیا - اور اس درد سے گایا کہ در و دیوار بول اوٹھے مین تمام خطرات کو یک لخت بھول گیا اور فرمایش کی کہ کچھہ اور گاؤ - اوسنے نہایت دلکش آواز مین یہ اشعار گائے -

تعیرنا انا قلیل عدیدنا	فقلت لھا ان الکرام قلیل
"وہ ہمکو عیب لگاتی ہے کہ ہمارا شمار کم ہے	مینے اوس سے کہا کہ بڑے لوگ کم ہی ہوتے ہین"
وانا القوم ما نری القتل سبۃ	اذا ما راتہ عامر و سلول

"عامر و سلول قتل ہونے کو عیب سمجھتے ہین لیکن ہم ایسا نہین سمجھتے"

ان پُراثر شعرون نے میرے ہوش و حواس بالکل کھو دیے - اور غفلت زدہ ہو کر سو گیا - جاگا تو شام ہو چکی تھی - مینے جیب سے ایک تھیلی نکالی اور غلام کو یہ کہکر دینا چاہا کہ "لو خدا حافظ - سردست یہ حقیر پیشکش قبول کرو خدا نے اگر وہ دن کیا کہ میری بدقسمتی - اقبالمندی سے بدل گئی تو مین تمہارے احسانات کا کافی صلہ دیسکونگا غلام نے نہایت رنجیدہ ہو کر کہا - " افسوس غریب آدمی آپ لوگون کی نگاہ مین نہایت حقیر مخلوق ہے - مجھکو حضور کی ذرہ نوازی سے جو عزت ملی کیا مین اسکو درہم و دینار کے عوض بیچ سکتا ہون - خدا کی قسم یہ الفاظ دوبارہ سُننے کی مین طاقت نہین رکھتا اور اگر آپ مکرر فرمائینگے تو مین اپنی حقیر زندگی کو قربان کر دونگا " مینے ندامت کے ساتھ اپنا بےموقع عطیہ واپس لیا اور چاہا کہ غلام سے رخصت ہون - لیکن اوسنے عاجزانہ لہجہ مین کہا کہ " میرے آقا - آپ یہان زیادہ امن و آرام کے ساتھ رہ سکینگے "

کچھ دنوں اور صبر کیجئے۔ یہ قصہ ختم ہو لے تو حضور کو اختیار ہے"۔ میں چند روز
اور اوسکے مکان پر مقیم رہا لیکن اس خیال سے کہ میرا یہاں میرے معاش کی
وجہ سے گراں ہوا جاتا ہے۔ چپکے نکل کھڑا ہوا۔ اور اخفاے حال کے لئے
زنانہ لباس پہن لیا تاہم راہ میں ایک فوجی سوار نے مجھکو پہچان لیا اور چلا کر لپٹ گیا
کہ "لیجئے مامون کا اشتہاری جانے نہ پائے"۔ میں نے اوسکو زور سے ڈھکیل دیا۔
وہ ایک گڑھے میں جا پڑا۔ اور بازار کے آدمی شور و غل سنکر ہر طرف سے دوڑ پڑے
میں فرصت پاکر بھاگتا ہوا اونکے پار ہو گیا۔ اور ایک عورت سے جو اپنے مکان کے
دروازہ پر کھڑی تھی درخواست کی کہ "میری جان بچا لے"۔ اوس نے نہایت خوشی سے
میرا استقبال کیا لیکن بدقسمتی سے یہ نیک دل عورت اوسی سوار کی جورو نکلی جسنے
میرا ورود فاش کر دیا تھا۔ ذرا دیر کے بعد وہ بے رحم سوار آپہنچا۔ مکان میں گھسنے کے
ساتھ اوسکی نگاہ مجھ پر پڑی۔ اور بیوی کو الگ لیجا کر ساری داستان سنائی۔ تاہم اوس
خدا ترس عورت نے مجھکو آکر تسکین دی کہ "جب تک میں ہوں آپکو کچھ ضرر نہ پہنچیگا"
میں تین دن تک اوسکا مہمان رہا۔ لیکن چونکہ شوہر کی جانب سے اوسکو اطمینان نہ تھا
چوتھے دن مجھ سے کہا کہ "افسوس میں آپکی حفاظت کا ذمہ نہیں اوٹھا سکتی"۔ مجبوراً وہاں
سے بھی نکلنا پڑا۔ اس اضطراب میں مجھکو اپنی ایک کنیز خاص یاد آئی۔ میں سیدھا
اوسکے مکان پر گیا۔ مجھکو دیکھکر باہر نکل آئی اور روتی ہوئی آواز اور دریائی آنسوؤں سے
میرا استقبال کیا۔ تھوڑی دیر تک غمخواری کی باتیں کرتی رہی پھر باہر چلی گئی۔ [illegible]

کسی تردد کے خیال کیا کہ دعوت کے اہتمام مین جاتی ہی لیکن کچھ عرصہ کے بعد جو تحفہ وہ میرے لئے بازار سے لائی وہ پولیس کے خونخوار سپاہی تھے - مین اسوقت تک زنانہ لباس مین تھا - اور اسی ہئیت مین گرفتار ہوکر مامون کے دربار مین حاضر کیا گیا - سامنے پہونچا تو دربار کے قاعدے کے موافق سلام کیا - مامون نے کہا - "خدا تیرا برا کرے" - مینے کہا "امیر المومنین ذرا ٹھہر جا - مین بے شبہہ سزا کا مستحق ہون لیکن تقویٰ عفو کا باعث ہے میرا گناہ ہر گناہ سے بڑھ کر ہے لیکن تمام دنیا ضیان تیرے رتبہ سے فروتر ہین - اگر تو مجھکو سزا دے تو تجھکو حق ہے اور اگر بخشدے تو نوازش ہے - پھر مینے یہ اشعار پڑھے -

ذنبی الیک عظیم — وانت اعظم منہ
میرا گناہ بڑا ہے — لیکن تو اوس سے بالاتر ہی
فخذ بحقک او لا — فاصفح بحلمک عنہ
یا اپنا حق لے — یا اپنے حلم کیوجہ سے درگذر
ان لم اکن فی فعالی — من الکرام فکنہ
اگر میرے کام شریفانہ نہین ہین — تو آخر تیرے تو ہونے چاہئین

میرے عاجزانہ فقرے اور پر تاثیر اشعار مامون کے دل پر قبضہ پاتے جاتے تھے محبت سے میری طرف نگاہ کی - مینے چند اور شعر دردناک لہجہ مین پڑھے اوسکا دل بھر آیا اور ارکان دولت کی طرف مخاطب ہوا کہ "کیا رائے ہے" سب نے متفق اللفظ

کہا "قتل" مگر احمد بن ابی خالد وزیر اعظم نے عام رائے کے خلاف شفاعت کی اور کہا کہ "تاریخ میں ایسی مثالیں بہت موجود ہیں کہ بغاوت کے جرم پر قتل کا حکم دیا گیا لیکن اے امیر المومنین اگر تو بخش دے تو ہم تیری بخشش کی نظیر پچھلی تاریخوں میں بھی نہیں دکھا سکیں گے[۹۵]" مامون نے سر جھکا لیا اور یہ شعر پڑھا۔

قومی ھم قتلوا امیم اخی		فاذا رمیتھم یصیبنی سہمی
میرے بھائی امیم کو میری قوم نے قتل کیا		میں اگر ان پر تیر چلاؤں تو مجھی کو لگیگا۔

بیٹے دفعتاً چہرے سے نقاب اولٹ دی اور چلا اٹھا کہ "اللہ اکبر۔ خدا کی قسم امیر المومنین نے بخش دیا۔" مامون سجدہ میں گرا۔ اور دیر تک سر بسجدہ رہا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہوا اور کہا کہ "چچا جان آپ جانتے ہیں میں نے کیوں سجدہ کیا۔" میں نے عرض کی کہ "شاید میری اطاعت پر۔" مامون نے کہا "نہیں بلکہ اس بات پر کہ خدا نے مجھ کو عفو کی توفیق دی۔" مامون نے پھر میری ساری داستان سنی۔ اور غلام۔ عورت۔ کیر کو طلب کر کے غلام کا ہزار دینار سالانہ مقرر کر دیا۔ عورت کو بھی انعام عطا کیا لیکن کیر کو اپنی توقع کے خلاف خیر خواہی کا کچھ صلہ نہ ملا بلکہ اولٹی سزا[۹۶] پائی۔

۹۵ اس واقعہ کا سب عباسی کی تاریخ میں اس طور پر گو مقصد کیر کے ساتھ مامون ہی کی طرح سلوک کا ہے او لکھا ہے کہ کسی نے ابراہیم کی شفاعت نہیں کی۔ ۱۲ ۹۶ دیکھو ما الاوراق برحاشیہ مستطرف صفحہ ۱۷۳ کامل ابن الاثیر۔ اغانی اس جلد میں دیکھیے صفحہ ۱۰ ابراہیم کی گرفتاری کے حالات مختلف طرح سے بیان کئے گئے ہیں ۱۲۔

مصر و اسکندریہ کی بغاوتین - سنہ ۲۱۰ھ

سنہ ۲۰۶ھ مین عبید اللہ سرّی مصر کا عامل مقرر ہوا تھا - اگرچہ نہایت رعب داب اور حسن انتظام کے ساتھ حکومت کی مگر امید سے زیادہ کامیابی نے خودسری کا خیال پیدا کر دیا - طاہر کا نامور فرزند عبد اللہ اوسکے مقابلہ پر مامور ہوا - مصر جب ایک منزل رہگیا تو اوسنے ایک سردار کو تھوڑی سی فوج دیکر آگے روانہ کیا کہ پڑاؤ کے لیے کوئی محفوظ مقام معین کر رکھے - عبد اللہ سرّی نے یہ خبر پاکر دفعتاً سردار پر چھاپا مارا لیکن اوسنے نہایت استقلال سے مقابلہ کیا اور ایک قاصد دوڑا دیا کہ عبد اللہ کو جاکر خبر کرے - عبد اللہ عین وقت پر پہونچا - عبید اللہ ایسا نادان نہ تھا کہ اب بھی جنگ قایم رکھتا - سیدھا مصر کو واپس گیا اور شہر پناہ کے دروازے بند کرا دئے - عبد اللہ نے شہر کا محاصرہ کیا - کچھہ بہت دن نہین گذرنے پائے تھے کہ عبید اللہ نے انجام کار پر غور کر کے سپر ڈالدی اور عبد اللہ کی خدمت مین ایک نہایت گرانبہا تحفہ جسکو رشوت کہنا زیادہ بجا ہے - ارسال کیا یہ بیش قیمت تحفہ جسمین ہزار لونڈی غلام اور ہر ایک کے ہاتھ مین ہزار ہزار اشرفیان تھین کو قصداً رات کے وقت بھیجا گیا لیکن عبد اللہ نے صاف انکار کیا - اور لکھ بھیجا کہ " اگر مین دن کو تیرا ہدیہ قبول کرسکتا تو رات کو بھی مجھکو انکار نہوتا " - خط کے اخیر مین قرآن مجید کی یہ پُر رعب آیتین لکھین - ارجع الیھم فلنا تینھم بجنود لا قبل لھم بھا " ترجمہ " تو اونکی طرف واپس جا - مین ایک ایسا

لشکر لیکر ادھر آتا ہوں جسکا وہ لوگ سامنا نہیں کرسکتے"۔ اس دھمکی نے حملے تلوار سے بڑھکر کام دیا۔ عبید اللہ نے مجبور ہو کر امان طلب کی۔ مصر سے تو اطمینان ہوا مگر ابھی اسکندریہ کا مرحلہ باقی تھا۔ عبید اللہ کے زمانہ بغاوت میں اسپین سے دولت بنی امیہ کی ایک فوج آئی اور اسکندریہ پر قابض ہو گئی۔ لیکن عبداللہ کی آمد آمد نے اوسکے حواس کھو دیئے۔ اور امن کی طالب ہو کر اسکندریہ سے نکل گئی۔ اب یہ ممالک فتنہ و فساد سے یکلخت پاک ہو گئے۔ اور ہر طرف امن امان ہو گیا۔

زریق کی بغاوت۔ اور سید بن انس کا مقتول ہونا ۲۱۱ھ

زریق عربی النسل تھا اور ۲۰۹ھ میں آرمینیہ و آذربیجان کا گورنر مقرر ہوا تھا لیکن باغی ہو گیا اور اسی حکومت کے کل علاقے دبا لئے۔ سید بن انس جو موصل کا لفٹنٹ تھا چند بار اس سے معرکہ آرا ہوا۔ مگر فتح حاصل نہ کرسکا۔ ۲۱۱ھ میں زریق نے ایک فوج کثیر طیار کی جو کم بیش چالیس ہزار تھی۔ ایک بہادر شخص مدت سے زریق کے پاس نوکر تھا اور لاکھ درہم سالانہ عطا اس بات کے پاتا تھا کہ اوسنے سید کے قتل کا بیڑا اوٹھایا تھا۔ قسم کھائی تھی کہ جب سید کو دیکھ پائیگا سیدھا اوسکے قتل کی عزت حاصل کریگا۔ اب زریق نے جو یہ فوج گراں سید کے مقابلے رکھی تو یہ بہادر شخص بھی ساتھ گیا۔ سید لڑائیوں میں ہمیشہ تنہا حملہ آور ہوتا تھا۔ اس معرکہ میں حریف کی فوج گو چالیس ہزار سے کم نہ تھی مگر اوسنے اپنا طریقہ قدیم چھوڑنا پسند نہ کیا اور تنہا آگے بڑھے

لشکر پر حملہ آور ہوا۔ زریق کی فوج سے وہی بہادر شخص نکلا۔ ہر ایک نے جان توڑ کر شجاعت کے جوہر دکھائے اور دونون کے ایک ساتھ قتل ہونے نے یہ ثابت کردیا کہ دونون برابر کے حریف تھے۔

مامون نے محمد بن حمید طوسی کو موصل کی حکومت عطا کی۔ محمد ۲۱۲ھ مین موصل پہونچا اور فوج شاہی کے علاوہ عرب کے بہت سے قبائل ساتھ لئے جو ایک مدت سے موصل مین آکر آباد ہو گئے تھے۔ سید بن انس کا فرزند محمد بھی۔ جو برسون سے باپ کے خون کا عوض لینے کے لئے بیقرار تھا اس فوج کے ہمراہ گیا۔ زریق محمد کی آمد سنکر خود مقابلے کے لئے بڑھا۔ اور بمقام زاب پر دونون فوجین صف آرا ہوئین۔ ایک سخت جنگ کے بعد زریق امن طلب کرنے پر مجبور ہوا۔ مامون نے اس فتح نمایان کے صلے مین زریق کا تمام مال واسباب محمد کو عنایت کیا مگر اوسنے زریق کی اولاد کو بلاکر سب واپس دیدیا اور کہا کہ "مین اپنی طرف سے تمکو دیتا ہون"۔ محمد نے آذربیجان پہونچکر اون تمام باغیون کو بھی گرفتار کیا جو زریق کے نائب بنکر ان اضلاع پر قابض تھے۔

بابک خرمی کی بغاوت

جاویدان ایک مجوسی تھا جو ایک نئے مذہب کا بانی ہوا اور نہایت شہرت حاصل کی اوسکے مرنے پر بابک نام ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ "جاویدان کی روح میرے جسم مین آگئی ہے"۔ ۲۰۱ھ مین اوسنے بڑی قوت حاصل کر لی اور اسلامی سلطنت

کے زوال کے درپے ہوا ۲۰۶ھ میں عیسی (گورنر آذربیجان و آرمینیہ) اوسکے مقابلہ پر آمادہ ہوا مگر شکست کھائی سنہ ۲۰۹ھ میں احمد اسکافی نے حملہ کیا۔ مگر بابک کی سپاہ نے زندہ گرفتار کر لیا ۲۱۲ھ میں محمد حمید نے زریق کی سرکوبی اور بغاوت کا خاتمہ کرنے کیلئے سازوسامان سے روانہ ہوا۔ اور بڑے بڑے میدان اور دشوار گذار گھاٹیاں طے کرتا ہوا بابک کی مستقر حکومت تک پہنچ گیا۔

ہشتادسر کے آگے پہاڑوں کا ایک بڑا وسیع سلسلہ ہے۔ بابک نے یہیں ایک محفوظ اور بلند موقع پر اسنے ہیڈکوارٹر قائم کیا تھا۔ محمد نے بڑی ترتیب سے فوج کو آگے بڑھایا قلب فوج پر ابوسعید۔ اور میمنہ و میسرہ پر سعدی و عباس کو متعین کیا۔ خود عقب میں رہا کہ ہر طرف سے دیکھ بھال رکھے۔ بابک نے پہلے سے کچھ فوج کمینگاہوں میں بٹھا رکھی تھی۔ محمد کی فوج پہاڑوں میں دور تک اوپر چڑھتی چلی گئی۔ بابک کا صدر مقام بالکل قریب آگیا تھا کہ دفعۃً اوسکے رسالے کمینگاہوں سے نکلکر محمد کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور ادہر خود بابک بھی ایک جماعت کثیر لیکر بڑھا۔ محمد کا لشکر دونوں طرف کے بیچ میں آگیا اور سخت ابتری پڑ گئی۔ ابوسعید و محمد نے بہت کچھ سنبھالا مگر فوج نہ سنبھل سکی۔ محمد تنہا رہگیا اور چونکہ لڑائی کے مرکز سے دور پڑ گیا تھا۔ چاہا کہ کسی طرف نکل جائے۔ اس ارادہ سے چند قدم چلا تھا کہ سامنے سے شاہی فوج نظر آئی جسکو بابک کی فوجیں پامال کئے دیتی تھیں۔ محمد بڑی شجاعت کا جوش۔ ضبط نہ کرسکا اور اودہر پھرا۔ ایک بہادر افسر بھی اوسکے ساتھ تھا۔ دونوں بابک پر حملہ آور ہوئے۔

اور نہایت جانبازی کے ساتھ لڑکر مارے گئے - مامون الرشید سنہ ۲۱۸ھ تک زندہ رہا مگر اوسکی زندگی تک بابک کا فتنہ فرو نہ ہوا[۱] - معتصم باللہ کے عہد خلافت کا یہ ایک مشہور اور یادگار واقعہ گنا جاتا ہے کہ اوسکے سرداروں نے متعدد پُرخطر لڑائیوں کے بعد بابک کو زندہ گرفتار کیا -

فتوحات ملکی[۲]

اگرچہ مامون کا عہد حکومت شروع ہی سے خانہ جنگیوں اور بغاوتوں میں اولجھا رہا - تاہم اوسی کے وسیع حوصلوں نے فتوحات اسلامی کا دائرہ تنگ نہیں ہونے دیا - صحابہ اور بنی اُمیہ کی سی عظیم فتوحات تو دولت عباسیہ کی تاریخ میں سرے سے ناپید ہین - لیکن یہ ضرور ہے کہ اس میدان مین مامون اپنے نامور اسلاف ہرون الرشید - منصور - مہدی - سے کچھ پیچھے نہین ہے - بنو اُمیہ کے قبضہ مین صرف تلوار تھی - بخلاف اسکے دولت عباسیہ کے ایک ہاتھ مین قلم بھی تھا - اس لحاظ سے اگر اس خاندان کی ملکی فتوحات زیادہ وسیع نہ ہون تو نہ کچھ تعجب ہوسکتا ہے نہ ہم اسپر کوئی الزام عاید کرسکتے ہین عباسیون کو جس چیز نے دنیا

[۱] بابک کا ظہور سنہ ۲۰۱ھ مین ہوا اور اس لحاظ سے مناسب تھا کہ یہ عنوان "بابک کی بغاوت" اوسی سنہ کے واقعات کے ساتھ لکھا جاتا - لیکن چونکہ اوسکی بغاوت کا سلسلہ مامون کی وفات کے ساتھ بھی ختم نہین ہوا - میے اوسکو اخیر ہی مین لکھنا مناسب خیال کیا -

[۲] عموماً مورخین نے مامون کی فتوحات کو اور خلفا کی فتوحات کی طرح مختلف سنون کے ذیل میں لکھا ہے جسکی وجہ سے وہ نہایت متفرق اور پریشان ہو گئے ہین صرف علامہ ابن خلدون نے عموماً ہر خلیفہ کی فتوحات کو ایک جگہ سمیٹ کر لکھا ہے اور میںنے اوسکی تقلید کی ہے -

کی تاریخ میں زیادہ مامور کر دیا وہ اوسکے علم کی فتوحات ہیں۔ جسکا اقرار ایشیا و
یورپ دونوں کو ہے اور جسکی وجہ سے یورپ کی اوستادی کا مژدہ مصر۔ آج بھی
مسلمانوں کے دماغ کو معمل رکھا ہے سنہ ۱۹۷ھ میں ماموں کی اکثر فوجیں گو بغداد
کے محاصرے میں مصروف تھیں تاہم ممالک مشرقیہ میں اوسکی عظمت کا اثر کامیابی کے
ساتھ پھیلا جاتا تھا۔ کابل پر فوجیں بھیجیں۔ والی کابل اسلام لایا اور تاج و تخت مدینہ بھیجا۔
یہ بھی درخواست کی کہ کابل و قندہار دار الخلافہ خراسان کے اضلاع میں داخل
کر لیے جائیں اس سے پہلے بھی اسلامی فتوحات کا سیلاب ان کوہستانوں کے
بلند مقامات سے گذر گیا تھا لیکن یہ فخر ماموں ہی کی قسمت میں تھا کہ اسکے عہد میں
والی کابل اسلام لایا۔ قندھار ہیں وغیرہ سے بت پرستی قریبا معدوم ہو گئی اور
یہ ممالک ہمیشہ کے لیے علم اسلام کے سایہ میں آ گئے۔ سیکڑوں ہزاروں مسجدیں تعمیر
ہو گئیں اور توحید کی خالص آواز سے تمام دشت و جبل گونج اوٹھے۔ سندھ ایک
مدت سے ممالک اسلامیہ میں داخل تھا منصور عباسی کے زمانہ میں اوسکے عامل نے
وہاں ایک شہر بھی آباد کرایا تھا جسکا نام منصورہ رکھا تھا۔ سندھ کے گورنر ہمیشہ
ایام صدر مقام اوسی کو اختیار کرتے رہے۔ ماموں کے عہد میں موسیٰ بن یحییٰ برمکی
وہاں کا گورنر مقرر ہوا اور ایک مشرقی رئیس پر فتح حاصل کی (مروج الذہب صفحہ ۴۸)
فضل بن ماہان نے سندان فتح کیا اور ایک ہاتھی ماموں کی خدمت میں بھیجا جو اہل
عرب کے لیے ایک نادر تحفہ خیال کیا جاتا تھا فضل کے بیٹے محمد نے ستر جہاز لیکر

سکے اور میدہت پر چڑھائی کی دشمنوں کے بہت سے آدمی مارے گئے اور قالری فتح ہوا - افسوس ہے کہ ان مقامات کے اصلی نام ہم معلوم نکر سکے اسلئے معربنام پر اکتفا کی، اسی زمانہ مین ذوالریاستین - کشمیر و تبت کی طرف بڑھا - بوخان ورادر پر قبضہ کرلیا گیا - بلادترک بھی محفوظ نرہے - فاراب - شاغر - اطراز وغیرہ پر علم اسلام نصب ہوا - جغویہ خزلجی (فرمانروا ے ترک) کی اولاد اور حرم مین گرفتار ہوئین اور فرغانہ پر پھر سے اوڑاسئے گئے - اشروسنہ جو ایک مستقل حکومت ہے کاؤس وہان کا فرمانروا اسلام لایا جسکی ابتدا اسطرح ہوئی کہ کاؤس کا چھوٹا بیٹا حیدر[۵۳] ایک فوجی افسر سے ناراض ہوا اور اوسکو قتل کرادیا - یہ افسر معزز رتبہ کا آدمی تھا اور کاؤس نے اپنے بڑے بیٹے کی شادی اوسکی لڑکی سے کی تھی - حیدر نے باپ کے

[۵۱] اُردو کی بعض کم رتبہ تاریخون مین لکھا ہے کہ مامون نے خاص ہندوستان پر بھی حملہ کیا اور متعدد لڑائیون مین راجپوتون سے شکست کھا کر واپس گیا مگر کسی معتمد تاریخ مین اسکا ذکر نہین ہے فتوح البلدان مین صرف اسقدر لکھا ہی کہ فضل بن ماہان نے سندان کو فتح کیا - اور مامون کی خدمت مین ایک ہاتھی بطور یادگار فتح روانہ کیا اوسنے سندان مین ایک جامع مسجد بھی بنوائی (دیکھو کتاب مذکورہ صفحہ ۴۳۶) لیکن یہ امر خود مشتبہ ہے کہ سندان کہان ہی اور اب کس نام سے پکارا جاتا ہے - یاقوت حموی نے معقول طریقہ سے ایک مصنف کے اس خیال کو رد کیا ہی کہ وہ ہندوستان کا شہر ہے - یاقوت نے اوسکو سندہ کے حدود کے قریب خیال کیا ہے - سندان کہین ہو - مگر راجپوتون سے شکست کھانا شاید زی گڑھت ہے - گو ایک ہندو مصنف نے اپنی برا ے نام تاریخ مین اوسکا تذکرہ علانیہ کیا ہے - ۱۲

[۵۲] اسوقت تک مامون الرشید کی فوج کا لباس اور پھر پرے فاطمیون کیطرح سبز رنگ کے ہوتے تھے - ۱۲

[۵۳] غالباً یہ نام اسلام کے بعد کا ہوگا - ۱۲

خوف سے شہر چھوڑ دیا اور ماموں کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ تھوڑی سی شاہی فوج استروسنہ کی فتح کے لئے کافی ہے۔ ماموں نے احمد ابن ابی خالد کو ایک بڑا لشکر دیکر روانہ کیا۔ کاؤس نے یہ خبر سنی تو اسے بڑے بیٹے کو ترک امراء کے پاس بھیجا کہ "استروسنہ کو اسلام کے عالمگروں سے بچائیں"۔ ترکوں نے ایک جمعیت اعلیٰ سامان کردی۔ مگر اسلامی فوجوں نے اونکے پہونچنے سے پہلے استروسنہ کا فیصلہ کردیا تھا کاؤس بغداد چلاگیا اور اسلام لایا جسکے صلہ میں ماموں نے اوسکی حکومت قائم رکھی[۱] تبت کے رئیسوں میں سے بھی ایک والی ملک اسلام لایا۔ وہ ایک بت کی پرستش کیا کرتا تھا۔ جسکی ظاہری صورت سے ایک عجیب اوج وشان کا اظہار ہوتا تھا سر پر سونے کا تاج تھا جسمیں نہایت بیش قیمت زمرد یاقوت لگے تھے ایک تخت بھی جلوس کے لئے تھا اور اوس پر قیمتی دیبا کا فرش بچھا رہتا تھا۔ بادشاہ تبت جب اسلام لایا تو بت اور تخت دونوں ماموں کے پاس بھیجدیئے اور نامہ لکھا کہ "میں فلاں ابن فلاں حلقۂ اسلام میں داخل ہوا اور بت کے تخت کو جو میری گمراہی کا ایک ذریعہ تھا کعبہ پر مدرج ہونے کے لئے بھیجتا ہوں"۔ ابن ابراہیم حجبی ۲۰۱ھ میں اس تخت کو لیکر مکہ معظمہ پہونچا۔ اور حکم دیا کہ صفا و مروہ کی گذرگاہ عام میں رکھا جائے تین دن تک ایک شخص صبح شام دونوں وقت تخت پر کھڑا ہوکر باواز بلند کہتا تھا کہ "دربار والے تبت اسلام لایا اور یہ اسکے پہلے

[۱] فتوح البلدان صفحہ ۴۳۰ میں یہ پوری تفصیل مذکور ہے۔ ۱۲

معبود کا تخت ہے۔ عامتہً مسلمانون کو خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ اوسکو اسلام کی توفیق دی[1]۔

اسی سنہ مین عبداللہ بن خرداذبہ گورنر طبرستان نے ویلم پر چڑھائی کی بڑے بڑے مشہور اضلاع فتح کیے۔ والی ویلم۔ جسکا نام ابولیلی تھا زندہ گرفتار ہوا۔ طبرستان اگرچہ مدت سے ممالک اسلامیہ مین محسوب ہوتا تھا لیکن پہاڑی آبادیان ابتک شہریار و مازیار کے قبضہ حکومت مین تھین جو مجوسی النسل و مجوسی المذہب تھے عبداللہ ان اضلاع پر بڑھا۔ شہریار و مازیار دونون نے اطاعت قبول کی۔ مازیار مامون کی خدمت مین روانہ کیا گیا کہ فتح کامل کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا۔ ابودلف نے بھی دیلم کے چند مشہور قلعے مثلاً اقلیسم۔ بوجج۔ ابلام۔ انداق۔ فتح کیے[+]۔ مامون نے یورپ مین بھی نامور فتوحات کی یادگارین قایم کین جزیرہ کریٹ کو جو بحرالغرب مین واقع ہے اور جسکا دور ۲۰۶ میل سے کم نہین ہے ابوحفص اندلسی نے (مامون کا ایک فوجی افسر تھا) اسطرح

---

[1] مینے یہ تمام حالات اون فرامین سے اخذ کیے ہین جو مامون نے اس تخت و تاج کے کعبہ پر چڑھائے جانے کی نسبت لکھے تھے۔ تاج کے ساتھ یہ فرامین بھی کعبہ پر آویزان کیے گئے اور تقریباً ۲۶۲ھ تک بعینہا کعبہ مین محفوظ تھے۔ علامہ ازرقی نے ان فرمانون کو خود دیکھا تھا اور تاریخ مکہ مین اونکی پوری عبارت نقل کی ہے۔ (دیکھو کتاب مذکور صفحہ ۱۵۷)
ان فرمانون مین کشمیر و بلاد ترک کی فتوحات کا بھی مجمل تذکرہ ہے جیسا کہ مینے اس موقع پر لکھا ہے۔ افسوس ہے کہ اور کسی مورخ نے یہ واقعات نہین نقل کیے۔ فتوح البلدان مین صرف اسقدر ہے کہ مامون کے عہد مین بادشاہ کابل اسلام لایا۔

[+] دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۳۴۴۔

فتح کیا کہ پہلے ایک قلعہ پر قبضہ کیا۔ اور وہیں برسوں تک مقیم رہا۔ پھر بتدریج فتوحات حاصل کرتا گیا۔ یہاں تک کہ سنہ ۲۱۲ھ میں تو جزیرہ تسخیر کر لیا گیا۔[1]

جزیرہ صقلیہ[2] (سسلی) کی فتح سنہ ۲۱۲ھ

یہ فتح مامون کے عہد کی مشہور یادگار ہے سنہ ۲۱۲ھ میں مکمل شہنشاہ روم سے چھینا

---

[1] اکثر عربی مورخوں نے اس فتح کا تذکرہ نہیں کیا ہے مگر صاحب سیر لکھا کہ مسلمانوں نے جو مصر اور اندلس کی سرحد سے ملا ہوا ہے جزیرہ کریٹ کی فتح کو مختصر سمجھا ہے مگر دیگر مورخین نے اس سے چشم پوشی نہیں کی۔ [illegible] میں سے جیسے اس فتح کا تذکرہ صرف فتوح البلدان میں دکھا ہے اور اجمالی حالات اسی سے نقل کئے ہیں ۱۲

[2] سسلی کی فتح کا حال علاوہ عربی مورخوں کے مسٹر گبن صاحب کی ڈس اپائر سے بھی لیا ہے جو [illegible] سابق شاہان روم کی اصلی کی تعداد اسلامی سترہ ماہ کی تفصیل مسٹر گبن صاحب کے حوالہ سے لکھی ہے جزیرہ سسلی تقریباً دس ہزار میل مربع ہے سات ضلعوں پر منقسم ہے جنکے نام ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ ان شہروں کے نام جیسے اس کتاب میں لکھے ہیں وہ مشہور نام ہیں۔ ذیل کی تفریق سے انکے نام معلوم ہونگے

بلرم	Palermo	مسینا	Messina
قطانیہ	Catania	سرقوسہ	Syracusa
جرجنت	Girgenti	کلتانسا	Caltanissetta

ترپانی Trapani جو حسب مسلمانوں کے عہد میں آباد ہوا اور انکی آبادی میں اسلامی نسل نہایت کثرت سے شامل تھی۔ [illegible] کا البلدان دیکھو کہ اس قول جو حد انکا مشہور نام تھا [illegible] ہو جانے پر قوم تک [illegible] کے باشندوں میں [illegible] (دیکھو معجم البلدان حالات صقلیہ) اور اب وہاں جزیرہ میں تک [illegible] بھی محمد صلعم کے نام کا ادب کرنے والا نہیں ۱۲

نام عربی مورخ میخائیل لکھتے ہین۔ قسطنطین کو سسلی کا گورنر مقرر کیا تھا۔ قسطنطین نے فیمی نام ایک شخص کو امیر البحری کی خدمت دی۔ فیمی ایک مشہور بہادر تھا اوسنے افریقہ کے سواحل پر فتوحات نمایان حاصل کین لیکن اس جرم پر کہ ایک پارسا عورت کو عبادتگاہ سے بھگا لایا۔ شاہنشاہ نے حکم بھیجا کہ اوسکی زبان کاٹ ڈالین۔ فیمی اس وحشیانہ سزا کا متحمل نہوا اور علانیہ بغاوت ظاہر کی۔ جزیرہ کے ایک مشہور شہر سرقوسہ پر قبضہ کرلیا اور اپنی قوت کو ترقی دیتا گیا۔ قسطنطین نے سرقوسہ پر حملہ کیا مگر شکست کھائی۔ اور قطانیہ مین پناہ گزین ہونا پڑا۔ فیمی نے قطانیہ پر چڑہائی کی۔ قسطنطین گرفتار ہوا اور مارڈالا گیا۔ اب تمام جزیرہ مین فیمی کی مستقل حکومت قایم ہوگئی۔ سرقوسہ کو پایۂ تخت قرار دیا۔ اور اضلاع پر عمال و نائب مقرر کرکے بھیجے۔ دشمنون مین سے کوئی شخص اوسکا حریف مقابل نہ تھا۔ مگر بدقسمتی سے خود اوسکا ایک عزیز جسکا نام بلاطہ تھا مخالف ہوگیا اور اپنے بھائی کی مدد سے سرقوسہ پر حملہ آور ہوا فیمی نے شکست فاش کھائی اور مجبور ہوکر زیادۃ اللہ کو جو مامون کی طرف سے افریقہ کا گورنر تھا خط لکھا کہ "اسلامی فوج اس موقع پر اگر میری آبرو رکھ لے تو اوسکے صلے مین سسلی کا جزیرہ نذر کرتا ہون" - زیادۃ اللہ نے ربیع الاول ۲۱۲ھ مین سو جنگی جہاز جنمین سات سو سوار اور دس ہزار پیادے تھے فیمی کی اعانت کو بھیجے۔ فوج کے سپہ سالار اسد بن فرات تھے جو مشہور محدث اور امام مالک کے شاگرد رشید تھے سسلی پہونچکر اسلامی فوج نے جسکی طرف رخ کیا وہ بلاطہ تھا۔ جسنے فیمی کو شکست دیکر سرقوسہ سے

نکال دیا تھا۔ دونوں فوجیں نہایت جوش سے ایک دوسری پر حملہ آور ہوئیں۔ تھیمی اس
معرکہ میں موجود تھا مگر مسلمانوں نے اس چال سے اسکو الگ کر دیا کہ تھیمی فتح
میں غیر قوم کا کوئی شخص شریک نہ ہو، وہ فتح کے مستحق نہیں ہیں۔ جنگ کا خاتمہ بلاطہ کی
شکست پر ہوا۔ اب اسد کی فتوحات کا کوئی سد راہ نہیں رہا۔ جسطرف گذرا فتح و
ظفر نے خود آگے بڑھکر اسکا استقبال کیا۔ اس جزیرہ میں کرات ایک مشہور قلعہ تھا اور
چونکہ اسد کے ڈر سے جزیرے کے لوگ ہر طرف سے آکر وہاں جمع ہو گئے تھے وہ
ایک محفوظ مقام بنگیا تھا۔ اسد نے اوسپر حملہ کرنا چاہا مگر قلعہ والوں نے فریب سے یہ ظاہر
کیا کہ "ہم جزیہ دینے پر راضی ہیں" ادھر تھیمی نے مخفی طور سے اہل قلعہ کو لکھا کہ
مسلمان قصد کرنے پائیں۔ اسد نے جزیہ قبول کیا اور اونکی یہ شرط بھی منظور کر لی کہ
اسلامی فوج قلعہ کی حد سے دور ٹھہر گئی۔ فرصت پاکر اہل قلعہ نے بڑی قوت سے
جنگ کے سامان بہم پہونچا لئے اور جزیہ دینے سے انکار کر دیا۔ اسد نے بڑے جوش سے
دشمن کا پیغام سنا اور دفعتاً تمام جزیرہ میں فوجیں پھیلا دیں۔ سرقوسہ کا ہر طرف سے
محاصرہ کر لیا۔ عین موقع پر افریقیہ سے امدادی لشکر بھی پہونچ گیا اور قریب تھا کہ اس شہر پر
اسلامی پھریرا اوڑایا جائے۔ لیکن بلاطہ کا بھائی میکل ایک فوج کثیر کے ساتھ آپہونچا
اور اسلامی فوج خود محاصرے میں آگئی۔ اسد نے حفاظت کے لئے خندق تیار کرائی
اور اس سے کچھ فاصلہ پر بہت سے گڑھے کھدوائے اور اوپر گھاس پھوس بچھوادی۔ میکل
کی فوج نے بڑے جوش سے حملہ کیا مگر جسقدر آگے بڑھی اونہی لاشوں سے گڑھوں کو

بھرتی گئی - یہ مہم تو سر ہوئی لیکن سنہ ۲۱۳ھ مین ایک عام وبا پھیلی اور اسلامی فوج کا بڑا حصّہ تباہ ہوگیا۔ سپہ سالار اسد بھی بیمار ہوا اور مرگیا - رہی سہی فوج کی کمان محمد بن ابی الجواری نے لی - اسی اثنا مین قسطنطنیہ سے بادشاہ روم کا جنگی جہاز پہونچا - مسلمانون نے سسلی سے ہاتھ اوٹھایا اور چاہا کہ افریقہ کو واپس چلے جائین - لیکن رومی فوجون نے تمام راستے روک لئے مایوسی نے مسلمانون کو مرنے پر آمادہ کیا - اونہون نے اپنے جہازات خود جلا دیئے اور جانبازی کے ساتھ تمام جزیرہ مین پھیل پڑے - مینا کا محاصرہ کیا اور تین دن مین قلعہ چھین لیا - جرجنت پر بھی خفیف مقابلے کے بعد قابض ہوگئے قصر یانہ کا محاصرہ ہوا - اس معرکہ مین فیمی بھی مسلمانون کے ساتھ تھا - قصر یانہ والون نے فیمی سے اپنی قدیم اطاعت کا اظہار کیا اور کہا کہ تخت حکومت حضور کا منتظر ہے - فیمی اس فریب مین آگیا اور آخر اونکے ہاتھ سے قتل ہوا - اسی اثنا مین روم سے ایک بیشمار لشکر پہونچا اور قصر یانہ والون کا مددگار ہوا تاہم میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا - رومی فوج زیادہ تر برباد ہوئی اور جسقدر رہگئی وہ قصر یانہ مین محصور ہوئی - ان متواتر فتوحات نے مسلمانون کے حوصلہ اور جوش انتقام دونون کو اعتدال سے زیادہ بڑہا دیا - فتوحات کے بجاے غارتگری پر جھکے فوج کے متعدد ٹکڑے ہوے اور جسنے جدہر موقع پایا لوٹ مار شروع کردی رومیون نے یہ دیکھکر کہ اونکی طاقت یکجائی نہین رہی ہر طرف اونپر حملے کئے اور پے در پے شکستین دین - ایک لڑائی مین اسلامی فوج کے کم و بیش ہزار سوار و پیادے کام آے - اب رومیون نے چارون طرف سے گھیر لیا - اور رسد تک بند

کردی۔ مسلمانوں نے چاہا کہ کشتیوں پر ما کر نکل جائیں۔ مگر ناکامی ہوئی رومی پہلے جہاز
پا چکے تھے اور اسے خیموں کو چھوڑ کر ادھر اودھر پھیل گئے تھے یہ مسلمان اونکے پڑاؤ کو
سمجھے تو خیمے بالکل خالی پائے۔ واپس آنا چاہا تو رومیوں کے حصار میں تھے مجبور ہو کر
لڑنا پڑا۔ مگر اکثر قتل ہوئے اور جو بچ رہے وہ بھاگ کر مینا میں محصور ہوئے۔ لیکن اس
سختی سے گھرے کہ کتّا بلی تک مار کر کھا گئے۔

اس مایوسی میں ایک غیبی مدد نے اونکو مرنے سے بچا لیا۔ اسپین کے۔ اسلامی
جہازات ہمیشہ سے جزیروں اور نو آبادیوں کی تلاش میں سمندر کے ہر حصہ میں پھرتے رہتے تھے۔
اتفاق سے ایک بیڑہ جہازات ادھر آنکلا ساتھ ہی افریقہ سے بھی بہت سے جنگی جہاز مدد
کو آگئے۔ ان سب جہازوں کا شمار قریب تین سو تھا۔ رومیوں نے فتح کا خیال چھوڑ دیا اور
محاصرے سے دست بردار ہو گئے۔ مسلمان محاصرے سے چھوٹے تو اسلام کے جوش
میں لبریز تھے شہر پلرم اونکے حملوں کا پہلا آماجگاہ ہوا اور ۲۱۶ھ میں بالکل فتح کر لیا گیا۔
۲۱۹ھ میں اور اوسکے بعد سسلی کے بڑے بڑے شہر فتح ہوئے مگر چونکہ ماموں کی باقی
زندگی اس سے پہلے ختم ہو گئی۔ ہم ان فتوحات کا ذکر نہیں کرتے

روم[1] پر حملے

یہ حملے اس لحاظ سے زیادہ دلچسپی کے قابل ہیں کہ ان میں ماموں خود بذات خاص

[1] یاد رکھنا چاہئے کہ عربی قدیم مورخ روم کے لفظ سے ایشیائے کوچک مراد لیتے ہیں۔ یہاں بھی یہی مقصود ہے۔ ان شہروں کے نام ان فتوحات میں لئے گئے ہیں۔ اونکو ایشیائے کوچک کے جغرافیہ میں ڈھونڈھنا چاہئے ناظرین اگر اس نکتہ سے واقف نہ ہوں گے تو اٹلی۔ یا قسطنطنیہ کی جانب حملے سمجھیں گے کیونکہ اب روم کے لفظ سے یہی معنی مراد ہوتے ہیں

شریک تھا اور سچ یہ ہے کہ اگر ان لڑائیون مین اوسکی دلیری اور شجاعت کے جوہر ظاہر نہوتے تو وہ مورخین کے قلم سے صرف شاعر یا صاحب القلم کا لقب پاتا لیکن اِن فتوحات کی سند پر عام مورخین مان گئے ہین کہ وہ تیغ وقلم دونون کا مالک تھا۔

جمادی الاولیٰ ۲۱۵ھ مین روم پر حملہ آور ہوا۔ روم کی سرحد کے قریب پہونچا تو بادشاہ روم کے قاصد صلح کی درخواست لیکر آئے اور یہ شرطین پیش کین۔

(۱) دارالخلافۃ سے یہانتک آنے مین جو کچھ صرف ہوا ہے۔ ہم ادا کردین گے۔

(۲) جسقدر مسلمان ہمارے ملک مین مدتون سے قید ہین بغیر کسی عوض کے سب رہا کردیئے جائینگے (۳) اسلامی شہرون مین سے جو شہر روم کے اگلے حملون مین برباد ہوئے ہین ہم اپنے صرف سے اونکی مرمت کردینگے۔ اُن تین شرطون مین جو پسند ہو ہم اوسپر راضی ہین جسکے عوض مین ہم صرف یہ چاہتے ہین کہ آپ دارالخلافۃ کو واپس جائین۔

مامون نے دو رکعت نماز پڑھی اور خود دیر تک سوچتا رہا کہ کون پہلو اختیار کرے مگر اوسکی بلند حوصلگی نے یہی رائے دی کہ یہ سب شرطین "فتح" سے کم قیمت ہین۔ اوسنے قاصدون کو بلاکر کہا کہ "پہلی شرط کی نسبت مین حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح تمسے کہتا ہون کہ "تم اپنا تحفہ اپنے پاس رکھو"۔ دوسری شرط بھی بے سود ہے۔ کیونکہ جو مسلمان تمھارے ہان قید ہین اگر وہ دین کے لئے لڑنے گئے تھے تو قید اونکے لئے مایۂ فخر ہے اور اگر اونکا مقصد دنیا حاصل کرنا تھا۔ تو وہ قید ہی کے مستحق ہین۔ تیسری شرط بھی مین منظور نہین کرسکتا۔ قید ہوتے وقت جس مسلمان عورت نے "ہاے محمدؐ" کہکر پکارا

ہوگا۔ میں اوسکی اس دردناک آواز کو روم کے بڑے سے بڑے قلعہ کے عوض میں بھی نہیں بیچ سکتا۔"[۵۱]

بڑے ساز و سامان سے لڑتا ہوا روم کی حدود حکومت میں پہنچ گیا۔ قلعہ قرۃ کا محاصرہ کیا اور ۲۶ جمادی الاولیٰ کو فتح کے بعد برباد کر دیا۔ قلعہ ماجدۃ کے لوگوں نے خود اطاعت قبول کی۔ قلعہ سنان لڑ کر فتح ہوا۔ اشناس اپنے غلام کو قلعہ سندس پر بھیجا جو فتح کے ساتھ مالک قلعہ کو بھی گرفتار کر کے ساتھ لایا۔ اسی طرح یحییٰ و جعفر نے جو مامون کے مختار افسروں میں تھے قلعہ سناد پر فتح کے پھریرے اڑائے۔

مامون ہاشمی کا سپاہیوں کے ساتھ دمشق کو واپس آیا۔ مگر ۲۱۶ھ میں یہ خبر سنکر کہ بادشاہ روم نے طرسوس و مصیصہ پہنچکر نہایت بیرحمی سے دو ہزار مسلمان قتل کرا دیے۔ بڑے جوش و حشمت کے ساتھ پھر روم پر چڑھائی کی۔ خود ہر قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور عباس اپنے بیٹے اور ابواسحق معتصم اپنے بھائی سے کہا کہ "تمہارے حوصلوں اور بہادری کے لئے دشمن کا ملک وسیع جولانگاہ ہے۔ فتوحات کے لیے جسقدر ملک چاہو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔" ابواسحق نے کم میں تیس نامور قلعے فتح کیے۔ جسمیں حرہ قلعہ نہایت مشہور اور نامی قلعہ تھا اور بارہ قلعوں پر مشتمل تھا۔ ابواسحق نے اس قلعہ کو بالکل برباد کر دیا اور آگ لگادی۔ عباس الطیبو۔ قلعہ احرب۔ قلعہ حسین کو فتح کرتا ہوا خود بادشاہ روم پر حملہ آور ہوا اور نہایت سخت پرخطر جنگ کے بعد حریف کو شکست فاش دیکر بیشمار غنیمت

۵۱؎ یہ تفصیل حسب مروج الذہب مسعودی سے لی گئی ہے۔

کے ساتھ واپس آیا۔
۲۱۷ھ میں بادشاہ روم نے صلح کی درخواست کی مگر اتنی گستاخی پر کہ خط میں اپنا نام پہلے لکھا تھا۔ مامون غصہ سے بیتاب ہو گیا۔ اور انتقام کے فراموش شدہ حوصلے پھر تازہ ہو گئے۔ بڑے ساز و سامان سے روانہ ہوا۔ ممالک محروسہ میں فرامین بھیجے کہ ہر شہر سے اسلام کے حوصلہ مند جہاد پر کمر بستہ ہوں اور روم کی طرف رُخ کریں۔
اِس زمانہ میں روم کا سب سے نامی قلعہ۔ لولوۃ تھا۔ جو ہر قلعہ کی گذشتہ عظمت کا ہمسر گنا جاتا تھا۔ مامون نے پہلے اوسکا محاصرہ کیا۔ اور جب متواتر حملوں کے بعد کچھ کامیابی نہ حاصل ہوئی تو حکم دیا کہ قلعہ کے سامنے کچھ دور ہٹ کر دو نئے قلعے طیار کئے جائیں۔ غیر ملک میں اس حکم کی فوراً تعمیل ہونے سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسلامی فوج اپنے پاس کیا سر و سامان رکھتی ہوگی۔ ان دونوں قلعوں میں سے ایک پر جبلہ اور دوسری پر ابواسحٰق معتصم کو متعین کیا اور عام افسری عجیف کو دی۔ خود ایک دوسرے قلعہ کے فتح کرنے کو بڑھا جسکا نام سانفوس تھا۔ عجیف دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا اور پورے ایک مہینے اس عذاب میں گرفتار رہا۔ بادشاہ روم خود قلعہ لولوۃ تک آیا مگر جبلہ و ابواسحٰق اپنے قلعوں سے نکلکر نہایت دلیری سے مقابل ہوئے۔ اور شاہ روم کے فوجی سامان بالکل لوٹ لئے لولوۃ والے یہ دیکھکر کہ خود اونکا بڑا شہنشاہ اسلامی تلواروں کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ ہمت ہار گئے۔ اور عجیف کو اس درخواست کے ساتھ رہا کر دیا کہ "ہم کو تمھارے صدقے امن ملجائے"۔ مامون نے اونکی درخواست قبول کی۔ اور یادگار فتح کے طور پر وہاں

بہت سے مسلمان آباد کرائے

حدود روم کے قریب طوانہ جو ایک معمولی قصبہ تھا سنہ ۲۱۸ھ میں مامون نے حکم دیا کہ وہاں ایک شہر بسایا جائے۔

شہزادہ عباس تعمیر پر مامور ہوا۔ شہر سے تین فرسنگ کے فاصلہ پر شہر پناہ طیار کیا گیا جس میں چار دروازے تھے اور ہر دروازہ پر ایک مستحکم قلعہ تھا۔

فرامین صادر ہوئے کہ ہر شہر سے ایک خاص تعداد میں آدمی آباد ہونے کے لئے بھیجی جائے[۱]۔

جنگی تنخواہیں اس طرح سے مقرر ہوئیں سوار۔ سو درہم۔ پیادہ چالیس درہم۔

مامون کی وفات - ۱۸ - رجب ۲۱۸ ہجری

اسوقت مامون نے زندگی کے کل ۴۸ مرحلے طے کئے ہیں۔ مامون کا ابتدائی زمانہ زیادہ تر بغاوتوں اور خانہ جنگیوں کی نذر ہو گیا۔ ان جھگڑوں سے نجات پا کر جب اس نے سلطنت اپنے خاص اپنے ہاتھ میں لی۔ اور یہی دن تھے کہ وہ اپنے حوصلوں کو پوری آزادی دیتا اور وہ کر دکھاتا جو اسلام کے گذشتہ ناموروں نے کر دکھایا تھا۔ بلاد روم کے حملے اوسکی بہادری کی ابتدائی بارگاہ ہیں۔ تاہم اس میدان میں وہ اپنے اسلاف سے ایک قدم پیچھے نہیں ہے۔ یادگار فتوحات حاصل کرتے رہے ایک وہیں اطراف میں موجود ہے۔ اور بڑا ارادہ اس خواہش میں سرگرم ہو کہ سلطنت روم کی قوت کا بالکل استیصال کر دے خاص قسطنطنیہ پر

[۱] مامون کے سوانح گو ان جلدوں تواریخ ابن الاثیر سے کسیقدر تفصیل سے لکھی ہیں لیکن طبری اور ابن خلدون وغیرہ میں زیادہ تفصیل کے ساتھ ان کا سلسلہ وار اتفاق عمواً درج ہے ۔ پڑھا ہوا ہے ۱۲

حملہ کرنے کا وہ قطعی ارادہ کر چکا تھا۔ لیکن زمانہ نے کسکی سب آرزوئین پوری ہونے دی ہین؟ بہت سے پُر فخر خیالات اوسکے دل مین پھر رہے ہین۔ مگر افسوس ہی کہ موت نے یہ پیغام سُنا کر سب کو مٹا دیا کہ "اب میری حکومت ہے"۔

ایکدن وہ اپنے بھائی معتصم کے ساتھ نہر بذندون کی سیر کو نکلا۔ پانی نہایت صاف تھا۔ اور چمکتی ہوئی لہرون کی حرکت عجیب دلفریب سمان دکھا رہی تھی مامون معتصم۔ دونون ایک کنارے۔ زمین پر بیٹھ گئے۔ اور پانی مین پاؤن لٹکا دیے۔ سعد قاری۔ مامون کا خاص ندیم بھی اس موقع پر موجود تھا۔ مامون نے اوسکی طرف مخاطب ہوکے کہا۔ کیون سعد۔ ایسا سرد۔ اور صاف پانی تمنے کبھی دیکھا ہی؟ (سعد۔ تھوڑا سا پانی پیکر) حقیقت مین بے نظیر ہی۔ (مامون) "اس پانی پر غذا کیا ہو؟" (سعد) حضور خود اس سوال کا جواب عمدہ دیسکتے ہین۔ (مامون) ازاذکی کھجورین۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ گھوڑون کی ٹاپون کی آواز سُنائی دی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ ڈاک ہے۔ اس حسن اتفاق پر سب کو حیرت ہوئی کہ سرکاری کاغذات کے علاوہ مامون کی فرمائش بھی۔ ڈاک کے ساتھ تھی۔ سب نے بڑے شوق سے کھایا اور نہر کا سرد پانی نوشجان کیا لیکن اوٹھے تو حرارت محسوس ہوئی۔ قیامگاہ پہونچکر۔ ۱۳۔ جمادی الثانی۔ مامون کو سخت بخار چڑھا اور اسی عارضہ مین انتقال کیا۔

مرنے سے چند روز پہلے جب زیست سے بالکل مایوسی ہوگئی۔ تو تمام ممالک مین فرامین روانہ کیے جنکا عنوان یہ تھا "امیر المومنین۔ مامون اور اوسکے بھائی ابو اسحق کی طرف سے" شہزادہ عباس۔ بھی اگرچہ اس سفر مین ساتھ تھا۔ اور اگر اوسکو ولیعہدی کا دعوی ہوتا تو ناموزون

سعی رہا تھا لیکن مامون کی فیاض دلی بہت بڑی تھی - یہ مثال تھی اوسنے اپنے بیٹے عباس
کو چھوڑکر اپنے بھائی ابو اسحق کو انتخاب کیا - حالانکہ خود ہارون الرشید اسی بدگمانی میں
اوسکو خلافت کے آیندہ استحقاق سے بالکل محروم کرچکا تھا -

اس کام سے مامون نے صرف اپنی فیاض دلی نہیں ثابت کی - بلکہ یہ انتخاب اوسکے
صائب الرائے ہونے کا بھی ایک کافی ثبوت تھا یہی ابو اسحق ہیں جو معتصم باللہ کے لقب سے مشہور ہیں
اور اوسکے عظیم الشان کارناموں کے یاد دلانے کے لئے صرف اوسکا نام لینا کافی ہے - مامون
نے مرنے سے دو ایک دن پہلے تمام افسران فوج علما فقہا خاندان شاہی کو جمع کیا اور نہایت موثر لفظوں میں
وصیت کی جسکا مختصر مضمون یہ تھا "مجھکو اپنے گناہوں کا اقرار ہے - اور بیم و امید دونوں مجھپر طاری
ہو رہے ہیں - لیکن جب میں خدا کے عفو کا خیال کرتا ہوں تو امید کا پلہ گراں ہو جاتا ہے - جب میں
مر جاؤں تو مجھکو اچھی طرح سے غسل دو - اور دو سو کر اکفن کتنا ہی اچھا ہو - پھر خدا کی حمد پڑھتے
مجھکو تابوت پر لٹاؤ اور تدفین میں جہانتک ممکن ہو جلدی کرو جو شخص کہ میرا سب اقرب رشتہ میں -
سب سے زیادہ قریب ہو وہ نماز پڑھائے نماز میں تکبیر پانچ بار کہی جائے - قبر میں وہ شخص اوتارے
جو سب میں قریب تر ہو اور مجھسے بہت محبت رکھتا ہو قبر میں میرا چہرہ قبلہ کی طرف ہے اور سر اور
پاؤں پر سے کفن ہٹا دیا جائے - پھر قبر کو برابر کر کے لوگ چلے آئیں - اور مجھکو میرے اعمال
کے ہاتھ میں چھوڑ دیں - کیونکہ تم سب لوگ ملکر بھی نہ مجھکو کچھ آرام پہونچا سکتے ہو نہ مجھسے کوئی
تکلیف دفع کر سکتے ہو - ہو سکے تو بھلائی سے میرا نام لو - ورنہ چپ رہو کیونکہ برا کہنے سے ۲۹
تمکو بھی مواخذہ ہوگا - مجھپر کوئی شخص چلا کر نہ روئے - شاید میں بھی اوسکے ساتھ

مواخذہ مین آوین -

تعریف کے قابل صرف خدا کی ذات ہے جسنے سب کی قسمت مین مرنا لکھدیا - اور تنہا مین آپ یگانہ رہا - دیکھو مین کس اوج کا تاجدار تھا لیکن حکم آلہی کے سامنے کچھ زور نہ چل سکا - بلکہ حکومت نے میری آیندہ زندگی اور پر خطر کردی - اے کاش عبداللہ (مامون کا اصلی نام ہے) نہ پیدا ہوتا - اے ابواسحق - میرے سامنے آ اور میرے حال سے عبرت پذیر ہو - خدا نے خلافت کا طوق تیری گردن مین ڈالا ہی سمجھو اوس شخص کی طرح - رہنا چاہیے جو مواخذہ آلہی - سے ہر وقت ڈرتا رہتا ہے رعایا کی بھلائی کا جو کام پیش آے اوسکو سب کامون پر مقدم رکھنا - زبردست - عاجزون کو ستانے نہ پائین ضعیفون سے ہمیشہ - محبت اور آشتی سے پیش آنا " جو لوگ تمھارے ساتھ ہین - اونکی خطاؤن سے اغماض کرنا اور سب کے روزینے اور تنخواہین - برقرار ہین " - اسکے بعد اوسنے قرآن مجید کی چند آیتین پڑھی تھین - کہ غش سا آگیا - حاضرین مین سے کسی نے کلمۂ توحید کی تلقین کی - ایک نصرانی حکیم جسکا نام ابن ماسویہ تھا اس بات پر متعجب ہوا اور حقارت سے کہا کہ " اپنی ہدایت رہنے دو - اسوقت مامون کے نزدیک خدا - اور مانی - دونون یکسان ہین " - مامون اس آواز سے دفعۃً چونک پڑا اور اسقدر غضبناک ہوا کہ اوسکے تمام اعضا تھرانے لگے - چہرہ اور آنکھین بالکل سرخ ہوگئین - ہاتھ بڑھا کر چاہا کہ ابن ماسویہ کو پکڑ لے اور اس بدگمانی کی پوری سزا دے مگر - اعضا - قابو - مین نہ تھے - موںھ سے کچھ کہنا چاہا - زبان نے یاری - نہ دی - نہایت حسرت سے آسمان کی طرف دیکھا - آنکھون مین آنسو بھر آئے - اسی حالت مین خدا

سے اوسکی زبان کھولدی - وہ خدا کی طرف مخاطب ہوا اور کہا - "اے وہ جسکی سلطنت کبھی نہ زائل ہوگی - اوسپر رحم کر جسکی سلطنت زائل ہو رہی ہو" اسی حد در اوسکے نفس ایس سے دنیا کو الوداع کہا اور خدا کے سایۂ رحمت میں چلیگیا۔ مصرعہ
"کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے" انا للہ وانا الیہ راجعون -

عباس - اور ابواسحق معتصم - اوسکا لاشہ طرسوس لیگئے - اور خاقان کے مکان میں جو ہرون الرشید کا خادم خاص تھا دفن کیا مورخین اس بات کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - کہ مامون جو باپ کا سب سے زیادہ لاڈلا تھا - اوسکی قبر ہرون الرشید کے مدفن سے - جو طوس میں ہے - بعد المشرقین کا فاصلہ رکھتی ہی -

مامون کا حُلیہ

رنگ سپید سُرخی مائل تھا - آنکھیں بڑی تھیں - ڈاڑھی لمبی مگر پتلی تھی پیشانی تنگ اور چہرہ پر ایک تل تھا - موزوں اندام - اور خوشرو تھا -

مامون کی اولاد ذکور

محمد اکبر محمد اصغر عباس علی حسن اسمٰعیل فضل موسیٰ ابراہیم یعقوب حسین سلیمان جعفر اسحق احمد ہرون عیسیٰ -

---

ؔ یہ مرنے کے بعض حالات جیسے مروج الذہب مسعودی سے لئے ہیں - ۱۲

هو المستعان

المامون

کا

حصّہ دوم

از تالیفات جناب مولانا محمد شبلی صاحب نعمانی پروفیسر

مدرسۃ العلوم علیگڈھ

در مطبع مفید عام آگرہ طبع شد

سنہ ۱۳۱۰ھ



تمہید

ہماری تاریخ کا پہلا حصہ گو نہایت معتمد اور مستند تاریخوں سے ماخوذ ہے اور اس اعتبار سے وہ ۔ اون تمام تاریخوں کا ایسا جامع انتخاب ہے جس سے بڑھکر نہیں ہو سکتا تاہم وہ **مامون** کے عہد سلطنت کی یک رخی تصویر ہے جسمیں چند معمولی واقعات اور باہمی خانہ جنگیوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا ۔ پولیٹیکل انتظامات اور قوانین ملکی کا ایک طرف **مامون** کے سوشیل حالات ۔ کا خط و خال بھی اوسمیں دکھائی نہیں دیا ۔ اسلیئے ضرور ہے کہ اپنے رہنما مورخوں کے نقش قدم کو چھوڑکر ہم خود دلیل راہ بنیں اور ناظرین کو وہ مرقع دکھائیں جسمیں ۔ وہ مامون کو جس رنگ میں دیکھنا چاہیں ۔

دیکھ سکیں - تمام خلفا و سلاطین کی فہرست میں مامون جامعیت کی حیثیت سے ایک خاص امتیاز رکھتا ہے - ادب - حدیث - فقہ - ایام العرب - شاعری - انساب - فلسفہ - ریاضی - جس فن کی بزم میں جاؤ گے وہ صدر نشین نظر آئیگا - اوسکی دلیرانہ فتوحات نے دنیا کے ممتاز حصّوں میں اپنی نامور اور محسوس یادگاریں چھوڑی ہیں -

بہادری کے معرکوں میں اوسکی تیز دستیاں دیکھکر یقین نہیں آسکتا کہ ان ہاتھوں نے تلوار کے سوا کبھی قلم بھی چھوا ہے - اوسکے ذاتی اخلاق بھی ایسے پاک اور برگزیدہ ہیں کہ سلاطین تو کیا - فقرا اور درویشوں میں بھی دو ہی چار ایسے فرشتہ خو گذرے ہونگے - تواضع - حلم - عفو - فیاضی - دریادلی - بلند ہمتی - دلیری - فرزانگی کوئی ایسی صفت نہیں جو قدرت نے اوس سے دریغ رکھی ہو - ان سب خوبیوں کے ساتھ شخصی حکومت کے اقتدار میں بعض ایسی بے اعتدالیاں بھی اوس سے سرزد ہوگئی ہیں جنکے خیال کرنے سے دل کانپ جاتا ہے - اور دفعتاً اوسکی تمام خوبیاں آنکھوں سے چھپ جاتی ہیں - تاہم مجموعی حیثیت سے اسلامی ہیروز (نامور لوگ) میں وہ ایک نامور ہیرو ہے - اور ظلم ہے - اگر ایسے بے نظیر شخص کو بقاے دوام کے دربار میں پیش کرنے کے وقت ہم بھی عام نقیبوں کی طرح چند معمولی الفاظ پر اکتفا کر جائیں -

افسوس ہے کہ ملکی نظم و نسق کے متعلق ہماری واقفیت بھی محدود ہے جسکا الزام ہماری

قلت لٹریچر اگر پاس ادب ہو تو قدیم مورخوں پر ہوگا - جو آیندہ نسلوں کے تاریخی مذاق کا اندازہ نہ کرسکے - دوسری قسم کے حالات کے لئے بھی گو مجھکو ہزاروں ورق اولٹنے پڑے ہیں لیکن جو سرمایہ جمع ہوگیا ہے میں اوسکو ہر حال کافی خیال کرتا ہوں اور قدما کا مشکور ہوں کہ جو کچھ ہے انہیں کا ہے -

اگرچہ یہ حضرات ریزہ چینی اور مختلف ریگستان اور گمنام موقعوں سے - پتہ لگانے کی محنت پھر بھی میرے لئے چھوڑ گئے -

اس حصہ کے آغاز پر بغداد کا پرا ترنام زیادہ موزوں ہوگا جو ایک مدت تک نہ صرف عباسیوں کا بلکہ عموماً اسلامی جاہ و جلال کا مرکز رہا ہے -

مامون - اگرچہ ابتدائی زمانہ میں خراسان کا بادشاہ کہلایا - اور اسی بنا پر بعض یورپین مورخوں نے اوسکی نسبت اس بات میں بہت غلطی کی ہے لیکن امتداد زمانہ اور استقلال خلافت - دونوں حیثیت سے اوسکا دار الخلافہ بغداد کہا جاسکتا ہے - نہ خراسان - اسلئے پہلے مختصر طور پر ہم اس مشہور شہر کا حال لکھتے ہیں -

بغداد

بغداد[1] کی جسنے بنیاد ڈالی - وہ مامون الرشید کا پردادا **ابو جعفر منصور** تھا - منصور اگرچہ خاندان عباسیہ کا دوسرا ہی خلیفہ تھا اور سنہ ۱۳۷ھ میں تخت نشین ہوا تھا - تاہم سلطنت کو وسعت - اور استحکام - دونوں لحاظ سے اب ایک مستقل

[1] بغداد کے متعلق جو کچھ لکھا وہ مرآۃ البلدان ناصری سے لکھا ہے کہیں کہیں دوسری کتابوں سے کچھ حالات اضافہ کئے ہیں اور وہاں اوسکے خاص حوالے دیدئے گئے ہیں -

پایۂ تخت کی ضرورت تھی - منصور نے کوفہ کے نواح مین ایک عارضی مقام ہاشمیہ اختیار کیا تھا لیکن فرقۂ راوندیہ کی بغاوت اور اہل کوفہ کی مشہور بیوفائی نے کوفہ سے اوسکا دل پھیر دیا تھا - نہایت جستجو اور کوشش اور بہت سے اہل الرائے کے مشورہ کے بعد اوسنے وہ مختصر آبادی انتخاب کی جو کسی زمانہ مین نوشیروان عادل کے انصاف سے منسوب تھی اور اب مختصر ہو ہوا کر بغداد[1] کے نام سے پکاری جاتی تھی -

یہ انتخاب ہر لحاظ سے موزون تھا - اوسکے دونون طرف چار نہایت آباد اور زرخیز صوبے تھے دجلہ (ٹیگرس) اور فرات کے متصل ہونے کی وجہ سے ہندوستان - بصرہ - واسط - مغرب - شام - مصر - آذربیجان - دیار بکر - وغیرہ کا مشترک تجارتگاہ ہوسکتا تھا - آب و ہوا بھی نہایت معتدل - اور قریباً ہر مزاج کے مناسب تھی - پولٹیکل مصلحتون کے خیال سے بھی نہایت مناسب مقام تھا - بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ تمام ممالک اسلامیہ مین لاجواب تھا - نہ تو بالکل عرب کی ناف مین تھا جہان شاہانہ جاہ و حشم اور شخصی حکومت اپنا زور نہین دکھا سکتی - نہ اسقدر دور تھا - کہ عرب کی قوت دائرہ سے بالکل فائدہ نہ اوٹھا سکے - اِن حیثیتون مین اگر اور کوئی اسلامی شہر اوسکا ہمسر ہوسکتا تو صرف دمشق تھا - لیکن وہان کی آب و ہوا مین مروانی حکومت کا زہر آلود اثر اب بھی موجود تھا - منصور کو سخالت کے صفت

[1] بغداد کی وجہ تسمیہ مین یہ روایت - غالباً زیادہ اعتبار کے قابل ہے کہ اوسکے قریب نوشیروان کا ایک باغ تھا جہان بیٹھکر وہ مقدمات فیصل کرتا تھا اور اسیوجہ سے وہ باغ داد یعنی انصاف کا باغ مشہور ہوگیا - ۱۲

میں یکتا مانا جاتا تھا۔ لیکن ہمیں دار الحلافت کے شوق میں اوسکی چھت سے بیرونی
ملتا لیا قیمت مناسب دیکرا موں سے تعداد کی کل زمین ول لی۱ عراق مصر
شام۔ موصل۔ کوہستان۔ کوفہ۔ واسط۔ سے بڑے بڑے مشہور کاریگر
جمع بلائے

۲۱۵ھ میں جو اسے ہاتھ سے یادگار پتھر رکھا۔ اورادسوقت قرآن مجید کی یہ
آیت پڑھی ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہٖ یعنی زمین کل خدا کی
ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے عنایت کرتا ہے۔ حیدر یاشی ان عالم
معین کیئے کہ تمام میں اصول مذہبی کے لحاظ سے طلیار ہوں۔ امام ابو حنیفہ صاحب
کو اس جرم پر کہ وہ منصب قضا کے قبول کرنیکی نسبت منصور کے اصرار کو بار بار
نہایت آزادی سے رد کرچکے تھے۱ تحت سزا کی کل کام دیا۔ جسکو امام صاحب نے
قضا کے برخلاف کم کے تا نا یں عنایت ہونی سے قبول کیا۔ میاد کیے سے پاس
ہاتھ جوڑی رکھی گئی لیکن سطح خاک کی ا کہ صرف میں ہاتھ کا عرض کا ای سمجھا گیا
کہتے ہیں کہ دنیا میں یہی ایک شہر ہے جسکی آبادی بالکل دائرہ کی صورت میں ہے۔
منصور نے خاص اپنا شاہی محل کی طرح بیچ میں وسط میں تعمیر کرایا جس سے مالایہ
اسرار مقصود تھا کہ ما مانہ حیثیت سے بادشاہ کے ساتھ۔ ہر سمت وحاص۔ کو یکساں

۱ حضرت امام ابو حنیفہ صاحب کو منصب قضا کے قبول کرنے کے لیے کہا۔ امام صاحب نے فرمایا۔
میں اس قابل نہیں منصور بیٹھس گرگیا۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا۔ تو میرا دعوی سچا گر
کو میں قاضی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جھوٹا شخص قاضی کیونکر مقرر ہو سکتا ہے۔

نسبت ہو۔

شہر پناہ کے چار دروازے تھے اور ہر دروازہ سے دوسرے دروازہ تک ایک میل کا فاصلہ تھا۔ تعمیرات کے سلسلہ میں۔ ایوان خلافت۔ مسجد جامع۔ قصر الذہب۔ قصر الخلد۔ نہایت بلند اور شاندار عمارتین تھین۔ لیکن سب کا سرتاج قبۃ الخضرا یک ایک سبز گنبد تھا۔ جسکا ارتفاع تقریباً اسّی گز سے کم نہ تھا۔ نئی آبادی کے بعد بغداد کا نام مدینۃ السّلام سے بدل دیا گیا۔ جو عام زبانون پر گو محیط نہوا لیکن وفاتر اور تصنیفات پر۔ عموماً حاکمانہ عزت و زور کے ساتھ قابض ہو گیا۔

منصور نے گو نہایت کفایت شعاری سے کام لیا۔ حتیٰ کہ ایک افسر پر اس حساب مین سے پندرہ درہم باقی نکلے تو قید کی سزا دی تاہم جب مصارف تعمیر کا حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ دفتر خزانہ مین دو کرور کی رقم خالی ہو گئی[1]

یہ بغداد (جسکا ذکر ہوا) منصور کا بغداد تھا لیکن بہت جلد روز افزون ترقی کے ساتھ اوسکی اصلی ہیئت بھی بدل گئی۔ منصور کے جانشین مہدی نے دار الخلافہ کو دجلہ کی شرقی جانب بدل دیا۔ جس سے شہر کی یہ صورت ہو گئی کہ دجلہ بیچ مین آگیا اور اوسکے قدرتی منظر مین ایک عجیب دلفریبی پیدا ہو گئی۔ یہ اسلامی شہر ہر عہد مین حیرت انگیز ترقیان حاصل کرتا گیا۔ قریباً پانسو برس تک خلفا و اعیان سلطنت اور بڑے بڑے

---

[1] دیکھو نجوم زاہرۃ فی تاریخ مصر و القاہرۃ صفحہ ۳۷۷۔ مصارف تعمیر مین مختلف روایتین ہین۔ مگر ہمنے ایک متوسط اور معتمد روایت اختیار کی ہے۔ درہم چار آنہ کا ہوتا ہے اس حساب سے دو کرور درہم کے پچاس لاکھ روپیہ ہوئے۔

دولتمند امرا کے بیحساب بے روک ٹوک چلے۔ اسی آبادی کی رونق بڑھانے میں فیاضانہ
سرگرمی کے ساتھ صرف ہوا کئے۔

ہارون الرشید کے وزیر اعظم **جعفر** برمکی نے ایک قصر کی طیاری میں
صرف کر دیا وہ منصور کی کل بیاضی کے برابر (یعنی دو کروڑ درہم) اور[۹۱] تارگیس مراح
امین الرشید نے بھی دو کروڑ سے زائد کی عمارتیں طیار کرائیں۔ مامون الرشید
کے عہد میں خاص شہر کی مردم شماری دس لاکھ سے زائد تھی[۹۲]۔ آثار الدول میں لکھا
ہے کہ ایک زمانہ میں تیس ہزار مسجدیں۔ اور دس ہزار حمام۔ وہاں موجود تھے گبن صاحب
لکھتے ہیں کہ شہر بغداد میں آٹھ سو ساٹھ طبیبوں کو مطب کرنے کی اجازت تھی۔

بغداد کی مشہور عمارتوں کا تذکرہ ایک مستقل کتاب میں ہو سکتا ہے۔ جسکے لئے
ناظرین کو ہمارے اس سلسلہ تصنیف کا منتظر رہنا چاہیے جسکا نام عمارات الاسلام
ہوگا لیکن **دار الشجرۃ** کے ذکر کے لئے اس مختصر کتاب کو بھی گبن صاحب کی
تاریخ سے کچھ کم حق حاصل نہیں ہے۔ اسلئے اجمالاً ہم اوسکا حال لکھتے ہیں۔ یہ عجیب
غریب عمارت خلیفہ المقتدر باللہ نے بنوائی تھی جو سنہ ۲۹۷ھ میں تخت نشین ہوا تھا صحن کے
ایک وسیع حوض میں سونے کا ایک درخت تھا۔ جسمیں سونے چاندی کے اٹھارہ
گُدّے تھے۔ اور ہر گدے میں بہت سی شاخیں تھیں۔ ہر شاخ میں بیش بہا مختلف
رنگوں کے جواہرات اس خوبی سے مرصع کئے گئے تھے کہ قدرتی پھلوں اور پھولوں کا دھوکا

دار الشجرۃ

[۹۱] کامل ابن الاثیر تذکرہ ماموں برمکہ
[۹۲] دائرۃ المعارف تذکرہ بغداد۔

ہوتا تھا - نازک ٹہنیون اور شاخون پر رنگ برنگ اور مختلف اقسام کے طلائی پرند تھے اور اس ترکیب سے بنائے تھے کہ ہوا کے چلنے کے وقت سب کے سب اپنے ذاتی نغمات سے خوش الحانی کرتے سنائی دیتے تھے - حوض کے دونون جانب پندرہ مصنوعی سوار تھے - جو نہایت قیمتی دیبا وحریر کی وردیان پہنے مرصع زرین تلوارین لگائے اسطرح حرکت کرتے نظر آتے تھے کہ گویا ہر سوار اپنے مقابل کے سوار پر حملہ کرنیکے لیے بڑھ رہا ہے [۵]-

بغداد مین خلفا کا ملکی رعب وداب گو وہی صدیون کے بعد جاتا رہا - لیکن عام اسلامی عظمت تاتاری سیلاب کے آنے تک قایم رہی - آستانۂ خلافت پر بڑے بڑے ذی اقتدار فرمانروا سجدہ کرجاتے تھے - ضعیف سے ضعیف خلیفہ کے سامنے بھی - **دیلم - وسلجوق** - کا سر جھک جاتا تھا - محمود غزنوی نے یمین الدولہ کا پر فخر خطاب جس سے حاصل کیا تھا - وہ بغداد کا ایک مسلوب الاختیارات تخت نشین تھا - ہزارون شعرا - مجتہدین - اہل فن - دور دور از ملکون سے آکر وہین پیوند خاک ہوگئے - **بغداد** کے مقبرون نے جن اسلامی جوہرون کو اپنی آغوش مین چھپا رکھا ہے - زمانہ سیکڑون برس کی مدت مین اونکو پیدا کرسکا تھا - امام موسیٰ کاظمؑ - امام ابو حنیفہ - امام احمد حنبل - حضرت جنید - شیخ شبلی - معروف کرخی - جنکو ہاتھ سے کھو بیٹنے کا خود زمانہ کو بھی افسوس رہیگا - یہین کی قبرستانی آبادی مین سورہے ہین -

[۵] دیکھو معجم البلدان - ذکر دار الشجرۃ وگبن صاحب کی رومن امپائر عہد عباسیہ -

علمی دنیا ہی کے لحاظ سے دیکھو۔ تو جب وہ کچھ نہیں رہا تھا اوس وقت بھی تیس تیس سے کالج خاص شہر کے مشرقی حصے میں موجود تھے۔ علامہ ابن جبیر سنہ ۵۸۰ ہجری میں جب وہاں پہونچے تو ایک ایک کالج کے شاندار ایوانات اور وسیع سلسلۂ عمارات دیکھکر اونکو دہوکا ہو جاتا تھا کہ "اس میں ایک مستقل آبادی میں موجود ہوں"[1]۔ **انوری** نے ایک قصیدہ میں بغداد کی خوشگوار آب و ہوا دجلہ کی روانی کشتیوں کی سیر ساحلوں کی رنگینی کا۔ نہایت دلربا۔ سماں دکھایا ہے اوسکے چند شعر یہ ہیں۔

خوشا نواحی بغداد جای فضل و ہنر	کہ کس نشان ندہد در جہان چنان کشور
سواد او بمثل چون سپہر مینا رنگ	ہوای او بصفت چون نسیم جان پرور
کنار دجلہ ز ترکان سیمتن خلّخ	میان رحبہ ز خوبان ماہ رخ کشمر
ہزار زورق خورشید شکل بر سر آب	دران صفت کہ پراگندہ بر سپہر اختر
شکفتہ باغ شود آسمان بوقت غروب	بشکل چرخ شود بوستان بوقت سحر
بوقت شام ہمی این تمام سیارہ گل	بگاہ بام ہمی آن باین دہد اختر
شگفتہ نرگس گویا۔ لطیف لالہ ستان	چنانکہ در قدح گوہرین مئی احمر
نوای طوطی و بلبل۔ خروش عکہ و سار	ہمی کند بحجل لعبہای خنیاگر

[1] سفرنامہ ابن جبیر حالات بغداد۔



وسعتِ سلطنت - خراج - بڑے بڑے اضلاع - اقسام آمدنی یعنی خراج - عشر - زکوٰۃ - جزیہ - فوج کی تعداد - تنخواہین - جنگی جہازات

مامون الرشید جن ممالک کا فرمانروا تھا وہ نہایت وسیع سلطنت تھی - جو حدود ہند اور تاتار سے بحر اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی - اسلامی دنیا کا کوئی خطہ اسپین - کے سوا - اوسکی حکومت سے آزاد نہ تھا - ہندوستان کے سرحدی شہرون مین اوسکے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا - شہنشاہ روم گو خود سر فرمانروا تھا - تاہم اکثر اوقات سالانہ خراج دینے پر مجبور ہوتا تھا - ہارون الرشید کے عہد مین کل ملک کا خراج آج کل کے حساب سے اکتیس کرور پچاس لاکھ روپیہ سالانہ تھا[1] - مامون کی خلافت نے اسپر بہت کچھ اضافہ کردیا - چند مشہور اضلاع اور ہر ایک کے جداگانہ خراج کا ہم ایک نقشہ درج کرتے ہین - اور چونکہ وہ خاص مامون

[1] اس تعین مین ہمنے واقعات ذیل پر اعتماد کیا ہی (۱) رشید کے زمانہ مین سالانہ خراج سات ہزار پانسو قنطار رہتا - دیکھو مقدمہ ابن خلدون - فصل دوم کی فصل ۱۸ - (۲) ایک قنطار آٹھ ہزار چارسو دینار کا ہوتا ہے - دیکھو معجم البلدان جلد اوّل صفحہ ۲۲۹ (۳) دینار کم از کم پانچ روپیہ کا ہوتا ہے جیسا کہ گبن صاحب وغیرہ نے تصریح کردی ہے -

کے سرکاری کا غذات سے طیار کیا گیا ہے[51]۔ غالباً زیادہ تر اعتبار کے قابل ہوگا۔

ضلع	خراج
سواد	دوکرور آٹھ لاکھ درہم[52]۔ دو[2] سے حرالی مٹلے۔ ایک خاص قسم کی مٹی جو مہر کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ دو سو چالیس رطل۔
کسکر	ایک کرور سولہ لاکھ درہم
دجلہ کے اضلاع	دو کرور آٹھ درہم۔
حلوان	اڑتالیس لاکھ رہم۔
اہواز	ستائیس ہزار درہم۔ اور تیس ہزار رطل شکر۔
فارس	دوکرور ستر لاکھ درہم گلاب تیس ہزار بوتل۔ ریت سیاہ بیس ہزار رطل۔
کرمان	چالیس لاکھ درہم۔ یمن کے تھان پانسو کھجور بیس ہزار رطل۔
مکران	چار لاکھ درہم۔
سندھ	ایک کرور پندرہ لاکھ درہم عود ہندی ڈیڑھ سو رطل۔
سیستان	چالیس لاکھ درہم۔ خاص قسم کے کپڑے تین سو تھان۔ فانید بیس رطل۔
خراسان	دو کرور اسی لاکھ درہم چار ہزار گھوڑے ایک ہزار غلام بیس ہزار تھان

[51] علامہ ابن خلدون نے اس کا غذ کو خود دیکھا تھا اور ہارون کے حوالے سے یہ تفصیل نقل کی ہے۔ ا
دیکھو مقدمہ ابن خلدون فصل دوم کی فصل ا ۔
[52] درہم ۴ کا ہوتا ہے

خراج	ضلع
تیس ہزار رطل ہلیلہ - دو ہزار نقرہ چاندی -	
ایک کروڑ بیس لاکھ درہم - ریشم ہزار شقہ -	جرجان
دس لاکھ درہم - پانچ لاکھ نقرہ چاندی -	قومس
ایک کروڑ بیس لاکھ درہم - شہد بیس ہزار رطل -	رے
تریسٹھ لاکھ درہم - طبرستانی فرش چھ ۶ سو - چادریں دو ۲۰۰ سو -	طبرستان درویان
کپڑے پانسو تھان - سندیل تین ۳۰۰ سو - جامات تین ۳۰۰ سو -	ونہاوند
ایک کروڑ تیرہ لاکھ درہم - رب الرمانین ہزار رطل - شہد بارہ ہزار رطل -	ہمدان
ایک کروڑ سات لاکھ درہم -	بصرہ وکوفہ کے درمیانی اضلاع
چالیس لاکھ درہم -	ماسبدان ودینور
ستر لاکھ درہم -	شہرزور
دو کروڑ چالیس لاکھ درہم - شہد سپید - دو کرور رطل -	موصل
چالیس لاکھ درہم -	آذربیجان
تین کرور چالیس لاکھ درہم - غلام ایک ہزار - شہد ہزار مشک ۱۲۰۰ -	جزیرہ مع اضلاع
باز - دس - چادریں بیس -	فرات
ایک کرور تیس لاکھ درہم - فرش محفور بیس - زقم[۵۱] پانسو تیس رطل -	آرمینیہ

۵۱ زقم ایک قسم کا پھل ہوتا ہے -

خراج	ضلع
مساحت سے ماہی دس ہزار رطل ۔صوبح دس ہزار رطل ۔تخمیر دو سو تخمیر سے تیس ۔	
چار لاکھ دینار ریت ہزار رطل ۔	قنسرین
چار لاکھ دس ہزار دینار ۔	دمشق
ستانوے ہزار دینار ۔	اردن
تین لاکھ دس ہزار دینار ریت تین لاکھ رطل ۔	فلسطین
اڈیس لاکھ بیس ہزار دینار ۔	مصر
دس لاکھ درہم ۔	برقہ
ایک کروڑ تیس لاکھ درہم ۔ ورس ایکسو بیس ۔	افریقہ
تین لاکھ ستر ہزار دینار ۔متاع یمنی اسکے علاوہ ۔	یمن
تین لاکھ دینار ۔	حجاز

یہ صرف خراج کی مد سے وصول ہوتا تھا ۔جزیہ کی تفصیل ہم آگے لکھیں گے اوس سے الگ ہے ۔

ہر ایک قسم کی رقم جو بیت المال یعنی خزانہ شاہی میں داخل ہوتی تھی اوسکی چار قسمیں تھیں: خراج ۔عشر ۔ جزیہ ۔ زکوٰۃ

مامون کے خراج و زکوٰۃ و جزیہ کا حساب آج کل کی زبان میں لگان و ٹکس کہہ سکتے ہیں

کوئی جداگانہ قانون نہین بنایا تھا۔ بلکہ اوس سے پہلے سادل و فیاض جانشینان اسلام کا جو کچھ دستور العمل تھا وہی اوسکے عہد مین بھی بحال رہا۔ اسلیے ہم اِن قوانین کی تفصیل بتانے مین مجبوراً مامون کے ماقبل زمانہ پر نگاہ ڈالین گے۔ اور ہمکو اُمید ہے کہ ناظرین خارج از بحث کا لقب نہ دینگے۔ ہان یہ ضرور ہے کہ مذہبی بحث سے ہمکو سروکار نہ ہوگا۔ اور جو کچھ ہم لکھین گے تاریخی پہلو سے لکھین گے جسطرح یورپین مصنفین ہمیشہ عام واقعات کے تذکرہ مین بھی جستہ جستہ مذہب کا نام لیتے ہین اور شاہان اسلام کے ذاتی افعال مذہب سے جدا نہین کر سکتے۔ ہم ایسا نکرینگے۔ خراج اور عشر زمین سے متعلق ہین اور دو باقی۔ ایک قسم کے ٹکس ہین۔ جو مسلمان رعایا اور دوسرے مذہب والون سے وصول کیئے جاتے تھے۔ اسمین کچھ شبہ نہین ہو کہ مامون اور اوسکے اسلاف عام اصول سلطنت مین آنحضرت صلعم اور خلفاے راشدین کے طریق عمل کو رہنما سمجھتے تھے اور اسلیے کافی وثوق کے ساتھ ہم یہ بات فرض کر سکتے ہین۔ کہ مامون کے عہد کا قانون لگان و ٹکس بھی قریب قریب وہی ہوگا جو کسی زمانہ پیشتر مین طیار ہوا ہوگا لیکن ہمکو یہ صاف بتا دینا چاہیئے کہ عشر و خراج۔ وجزیہ مصطلح معنون مین مذہبی الفاظ نہین ہین۔ اور اسلیے ہمکو اس دہوکے مین نہ پڑھنا چاہیئے کہ فقہ کی کتابون مین اونکے متعلق جو تفصیلین اور قاعدے مذکور ہین وہ نصی یا خلفا و سلاطین اسلام کے متفقہ اور مسلمہ عملی قاعدے ہین بے شبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ایک تمدنی قانون کی صورت

ہوچکا تھا اور اسوجہ سے جیسا موقع ہوا خراج عشر جزیہ بمد کچھ وصول کیا گیا لیکن یہ دعویٰ کرنا فضول ہے کہ اوسکے متعلق شارع علیہ السّلام نے کچھ خاص مادہ طے کردیئے تھے۔ عام ملکی قواعد کی طرح یہ باتیں بھی ہر حالت تحت تتبع اسلام کی رائے پر چھوڑدی گئیں تھیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ خلفاء و سلاطین کے مختلف عہدوں میں خاص خاص ملکی مصلحتیں اوسمیں تبدیلیاں پیدا کرتی رہیں۔ اب ہم عام طرح پر خراج و عشر کے متعلق چند قواعد بیان کرتے ہیں۔ جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں یا خلفاء کے عہد میں معمول رہے ہیں اور مامون کی خلافت میں بھی قریب قریب اوسی پر عملدرآمد رہا۔

(۱) جو زمین نہروں کے قدرتی پانی سے سیراب نہ ہوتی ہو۔ یا
(۲) جو زمین فاتح کو (جسنے اوس حصئہ ملک کو فتح کیا ہی) تقسیم کردیگئی ہو یا
(۳) جس مقام کے باشندے بوجنگی کے وقت اسلام قبول کرچکے ہوں[۱]

ان تینوں حالتوں میں وہ زمین عشری ہوگی۔ یعنی اوسکی پیداوار سے صرف دسواں حصّہ وصول کیا جائیگا۔ اور یہی اوسکا خراج سمجھا جائے گا۔

ان تینوں قسموں کے علاوہ جو زمین ہے وہ **خراجی** ہے۔ عام اس سے کہ مسلمان رعایا کے قبضہ میں ہو یا غیر قوم کے۔ اگر کوئی شخص عشری زمین پڑتی ڈالدے تو اوس سے کچھ نہیں لیا جائیگا۔ خراجی زمین میں ایسا نہیں ہے۔ لیکن

[۱] جامع صغیر و کبیر ۱۲

اگر کوئی شخص ایک برس پڑتی ڈال کر دوسرے سال کاشت کرے۔ تو ایک ہی سال کا خراج دینا ہوگا۔ جس زمین پر دوکانین بنالیجائین وہ عموماً عشر و خراج سے معاف ہین۔ اگر کھیتی کو کوئی آفت پہونچے تو خراج معاف ہو جائیگا۔

مذکورہ بالا قسمون مین سے "دوسری" پچھلی قسم کی عشری زمینین بہت کم تھین حضرت عمرؓ کے عہد مین سواد عراق کی بالکل پیمایش ہو چکی تھی۔ اور مختلف شرحون کی جمع باندہ دیگئی تھی۔ ملک شام کے فاتحین نے البتہ سخت اصرار کیا کہ وہان کی زمین اونکو بانٹ دیجائے۔ لیکن حضرت عمرؓ کی فیاض دلی کسیطرح اونکو فاتحین کی رائے پر مایل نہین ہونے دیتی تھی۔ بالآخر ایک نصی سند پر یہی فیصلہ ہوا کہ پہلے قابضین بیدخل نہ کئے جاوین[۱] مصر مین بھی آپ نے تاکیدی فرمان بھیجا تھا کہ اہل فوج قطعاً زمینداری اور کاشت نکرنے پائین۔ اس حکم کے خلاف ایک شخص نے کچھ زمین کاشت کی۔ تو آپ نے اوسکو پکڑ بلایا۔ اور نہایت سخت سزا دینی چاہی۔ لیکن اوسنے قطعی توبہ سے اپنا قصور معاف کرالیا[۲]۔

عشر اور خراج کے احکام مسلمان اور دوسرے مذہب والی رعایا سے جنکو اسلام کی حمایت مین آجانے سے ذمی کا لقب ملتا ہے۔ قریب قریب یکسان متعلق ہین۔ خراجی زمین کسی کے قبضہ مین ہو ایک شرح سے لگان لیا جاتا تھا۔ عشری زمین مین امام محمد و سفیان ثوری کی عام تجویز یہی ہے کہ چونکہ تشخیص لگان مین صرف

---

[۱] ازالۃ الخلفاء۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۲۸ [۲] حسن المحاضرۃ۔ جلد اوّل صفحہ ۹۳ مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ھ۔

زمیں کی حیثیت ملحوظ ہوتی ہے۔ اسلئے اس قسم کی زمیں اگر ذمی کے قبضہ میں ہو تو اوس سے بھی وہی عشر لیا جاوے گا[۵۰]۔ خود حضرت عمرؓ نے قوم ...سے عشر ہی لیا تھا[۵۱]۔ امام مالکؒ گو اسبارہ میں کسیقدر ذمیوں کے ساتھ سختی کرتے ہیں تاہم اس حالت میں کہ ذمی کسی دوسرے شہر یا قصبہ میں عشری زمیں خریدے اونکا مسلک بھی وہی ہے جو امام محمدؒ کا ہے

خراج کی کوئی معین شرح نہ تھی لیکن یہ اصول عامۃً ملحوظ رہتا تھا کہ کسی حالت میں نصف آمدنی سے زائد نہ لیا جائے۔

حضرت عمرؓ نے سواد کے کل اضلاع کی پیمائش کرائی تھی جو تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ٹھہرا اور ذیل کی شرح سے لگان مقرر کی۔

نخلستان[۵۲]	فی جریب یعنی بیگہ پختہ	ا درہم سال
انگور	″	″
نیشکر	″	۶ درہم
گیہوں	″	ایک درہم و ایک صاع غلہ[۵۳]
جو	″	ایک درہم و صاع غلہ
دال	″	۵ درہم

[۵۰] معجم البلدان صفحہ ۷ سطر ۹ و ۱ ـ [۵۱] ۱۵۲ الہ الحصا جلد دوم صفحہ ۳۲ ـ [۵۲] اس باب میں معجم البلدان دیوانی کی واسی مختلف ہیں ہیے ہدایہ کی روایت لی ہے۔ ۱۲
[۵۳] صاع قریبا ...سیر کا ہوتا ہے۔

مصر کا خراج بحساب فی جریب ایک دینار (یعنی پانچ روپیہ) مقرر ہوا۔ اور عمرو بن العاص نے جو حضرت عمر کی طرف سے مصر کے گورنر تھے یہ عہد لکھا کہ اس شرح سے کبھی زاید نہ لیا جائیگا[۵۱]۔ اس لحاظ سے مصر کا بندوبست استمراری سمجھنا چاہیئے۔ لیکن یہ شرحین انتہائی سخت شرحین ہین۔ اور خود حضرت عمر کے عہد مین اکثر اوقات اونمین تبدیلیان ہوتی رہین۔

حضرت علیؑ نے اور بھی تخفیف کی۔ تمام اون علاقون مین جو نہر فرات سے سیراب ہوتے تھے بشرح ذیل لگان مقرر کی تھی۔ اور روئی۔ تل۔ مقاثی۔ اور تمام قسم کی بقولات اور ترکاریونکی زمین عموماً خراج سے معاف کر دی۔

گیہون کی اوّل درجہ کی زمین	فی جریب	ڈیڑھ درہم اور ایک صاع غلہ
متوسط درجہ	"	ایک درہم
ادنی درجہ	"	درہم کی دو تہائی

جو۔ کی زمین پر اسی حساب سے گیہون کا نصف تھا[۵۲]۔

قریباً اسی شرح کا خراج تمام ممالک اسلامی مین جاری تھا۔ اور مسلمان و ذمی (یعنی دوسرے مذہب والے) دونون پر یکسان اثر رکھتا تھا۔ البتہ سواد کے علاقون مین مہدی عباسی نے لوگون کی درخواست پر نصف کے حساب سے بٹائی کر دی تھی۔

۵۱ فتوح البلدان۔ صفحہ ۲۱۵ - و ۱۸۵ مطبوعہ لیڈن۔ ۱۸۶۶ء - ۱۲

۵۲ دیکھو فتوح البلدان۔ از صفحہ ۲۶۹ تا ۲۷۱ - ۱۲

لیکن مامون الرشید نے ۲۰۴ھ میں یہ شرح گھٹا کر دو خمس کر دی[۱]

خراج کا ہلکا ہونا کچھ تو اس وجہ سے تھا کہ اسلام کے حالتیوں میں اتنک اسلام کا زیادہ اثر پایا جاتا تھا۔ اور زیادہ تر اس وجہ سے کہ ابتدائی زمانہ میں عرب کے سادہ مزاج فاتح جو ابھی نئے نئے روکھ ہاتھوں سے دنیا کا مرقع اولٹ ملٹ کر رہے تھے ریگستانوں سے اٹھکر گئے تھے۔ اور جو کچھ ملتا تھا اوکی قانع طبیعت کے لئے کافی تھا۔ یہ وہ لوگ تھے کہ انہیں سے جب ایک ممتاز شخص نے ایک معرکہ میں صرف ہزار درہم پر ایک نہایت دولتمند کافر سے صلح کر لی اور لوگوں نے اوس سے کہا کہ "تمنے سخت سستا بیچا" تو اونھوں نے نہایت تعجب سے جواب دیا کہ کیا ہزار سے بھی کوئی زائد عدد ہے؟ اور سیر خلفائے راشدین کے عہد میں یہ عام قاعدہ تھا کہ ایک مسلمان جس شرائط پر کسی قوم سے معاہدہ کرے خلیفہ وقت کو اوسکی پابندی لازم ہوگی۔ فتوحات کی تاریخ اوٹھا کر دیکھو سیکڑوں مثالیں پاؤگے۔ کہ فوج اسلام نے ایران۔ آرمینیہ۔ مصر۔ شام۔ کے اضلاع میں نہایت خفیف رقم پر صلح کر لی اور خلیفہ وقت کے حکم سے وہی حال رہی دولت ہی آئندہ۔ اور رعایت لیکے کچھ اضافہ کیا۔ مگر اصل پیداوار کے لحاظ سے کچھ تو وہ بھی کچھ نہ تھا

زکوۃ مسلمانوں کے ساتھ خاص تھی۔ اور سونے چاندی۔ اونٹ۔ گائے۔ بکری۔ سے پیداگاہ شرحیں مقرر تھیں۔ حقیقت میں یہ نہایت سخت ٹکس تھا۔

[۱] کامل ابن الاثیر واقعات ۲۰۴ھ۔

جسکو اسلام نے خود اپنے اوپر گوارا کیا تھا۔

ذمیّون پر جزیہ[1] تھا۔ گو وہ ایک نہایت خفیف رقم تھی اور زکوٰۃ کے مقابلہ مین تو گویا کچھ بھی نہ تھی۔ لیکن تعجب ہے کہ دوسری قومون نے مسلمانون کو تعصب کا الزام دیتے ہین۔ ہمیشہ بڑے زور شور سے اوسکا تذکرہ کیا ہے یہ ہلکا ٹکس جسکے نام سے یورپین مصنف کے دل مین مسلمانون کی طرف سے نہایت ناگوار خیالات دفعتاً جوش مارنے لگتے ہین زیادہ سے زیادہ فی کس ۴۸ درہم یعنی ۱۲ روپیہ سالانہ تھا۔ اور یہ تعداد بڑے دولتمندون کے ساتھ خاص تھی متوسطین پر چھ روپیہ اور عام درجہ کے لوگون پر تین روپیہ سالانہ تھا۔ بشرطیکہ وہ ادا کرنے کے قابل ہون۔ لیکن فرمانروا کے وقت کو حسب مصلحت اختیار عام حاصل تھا۔ کہ اوسکی شرح گھٹا دے۔ یا بالکل معاف کر دے[2]۔ لڑکے۔ بوڑھے۔ عورتین۔ مفلوج۔ معطل العضو۔ نابینا۔ ہر حالت مین مطلقاً معاف تھے۔

کبھی کبھی بجائے فی کس کے فی گھر جزیہ مقرر ہوتا تھا اور تعداد وہی بشرح سابق

---

[1] جزیہ کی تحقیق مین کہ وہ کس زبان کا لفظ ہے اور کس زمانہ سے اوسکا رواج ہے اور یہ کہ اسلام مین کس مقصد سے وہ اختیار کیا گیا۔ میرا ایک مستقل رسالہ ہے جو حال مین طبع ہوا ہے اور سکرٹری مدرسۃ العلوم کے پاس درخواست بھیجنے سے ملسکتا ہے۔

[2] حضرت عمر کے زمانہ مین۔ جرجومہ اور اوسکے قرب جوار کے مضافات مین جزیہ بالکل معاف کر دیا گیا تھا۔ دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۱۵۹۔ مارقیطیہ کے ہموطن بھی جزیہ سے معاف کر دئے گئے تھے۔ دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۲۱۹۔

رہتی تھی[1]۔ یعنی ایک دینار یا اس سے بھی کم۔ ابن حنیف معمدل کے عہد میں مشک کے
حان مال کی نہایت مستحکم ومہ داری مسلمانوں پر فرض ہو جاتی تھی۔

ان آمدیوں میں سے زکوٰۃ کی رقم صرف مسلمانوں سے لی جاتی تھی اسلئے
تھی کہ اوس سے محتاج۔ اپاہج نادار مسافر اور اسطرح کے زمانہ لوگوں کی امامت
کیجاوے۔ زکوٰۃ میں یہ قید تھی کہ خاص مسلمانوں پر صرف ہو۔ لیکن اور کسی قسم کے
صدقات جو مسلمانوں سے لئے جاتے تھے کوئی تخصیص نہ تھی۔ اور غیر مذہب
الی رعایا بھی برابر بہرہ مند ہوتی تھی تو حضرت عمرؓ نے دمشق کے سفر میں معذور عیسائیوں
کے لئے۔ بیت المال کی اس رقم سے وظیفہ مقرر کر دیا تھا[2]۔

اور ایک دوسرے موقع پر بیت المال کے داروغہ کو لکھ بھیجا کہ خدا کے اس قول
میں کہ صدقات فقرا اور مساکین کے لئے ہیں۔ مساکین سے عیسائی یہودی
مراد ہیں[3]" باقی خراج۔ عشر۔ جزیہ ملک کا دوں یعنی سڑک۔ پل۔ چوکیداری
تعلیم وغیرہ کے لئے خاص تھے فوج کا صرف بھی اسی آمدنی سے دیا جاتا تھا

مامون الرشید اور عموما پیشرو بادشاہان اسلام کے عہد میں ٹیکس
یا محصول جو کچھ کہ یہی تھا جسکا ذکر ہوا۔ انکم ٹیکس۔ امپاریٹری ٹیکس۔ چنگی۔
سڑکانہ۔ مدرسانہ۔ چوکیداری۔ اسٹامپ۔ کے نام سے اوس زمانہ میں

[1] حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فعلس والوں پر اسی سے جزیہ مقرر ہوا تھا۔ دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۲۰۱
[2] فتوح البلدان صفحہ ۱۲۹۔ [3] ازالۃ الخفاء جلد دوم صفحہ ۲۰۲۔

کوئی واقف نہ تھا۔

فوج نظامی یعنی جنکا نام و حلیہ دفتر العسکر مین قلمبند تھا۔ اسکی تعداد تقریباً دو لاکھ سوار و پیادہ تھی۔ سوار کی تنخواہ پچیس ۲۵ روپیئے اور پیادہ کے دس ۱۰ روپیئے جنرل و کمانڈر کی تنخواہین بھی کچھ بہت زیادہ نہ تھین۔ لیکن ایشیائی حکومتون مین عہدہ دارون کی نگاہ مشاہرے سے زیادہ صلون اور انعامات پر لگی رہتی ہے۔ جو وقتاً فوقتاً کسی خاص خوشی۔ یا اظہار کارگذاری کے وقت۔ اونکو ملتے رہتے ہین اور خصوصاً مامون کی فیاضیون کی تو کچھ حد ہی نہ تھی۔ عبداللہ بن طاہر سردار فوج کو ایک دن پانچ لاکھ درہم انعام دیئے۔ ملکی عہدہ دارون مین بھی صرف وزیر اعظم ذوالریاستین کی تنخواہ بیش قرار تھی یعنی تیس لاکھ درہم ماہوار۔ اگرچہ ہر قسم کے عہدے الگ الگ اور نہایت باقاعدہ اور منضبط تھے لیکن سپہ سالاری۔ فوجی جنرل کے ساتھ مخصوص نہتھی۔ صوبہ کا لفٹنٹ یا قسمت کا گورنر عموماً کمانڈر انچیف اور گورنر فوج ہوتا تھا۔ یحیی ابن اکثم جو قاضی القضاۃ کے منصب پر ممتاز تھے۔ مامون نے متعدد بار اونکو فوج کی افسری دی تھی۔ اصل یہ ہے کہ اسوقت سپہ گری مسلمانون کا عام جوہر تھا۔ اور اسلیئے کسی شخص کا اہل قلم ہونا۔ اوسکو صاحب العلم ہونے کے ناقابل نہین کرتا تھا۔

دوسری قسم کی فوج متطوعہ تھی۔ جسکو والنٹیر کہنا چاہیئے۔ اس قسم کی فوج وقت پر جسقدر درکار ہو۔ طیار ہو سکتی تھی۔ اور خصوصاً جہاد کی پرجوش صدا گونجنے

کے وقت تو سارا ملک اومنڈ آتا تھا - فوج کو سواری اور ہتیار سرکار سے ملتا تھا - اور اسلحہ شاہی میں ہر قسم کے اسلحہ جنگ نہایت افراط سے ہر وقت موجود رہتے تھے -

ہارون الرشید کی وفات کے بعد ۱۹۳ھ میں جب خزانہ السلاح کا جائزہ لیا گیا تو حسب ذیل تعداد کے سامان اسلحہ موجود تھے[1]

مطلا و مذہب تلواریں	۱ ہزار	ساکریہ و غلاموں کیلئے	۵ ہزار
نیزے	ایک لاکھ دو ہزار	کمانیں	ایک لاکھ
طلائی زرہیں	ایک ہزار	عام زرہیں	ایک ہزار
خود	بیس ہزار	جوشن	بیس ہزار
ڈھالیں	ڈیڑھ لاکھ	مطلا زینیں	چار ہزار

عام قسم کے زین تیس ہزار

جنگی جہازات

جنگی جہازات کی ابتدا اگرچہ عبد الملک بن مروان المتوفی ۸۶ھ سے کی تھی اور اوسی کے زمانہ میں حسان بن نعمان گورنر افریقہ کے اہتمام سے تونس میں جنگی جہازات اور آلات بحری کی طیاری کا ایک بڑا محکمہ قائم ہوا تھا[2] - لیکن ماموں کے عہد میں اسکو بہت ترقی ہوئی - جزیرہ سسلی کی فتح کے لئے - سو جنگی جہاز مع بہت سے بحری

---

[1] کتاب الاوراق صاحب مستطرف جلد اول صفحہ ۲۷۲ -

[2] مقدمہ ابن خلدون ذکر قیادۃ الاساطیل -

سامان سے کے جو بھیجے گئے تھے - وہ اسی کارخانے سے طیار ہوئے تھے - آتش اندازی کے لئے چھوٹے چھوٹے جہاز ہوتے تھے جنکو عربی مین حراقہ کہتے ہین - انسے روغن نفط (گریک فایر) کے شیشے بھر بھر کر مارتے تھے - جو دشمن کے جہازون مین آگ لگا دیتے تھے اور خود پانی سے بھی بجھ نہین سکتے تھے -

ملک کی آبادی - امن وامان - مامون کی بیدارمغزی اور جزئیات پر اطلاع - عدل و انصاف - غیر قومون کے حقوق -

دولت عباسیہ کے امن وانتظام - ترقی - اور وسعت کے - فسانے جو روز ہم سنتے رہتے ہین - سچ پوچھیے تو ہارون و مامون کے ہی عہد حکومت نے اِس خاندان کو یہ عام ناموری دی ہے - تجارتین تمام آزاد تھین - نئے نئے شہر آباد ہوتے جاتے تھے - ایک ایک قصبہ بلکہ ایک ایک گانون مین چشمے اور نہرین جاری تھین جو حاکمان اضلاع - اور زمیندار و جاگیردارون کے ذاتی مصارف سے ہمیشہ بنتی رہتی تھین اور جنکی وجہ سے زراعت کو روز افزون ترقی حاصل تھی -

مامون نے سلطنت کے بڑے بڑے اضلاع کا دورہ کیا - اور ہر جگہ دو دو چار چار روز قیام کرکے مناسب انتظامات جاری کیے ۲۰۲ھ مین جب مرو سے عراق کو روانہ ہوا - تو سرخس - طوس - ہمدان - جرجان - نہروان - رے - اور دوسرے اضلاع مین ہفتون قیام کیا اور ملک کے اصلی حالات سے واقفیت پیدا کی - علامہ

مقریزی نے کتاب الخطط والآثار میں لکھا ہے کہ جب مامون نے مصر کے دیہات کا دورہ شروع کیا تو ہر گاؤں میں کم سے کم ایک رات دن ٹھہرا گیا۔ مقام طا النمل میں پہونچا تو معمول کے خلاف وہاں قیام نہیں کیا۔ اور آگے بڑھا۔ اوس گاؤں کی مالک ایک بڑھیا تھی۔ یہ خبر سنکر مامون کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا کہ یہ محرومی میری ہی قسمت میں کیوں لکھی تھی۔ مامون اوسکا مہمان ہوا۔ اوسنے اپنی حیثیت کے موافق دعوت کا ساماں کیا۔ اور رخصت کے وقت دس تھیلی اشرفیاں ایک ہی سنہ کے سکہ کی نذر میں پیش کیں۔ مامون حیرت میں رہگیا۔ اور کہا کہ دعوت کیا کم تھی۔ تمنے یہ تکلیف کیوں گوارا کی جسکا قبول کرنا میری فیاضی کے منافی ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ سونا تو ہمارے گاؤں کی مٹی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اسلئے ہم لوگوں میں اسکی کچھ قدر نہیں ہے۔ یہ جسقدر حضور کی خدمت میں حاضر کیا ہے۔ اوس سے بہت زیادہ اب بھی میرے پاس موجود ہے۔

اس حکایت سے مامون کے حسن انتظام۔ اور ملک کی مرفہ الحالی دونوں کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

ملک کے ہر حصے میں معذور۔ محتاج۔ اپاہج۔ بیوہ۔ یتیم۔ سب کے روپیے مقرر تھے جو شاہی خزانے سے وقت معین پر اونکو ملا کرتے تھے۔ یہ بات سلطنت کے ضروری قوانین میں داخل تھی کہ جو شخص فقر و فاقہ کا شاکی ہو اوس مقام کا حاکم۔ یا اوسکو کوئی کام دے یا بیت المال سے وظیفہ مقرر کردے۔

مامون نے خراسان کے زمانۂ حکومت مین جو غفلت کی تھی اوسکا خمیازہ مدت تک کھینچنا پڑا تھا۔ اسلیے بغداد مین آکر اوسکا طرز حکومت بالکل بدل گیا۔ اب اوسکو ایک ایک جزئی واقعہ اور عام حالات کی اطلاع کا کچھ ایسا عشق ہوگیا کہ سنکر تعجب ہوتا ہے۔ سترہ سو عجوزہ عورتین مقرر تھین جو تمام دن شہر مین پھرتی تھین اور شہر کا کچا چٹھا اوسکو پہونچاتی تھین[۱] لیکن مامون کے سوا اور کسی کو اونکے نام و نشان سے اطلاع نہ تھی۔ ہر صیغہ پر جداگانہ خفیہ نویس اور واقعہ نگار مقرر تھے[۲] ۔ اور ملک کا کوئی ضروری واقعہ اوس سے مخفی نہین رہ سکتا تھا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس قسم کی کاوش کا جو عام اثر ہوتا ہے۔ یعنی ہر شخص سے بدگمان ہوجانا اور عوام کی آزادی سے تعرض کرنا ۔۔ مامون اوس سے بالکل بری تھا۔ اوسکی تاریخ زندگی کا ایک ایک حرف چھان ڈالو ایک واقعہ بھی ایسا نہین ملسکتا جس سے اوسکی اس کارروائی پر حرف آسکے۔ بخلاف اسکے اس محکمے نے رعایا کے حق مین عجیب عجیب فیاضیان دکھائین۔ ایک دن کسی سپاہی نے ایک شخص کو بیگار پکڑا۔ وہ دردناک آواز سے چلایا کہ "واعمرؓ" یعنی ہاے عمرؓ تم کہان ہو"۔ مامون کو اطلاع ہوئی۔ اوس شخص کو طلب کیا۔ اور کہا کہ کیا حضرت عمرؓ کا عدل تجھکو یاد آیا۔ اوسنے کہا ہان۔ مامون نے کہا "خدا کی قسم اگر میری رعیت حضرت عمرؓ کی رعیت کی سی ہوتی تو مین اونسے بھی زیادہ عادل ہوتا"۔ پھر اوسکو کچھ انعام دلایا اور

۱؎ آثار الدول قرمانی۔ خلافتہ مامون۔

۲؎ ابن خلکان۔ ترجمۂ راذخوی۔

سپاہی کو موقوف کردیا۔[۱]

ایکبار ایک شخص نے عرضی دی کہ بیت المال سے کچھ وظیفہ مقرر ہو جاوے مامون نے بلاکر پوچھا کتنے مال سیکھے ہیں۔ اوسنے بڑھاکر تعداد بتائی۔ چونکہ مامون ایک ایک جزوی واقعہ کی خبر رکھتا تھا اوسکا جھوٹ نہ چل سکا۔ دوسری بار اوسنے پھر عرضی لکھی اور جو تعداد تھی سچ سچ بتا دی۔ مامون نے اس عرضی پر حکم لکھا کہ اوسکا روزینہ مقرر کردیا جاوے۔[۲]

اتوار کے دن ہمیشہ صبح سے ظہر تک دربار عام کرتا تھا جسمیں خاص و عام سب کے لئے کچھ روک ٹوک نہ تھی اور یہاں پہونچکر ایک گرد مزدور کو اپنے حقوق میں جاہ و شاہی کے ساتھ ہمسری کا دعوی ہوتا تھا۔

ایک دن ایک شکستہ حال بڑھیا نے دربار میں آکر نالش یعنی شکایت پیش کی کہ ایک ظالم نے میری جائداد چھین لی ہے مامون نے کہا کس نے۔ اور وہ کہاں ہے۔ اوسنے اشارے سے بتایا۔ کہ "آپکے پہلو میں"۔ مامون نے دیکھا تو خود اوسکا لڑکا عباس تھا۔ وزیر اعظم کو حکم دیا کہ شہزادے کو بڑھیا کے برابر لیجا کر کھڑا کردے۔ اور مامون کے اظہار سے شہزادہ عباس رک رک کر آہستہ گفتگو کرتا تھا۔ لیکن بڑھیا کی آواز ... کے ساتھ بلند ہوتی جاتی تھی۔ وزیر اعظم نے روکا کہ خلیفہ کے سامنے چلا کر گفتگو کرنا خلاف ادب ہے۔ مامون نے کہا انہیں جسطرح چاہے آزادی سے

[۱] عیون الحدائق صفحہ ۲۷۹۔
[۲] رسالہ حکم و آداب صفحہ ۲

کہنے دو۔ سچائی نے اوسکی زبان تیز کردی ہے۔ اور عباس کو گونگا بنا دیا ہے“۔
اخیر مین مقدمہ کا فیصلہ بڑھیا کے حق مین ہوا اور جائداد واپس دلادی گئی[۵۱]۔

مامون کی آزاد پسندی نے اوسکے عمال کو بھی اصول انصاف مین نہایت آزاد اور بیباک کردیا تھا۔

ایک بار خود **مامون** پر ایک شخص نے تیس ہزار کا دعویٰ دایر کیا۔ جسکی جوابدہی کے لئے اوسکو دار القضا مین حاضر ہونا پڑا۔ خدام نے قالین لاکر بچھایا کہ خلیفہ اوسپر تشریف فرما ہو۔ لیکن قاضی القضاۃ نے مامون سے کہا کہ یہان آپ اور مدعی دونون برابر درجہ رکھتے ہین۔ مامون نے کچھ برا نہ مانا۔ بلکہ اوسکے صلہ مین قاضی القضاۃ کی تنخواہ اضافہ کردی[۵۲]۔

مامون کی فیاض لائیت پر اگر کچھ نکتہ چینی ہوسکتی ہے تو یہ ہوسکتی ہے کہ اوسکا رحم و انصاف اعتدال کی حد سے آگے بڑھ گیا تھا جسکا یہ اثر تھا کہ اوسنے اپنے ذاتی حقوق کو بالکل نظرانداز کردیا تھا۔ بدزبان شعرا اوسکی ہجو مین لکھتے تھے مگر خبر نہین ہوتا تھا۔ خود اوسکے خدام گستاخیان کرتے تھے۔ لیکن اوسکو مطلقاً پروا نہین ہوتی تھی۔ **دعبل**[۵۳] نے ایک ہجو مین اوسکی نسبت لکھا۔

---

۵۱ دیکھو واسطۃ السلوک فی احوال الملوک۔ و عقد الفرید۔ جلد اول صفحہ ۱۲۔
۵۲ مستطرف۔ صفحہ ۱۱۰۔ جلد اول۔
۵۳ اوس زمانہ کا ایک نامور شاعر تھا۔ اور ہجوگوئی مین مشہور تھا۔

شاد الله ذکرک بعد طول خمولہ		واستنقذوک من الحضیض الاوھد

یعنی میری قوم نے تیرے نام کو جو بالکل چھپا ہوا تھا شہرت دیدی۔ اور تجھکو پستی سے نکال کر بلندی پر بٹھا دیا"۔ مامون نے یہ ہجو سنی تو صرف یہ کہا کہ دعبل کو ایسی مبالغات کرتے ذرا شرم نہ آئی۔ میں گمنام کیسے تھا پیدا ہوا تو خلافت کی گود میں پیدا ہوا۔ اور دودھ پیا تو اوسکی چھاتیوں کا پیا[1]۔

ایک بار مامون کا چچا ابراہیم شاکی ہوا کہ دعبل کی بدزبانیاں حد سے گذر گئیں میری ایسی بری ہجو لکھی ہے۔ جو کسیطرح درگذر کے قابل نہیں۔ ابراہیم نے اوس ہجو کے کچھ اشعار بھی سنائے۔ مامون نے کہا۔ "چچا جان۔ اوسنے میری ہجو۔ اس سے بھی بڑھکر لکھی ہے۔ اور جو میں نے درگذر کی۔ امید ہے کہ آپ بھی ایسا ہی کرینگے"۔

دعبل کی بیہودہ گوئی سے سارا دربار نالاں تھا۔

ابوسعد مخزومی نے متعدد بار مامون کو بھڑکایا۔ کہ آخر درگذر کہاں تک۔ مامون نے کہا۔ "اچھا اگر بدلا ہی لینا ہے تو تم بھی اوسکی ہجو لکھدو۔ مگر صرف یہ لکھو کہ دعبل لوگوں کی ہجو میں جو کچھ کہتا ہے غلط کہتا ہے"۔ مامون اکثر کہا کرتا تھا کہ "مجھکو عفو میں جو مزا آتا ہے۔ اگر لوگ جان جائیں تو جرم اور نافرمانی کو میرے پاس تحفہ لیکر آئیں"۔

مختلف وقتوں میں رعایا۔ خاندان خلافت۔ حکام۔ عمال سب کی شکایتیں یا اور دادخواہوں نے جو عرضیاں دی ہیں اور مامون نے اوپر اپنے خاص لفظوں میں احکام لکھے ہیں

---

[1] تاریخ الخلفاء سیوطی وابن خلکان ترجمہ دعبل۔

انمین سے چند اس موقع پر ہم نقل کرتے ہین[1] - توقیعون کی عبارت سے پہلے ان کو ہم صرف یہ بتادینگے کہ کسکی نسبت تھی - لیکن جو احکام ہین وہ مامون کے خاص الفاظ ہین جنکا ترجمہ کردیا گیا ہے -

مامون کی تحریر	سرنشیان
شریف کی پہچان ہے کہ اپنے سے بڑے کو دبالے اور چھوٹے سے خود دب جائے - تم کسمین ہو -	ابن ہشام کی نسبت
جسوقت تک ایک شخص بھی میرے دروازے پر تیرا شاکی موجود ہوگا تجھکو میرے دربار مین رسائی نہوگی -	ہشام کی نسبت
اے ابوعباد - حق اور باطل مین کچھ رشتہ نہین ہے -	ابوعباد کی نسبت
"فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم" یعنی جب نفخ صور ہوگا تو نسب جاتے رہین گے -	ابوعیسیٰ کی نسبت جو مامون کا بھائی تھا
اے حمید - تقرب درگاہ پر نہ بھولنا - حق - مین - تو - اور کمینہ غلام دونون برابر ہین -	حمید طوسی کی نسبت
تیرا بے تمیز اور درشت خو ہونا تو مینے گوارا کیا - لیکن رعایا پر ظلم کرنا تو نہین برداشت کرسکتا ہون -	بن الفضل طوسی کی نسبت
اے عمر اپنی دولت کو عدل سے آباد کر - ظلم تو اسکا ڈھادینے والا ہے -	عمر بن مسعدہ کی نسبت

[1] ان توقیعات کو مصنف عقد الفرید نے توقیعات المامون کے ذیل مین بالفاظہا نقل کیا ہے -

اس موقع پر جب ہم مامون کے عدل و انصاف کی داستان سنا رہے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ اوسکے عہد خلافت کی مسلسل بغاوتوں پر ایک اجمالی مگر دقیقہ بیں نگاہ ڈالیں کیونکہ عام خیال ـ انصاف ـ اور بغاوت ـ کو ہمعصر نہیں فرض کرسکتا ـ مامون کی تاریخ اس قسم کی ناگزیر معرکہ آرائیوں سے مملو ہے ـ لیکن جو کچھ ہوا اتفاقی واقعات کا نتیجہ تھا ـ ورنہ اس خصوص میں اوسکا دامن انصاف ہر ایک قسم کے داغ سے پاک ہے ـ ہارون الرشید کا دربار دو مختلف قوتوں یعنی عرب و ایرانی نسل سے مرکب تھا یہ وراثت اوسکی دونو بیٹے مامون و امین میں آکر منقسم ہوگئی ـ مامون ـ ماں کی طرف سے عجمی تھا ـ اوسکا وزیر بھی ایک نومسلم مجوسی تھا ـ تقسیم کی رو سے ـ ملک کے جو صوبے ملے وہ بالکل عجم کے حصے تھے ان باتوں کا لازمی اثر تھا کہ گروہ عرب کو مامون کے ساتھ کچھ ہمدردی نہ ہو ـ

امین سے جو معرکے شروع ہوئے تو وہ قطعاً ہمت ہار چکا تھا لیکن **ذوالریاستین** جو اوسکا ندیم اور وزیر تھا ـ ثابت قدم رہا ـ اور اپنے حسن تدبیر سے آخر کامیاب ہوا ـ مامون نے بھی اسکے صلے میں اعتدال سے کچھ بڑھکر رعایات کی اور اوسکو سیاہ و سپید کا مالک بنا دیا ـ اسی بات پر عرب کا گروہ بگڑ گیا ـ لیکن مامون کو اس وقت تک اس واقعے کی اطلاع ہو سکی کہ ذوالریاستین کے اقتدار نے اصل حالات سے مطلع ہونے کے تمام راستے مسدود کر دیے تھے ـ

سادات جو خلافت کو اپنا اصلی حق سمجھتے تھے ـ ہمیشہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتے

تھے - ہر طرف اوٹھ کھڑے ہوئے - اور تمام ملک کو ہلا دیا اس حالت مین اگر کسی سے ہمدردی کی توقع ہو سکتی تھی تو وہ صرف عباسی خاندان تھا - لیکن مامون نے حضرت امام علی رضاؑ کو ولیعہد بنا کر یہ بات بھی کھودی - مدت تک بغاوت کا سلسلہ قایم رہا - اور اسوجہ سے طول پکڑتا گیا کہ سادات پر مامون کسی قسم کی سختی نہین کرسکتا تھا وہ یون ہی نرم دل اور فیاض طبع تھا - اوسپر شیعہ پن کے پرتو نے اور بھی سادات کا گرویدہ کر رکھا تھا - اِن باغیون پر قابو پاتا تھا اور چھوڑ دیتا تھا - لیکن وہ اور بھی شوخ اور تیز ہوتے جاتے تھے -

اس سلسلہ کے علاوہ اور جو بغاوتین ہوئین وہ ایسی ہی عام بغاوتین ہین - جیسے کہ شخصی حکومتون مین ہوا ہی کرتی ہین - ہمکو ایشیا کی کوئی سلطنت ایسی نہین معلوم ہے - جہان آئے دن ایسے معمولی فتنے نہین اوٹھا کرتے - اسکے ساتھ ہمکو یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ اوسوقت رعایا سے ہتھیار لے لینے کا کوئی قانون نہ تھا - اور اسوجہ سے سلطنت اور رعایا کی قوت ایک حیثیت سے یکسان نسبت رکھتی تھی - اِن سب پر اتنا اور زیادہ کرنا چاہیے کہ جن لوگون نے بغاوت کے علم بلند کیے - وہ اکثر عرب کی قوم سے تھے - جو آجتک اطاعت کے حلقے سے آزاد رہتی آئی ہے - اور شاید ہمیشہ ایسی ہی آزاد رہیگی شاید ایک معترض نہایت آسانی سے مامون پر یہ الزام لگائے کہ ذو الریاستین جسنے مامون کی بنیاد حکومت کو گرتے گرتے سنبھال لیا - خود مامون کے اشارے سے قتل کیا گیا - لیکن ہم پوچھتے ہین کہ آخر علاج کیا تھا - نہ ذو الریاستین اپنی خودسری سے باز آسکتا تھا

نہ اہل عرب اوسکے سامنے سر جھکا سکتے تھے۔ موقع ایسا آپڑا تھا کہ بقائے خلافت۔ اور ذوالریاستین۔ کا اجماع ناممکن ہوگیا تھا۔ مامون نے ذوالریاستین کو خلافت کے نذر کر دیا۔ اب اگر یہ الزام کی بات ہے۔ تو ہو۔ ہم مامون کو اس سے نہیں بچا سکتے۔ ہاں۔ اسکا جواب ہمارے پاس بھی نہیں۔ کہ ذوالریاستین کے قاتلوں کو اوسنے کیوں قتل کرادیا۔ شاید پالیسی کے وسیع قانون میں یہ باتیں روا رکھی گئی ہوں

ایک بار مامون نے احمد بن داؤد سے مخاطب ہوکر ایک نہایت پولٹیکل تقریر کی تھی جسکا اس موقع پر نقل کرنا نہایت موزوں ہے۔ اوسنے کہا کہ بادشاہ بعض وقت اپنے خاص ارکان دولت کے ساتھ جو باتیں کرگذرتا ہے۔ عوام ہرگز اسکا انصاف نہیں کر سکتے وہ دیکھتے ہیں کہ وزیر یا نائب السلطنت نے۔ جو وفاداریاں کی تھیں اوسکے بار سے بادشاہ کی گردن کبھی ہلکی نہیں ہو سکتی۔ وہ بے تکلف رائے لگا لیتے ہیں کہ بادشاہ نے جو کچھ کیا محض حسد یا سنگدلی کی وجہ سے کیا۔ لیکن اونکو کیا معلوم ہے کہ اوسکے بعض اعمال جو سلطنت کے جانبدار ہیں۔ اب بادشاہ دو مجبوریوں میں گھر جاتا ہے نہ اس راز کو عوام پر ظاہر کرسکتا نہ اوس وزیر یا ائمہ سے درگذر کرسکتا۔ مجبوراً درگذر رہی جو ظاہر میں نکرنا چاہیے وہ جانتا ہے کہ عوام تو کیا خواص بھی اوسکو وجہ نہ رکھیں گے۔ لیکن ضرورت کسیکی نکتہ چینی کی پروا نہیں کرسکتی[51] یہ شخصی حکومت کا دور

[51] دیکھو رسالہ حکم و آداب صفحہ ۶۔

مامون کے عہد مین بھی پوری قوت کے ساتھ قایم تھا۔ لیکن وہ اس بدعت کا موجد نہین ہے۔ اور اگر اوسکی چلتی تو اس حالت مین ایک مفید انقلاب پیدا ہو جاتا۔ بنوامیہ۔ اور عباسیہ دونون نے اپنے طریق عمل سے خلافت اسلام کو خاندانی ترکہ قرار دیا تھا۔ مامون پہلا شخص ہے جسنے اس جابرانہ قانون کو مٹا دینا چاہا۔ اگرچہ افسوس ہے کہ کامیاب نہ ہوسکا۔ اوسنے بڑی تحقیق اور تجربہ کے بعد ایک ایسے برگزیدہ[۱] شخص کو ولیعہدی کے لئے انتخاب کیا جو خاندان شاہی سے کچھ واسطہ نہین رکھتے تھے۔ بلکہ خاندان عباس اونکے ساتھ ایک موروثی رقابت کا خیال رکھتا تھا۔ یہی بات تھی کہ اونکے انتخاب پر آل عباس دفعۃً برہم ہوگئی اور تمام ملک مین بغاوتین برپا ہوگئین۔ تاہم مامون نے وہی کیا جو سچی کانشنس کی رو سے اوسکو کرنا چاہیئے تھا۔

جب اونکو زہر دیدیا گیا۔ اور مامون کو پورا تجربہ ہوگیا کہ جو خاندان ڈیڑھ سو برس سے خلافت پر قبضہ کرتا آیا ہے وہ کسیطرح اپنے فرضی حق سے باز نہین آسکتا تو مجبورانہ اوسنے بھی وہی کیا جو اوسکے اسلاف کرتے آئے تھے۔ تاہم اس بات سے کہ اوسنے اپنی اولاد کو چھوڑکر۔ جو حکومت کی قابلیت بھی رکھتی تھی۔ اپنے بھائی کو منتخب کیا۔ ایک ایسی عالی حوصلگی اور سچی بےغرضی کا ثبوت ملتا ہے جو تمام تاریخ اسلام مین بے نظیر ہے۔ گو مامون کی اولاد خلافت کے ناقابل نہ تھی۔ مگر اسمین شک نہین کہ اوسکا لائق بھائی جو اپنے عہد مین معتصم باللہ کے لقب سے پکارا گیا۔ قابلیت سلطنت کے لحاظ سے حق

[۱] حضرت علی رضا علیہ السلام مراد ہین۔

جاتے کہتا تھا۔

مامون کے عہد میں دوسری قوموں کو جو حقوق حاصل تھے۔ عہد سے عہد

کو بمشکل میں ہی اوس سے زیادہ میں ہوسکتے۔ یہود۔ مجوس۔ عیسائی۔ لامذہب۔

اوسکی وسیع حکومت میں نہایت آزادی سے بسر کرتے تھے۔ خاص دارالخلافہ بغداد میں

ہر سمت سے گرجے۔ اور جہاں تہاں آتش کدے موجود تھے۔ جنمیں رات دن ناقوس

کی صدائیں گونجتی رہتی تھیں۔ دربار میں ہر مذہب و ملت کے علماء و فضلاء حاضر رہتے تھے

اور مامون اونکے ساتھ نہایت عزت و توقیر سے پیش آتا تھا۔ جبرئیل بن بختیشوع جو ایک

عیسائی فاضل تھا اوسکی اسقدر توقیر کرتا تھا کہ عام حکم دیا تھا کہ جو شخص کسی ملک کا عہدہ پر مقرر

کیا جائے پہلے جبرئیل کی خدمت میں سلام کو جائے۔ خراسان میں جو گورنر مقرر ہوا تھا

اوسکا نسیل یعنی محرر اعظم ایک عیسائی کو مقرر کیا۔ جسکا نام عبدوس تھا۔ اوسکی بے تعصبی

کے ثبوت کے لئے ہم ذیل کی حکایت کافی سمجھتے ہیں۔ جسکی نظیر آج بھی کسی عہد سے

ملک میں نہیں مل سکتی۔

عبد المسیح بن اسحاق کندی جو ایک عیسائی عالم اور عرب ملکی عہدہ پر ممتاز تھا

مامون کے ایک عزیز کا دلی دوست تھا۔

اس ہاشمی نے عبد المسیح کو نہایت نرم لفظوں میں۔ ایک دوستانہ خط لکھا کہ اگر

آپ مذہب اسلام قبول کرلیں تو خوب ہو۔ مجھکو افسوس ہے کہ ایک ایسے سچے مہربان

---

۵ دیکھو طبقات الاطبا ترجمہ جبرئیل بن بختیشوع ۔ ۵ اسائکلو پیڈیا۔ برٹانیکا۔ ذکر مامون الرشید

کی طرف جیسا اسلام ہے ابتک آپ مائل نہین ہوے ہین"۔ اس خط کے جواب مین عبد المسیح نے جو کچھ لکھا کوئی شخص جبتک خود نہ دیکھ لے اوسکا اندازہ نہین کرسکتا۔ اوس برگزیدہ رہنماے خلق یعنی محمد مصطفےٰ اور قرآن مجید و صحابہ کی نسبت وہ الفاظ لکھے کہ سُنکر دل کانپ جاتا ہے۔ یہ پورا خط جو ایک رسالہ کی شکل مین ہے بمقام لندن مطبع گلبرٹ اور رونگٹن۔ تھوڑے دن ہوے چھاپا گیا ہے۔ مینے خود اوسکو دیکھا ہے۔ اور ناظرین کو یقین دلاتا ہون کہ وہ دیکھنے کے وقت ایک ایک حرف پر میرا دل لرزجاتا تھا۔ اگر آج عبد المسیح زندہ ہوتا تو تعزیرات ہند کے اثر سے کبھی نہ بچ سکتا۔ مامون کے سامنے یہ خط پیش ہوا تو اوسنے پڑھکر صرف یہ کہا کہ "جو مذہب دنیا کے کام کا ہے وہ زردشت کا مذہب ہے۔ اور جو محض آخرت کے لئے مفید ہے وہ عیسائی مذہب ہے۔ لیکن دین و دنیا دونون کے لئے جو مذہب موزون ہے وہ اسلام ہے"۔†

† افسوس ہے کہ اسپر بھی یورپین مصنفین کو تسکین نہین ہے۔ اور وہ تاریخی تصنیفات مین بھی ہمیشہ بادشاہان اسلام پر ایسے طریقے سے حملہ کرجاتے ہین۔ جسکی اصلی زد اسلام پر پڑتی ہے۔ ناواقف مورخین ایک طرف۔ مسٹر پامر صاحب جنکی عربیت کا ہمکو بھی اعتراف ہے۔ اور جنکی نظم و نثر عربی و فارسی کا مجموعہ حال مین چھاپا گیا ہے۔ تاریخ ہرون الرشید کے صفحہ ۲۲۲ مین لکھتے ہین کہ "اوسکے بیہودہ درباریون نے یہ بات اوسکے ذہن نشین کردی تھی۔ بلکہ کل پیرو اسلام اسبات کو اوسوقت مین اور کچھ مسلمان اب بھی سمجھتے ہین کہ کافر خدا کی مخلوق ہی نہین کہا جا سکتا"۔

ہم نہین جانتے کہ پامر صاحب کو ایسے محیط اور عام اتہام کی جرأت اپنی معلومات تاریخ دانی

اِن باتوں پر بھی مامون کی تاریخ کو ہم بیداغ نہیں کہہ سکتے۔ ہمکو ڈر ہے کہ آگے چلکر جہاں مامون کے مذہب کا ذکر آئے گا ایک خاص مسئلہ میں اوسکا مذہبی جوش دیکھکر شاید ناظرین اوسکی تمام خوبیاں دفعتاً بھول جائیں۔

ذوق علمی۔ رصد خانہ۔ زمین کی پیمائش۔ فنون فلسفیہ کے ترجمے۔ علوم کی اشاعت

اگرچہ خاندانی جھگڑے۔ ضروری لڑائیاں۔ روم کی مہمات۔ بار ہا انتظامات

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۱) کہ کر ہوئی۔ جس تاریخ پر اوسکو ناز ہے وہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ نامہ نگار صاحب اگر یہ بات یاد رکھتے تو اچھا ہوتا کہ جب خدا کی دنیا مسلمان مجاہدوں کے ہاتھ میں دیدی گئی تھی جن لوگوں نے ہزاروں لاکھوں عیسائیوں اور گرجوں کی حفاظت کا قطعی عہد لکھدیا وہ خلفاء راشدین تھے جو ہر باب میں مسلمانوں کے رہنما تسلیم کئے گئے ہیں۔ کیا عمر بن عبدالعزیز رحمہ نے دمشق کے عامل کو فرمان بھیجا کہ ولید نے گرجے کو توڑ کر مسجد میں جو اضافہ کر لیا تھا وہ ڈھا دیا جاوے اور عیسائیوں کو اجازت دیجاوے کہ وہاں پھر گرجا بنالیں[۵] عمر ثانی نہیں تسلیم کئے گئے ہیں اور کیا وہ لاکھوں گرجے مسلمانوں کے جائز۔ ناجائز نہ تھے۔ کیا خاص دولت عباسیہ کے عہد میں دار الخلافت بغداد میں سیکڑوں ہزاروں عالیشان گرجے نہیں تعمیر ہوئے۔ جہاں نہایت آبادی تھی

[۵] فتوح البلدان صفحہ [illegible]۔

کام تھے - جو مامون کے روزانہ اوقات - اور دل و دماغ کو مصروف رکھتے تھے - تاہم اوسکے علمی ذوق پر غالب نہین آسکتے تھے - جب وہ مصر گیا تو ایک شخص نے اوسکو مبارکباد دی کہ آج عراق - حجاز - شام - مصر - سب آپکے زیرنگین ہین - اور رسول اللہ کے ابن عم ہونے کا شرف ان سب پر مستزاد ہے - مامون نے کہا - "ہان مگر یہ آرزو ہنوز باقی ہے کہ مجلس عام مین شایقین حدیث جمع ہون اور مستملی میرے سامنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۲) ہر ایک قسم کی مذہبی رسوم ادا کیجاتی تھین - ہم ہامر صاحب کے ہم خیال مصنفین کی خدمت مین عرض کرتے ہین کہ اگر اونکو شبہہ ہو تو - دیر الروم - دیر اشمونی - دیر الثعالب - دیر درثنا - دیر درمالس - دیر سمالو - دیر عذاری - دیر العاصیہ - دیر الزریقیہ - دیر الزندرود کے حالات معجم البلدان مین پڑہین ۹۱ - عضد الدولہ دیلمی کہ دیلمی خاندان کا سرتاج اور خلافت بغداد کی قسمت کا مالک تھا - اوسکا وزیر اعظم نصر بن ہرون ایک عیسائی رئیس زادہ تھا - اوسی نے عضد الدولہ کی خاص اجازت سے تمام ممالک اسلامی مین جا بجا گرجے تعمیر کرائے ۹۲ -

بے شبہہ مسلمانون مین ایسے بھی تنگدل لوگ گذرے ہین - جو دوسرے مذہبون کی آزادی کو صدمہ پہونچاتے تھے - لیکن یہ شخصی حالتین ہین - اور اون سے عام راے کا اندازہ نہین ہو سکتا - ہمکو معلوم ہے کہ علی بن سلیمان گورنر مصر نے - مصر کے تمام گرجے ڈہا دئے تھے - لیکن اوسی کے

[۹۱] اون مین عیسائیون کے اور بہت سے گرجے تھے لیکن ہمنے مشہور اور ممتاز گرجون کے نام لکھے ہین - بعض گرجے خاص خاص تیوہارون کے لئے مخصوص تھے - جہان اوقات معینہ پر بڑا مجمع ہوتا تھا - اور بڑی شان و شوکت سے عیسائی - اپنے مراسم مذہبی ادا کرتے تھے - [۹۲] دیکھو روضۃ الصفا و حبیب السیر ذکر سلطنت عضد الدولہ

بیٹھا ہوا درس کہے کہ ہاں وہ کیا حدیث ہے میں بیان کرنا شروع کردوں کہ حماد نے یہ روایت کی الغرض بحث میں وہ اسلامی علوم کو حد کمال تک حاصل کرچکا تھا۔ اب فلسفہ ریاضی ہوا۔ اور دن رات اسی مذاکرے میں بسر کرتا تھا۔

اوسکے علمی ذوق کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اوسکی آستینوں پر اقلیدس کے مقالۂ اولے کی شکل سحم کا طغرا سا ہوتا تھا۔ کیونکہ یہ شکل اوسکو نہایت مرغوب تھی

جامع مسجد ۲۱۲ھ میں اس کی بنیاد ڈالی گئی جس کو عیسیٰ ابن موسیٰ نے جو خاندان عباس سے تھا اور ۲۱۳ھ میں مصر کا گورنر مقرر ہوا خاص سرکاری خزانے سے کل گرجے از سر نو تعمیر کرا دیئے[۱۵]

مسلمانوں کی حکومت میں دوسرے مذہب والوں کو جو ملکی حقوق ملتے رہے ہیں۔ کون گورنمنٹ اوس سے بڑھکر دیگی ہے۔ تاریخ ابن خلکان وفوات الوفیات میں بہت سے یہودی اور عیسائیوں کے نام ملتے ہیں جو سلطنت میں بڑے بڑے معزز عہدوں پر ممتاز رہے ہیں۔ آثار اسلام سے عبدالملک بن مروان کی سلطنت تک تمام دیوان کا دفتر رومی۔ وفارسی زبان میں رہا اور اتنی وسیع مدت تک خراج کے محکمے میں عموماً دوسری ہی قومیں سیاہ و سپید کی مالک تھیں۔ اکثر جہانگیری فیاضیوں کو بوجہ مسلمان کا ایک حصہ جانتا ہے۔ عام میل جول کے لحاظ سے دیکھو تو تاریخ کے ہر صفحہ میں مسلمانوں کی بے تعصبی کی شہادت ملتی ہے سیکڑوں عیسائی اور یہودی علماء جو عباسیوں کے درباروں میں تھے اون سے ملنا کس

[۱۵] دیکھو حسن المحاضرہ تاریخ مصر بامر و اعلات ص

اسی وجہ سے عربی مین پانچوین شکل کو شکل ماموتی کہتے ہین - غالباً مامون کے سوا اور کسی بادشاہ اسلام کو یہ فخر نہین حاصل ہے - کہ اوسکے نام سے کوئی علمی اصطلاح قایم ہوئی ہو -

ہرون الرشید کا قایم کیا ہوا - بیت الحکمۃ موجود تھا جسمین پارسی عیسائی یہودی - ہندو - مترجمین نوکر تھے - اور فنون حکمت کے متعلق تصنیف اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۴) سب بے تکلفی اور یگانگت سے ملتے تھے - جبرئیل جو ایک عیسائی فاضل تھا اُسکو ہرون الرشید نے علاوہ بے انتہا جاگیرون اور صلون کے یہ عزت دی تھی کہ دربار مین جو شخص کوئی حاجت پیش کرنی چاہتا تھا اوسکو پہلے جبرئیل کی خدمت مین باضابطہ حاضر ہونا پڑتا تھا - اوسکا بیٹا بختیشوع جاہ و منزلت کے اس پایہ تک پہونچا کہ لباس و آرایش مین خلیفہ متوکل باللہ کا ہمسر گنا جاتا تھا[۵] - خلیفہ المعتصم باللہ حکیم سلمویہ کی بیماری مین خود عیادت کو جایا تھا - اور جب اوسنے انتقال کیا تو ایک دن کھانا نہین کھایا - اور حکم دیا کہ اوسکا جنازہ دار الخلافۃ مین لاکر رکھا جاوے اور اوسکے عزیز بخور و شمع کے ساتھ عیسائیون کے طریقے موافق اسپر نماز پڑھین - خلیفہ معتضد باللہ کے دربار مین جہان تمام وزرا اور امرا دست بستہ کھڑے رہتے تھے صرف وزیر اعظم اور ثابت بن قرہ کو جو ایک صابی المذہب عالم تھا بیٹھنے کی اجازت تھی - ایک دن معتضد اور ثابت بن قرہ ہاتھ مین ہاتھ ڈالکر ٹہل رہے تھے کہ دفعتہً معتضد نے ہاتھ کھینچ لیا - ثابت ڈر گیا - معتضد نے کہا ڈرو نہین - میرا ہاتھ اوپر تھا - مینے یہ گستاخی پسند نہ کی - اہل علم کا ہاتھ اوپر چاہیئے - ابتدا مین مسلمانون نے انہین قومون سے علوم و فنون سیکھے اور جب خود استادی کے رتبہ پر پہونچے تو کس سیر چشمی اور فیاضی سے اونکو علوم و فنون کی تعلیم دیکر شاگردی

[۵] طبقات الاطبا و راس الی اصیبعۃ مین جبرئیل و بختیشوع کے حالات پڑھو -

ترجمے کرتے رہتے تھے۔ لیکن اتنک جو سرمایہ جمع ہوا تھا۔ وہ مامون کے شوق علمی کے لئے کافی نہ تھا۔

ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ ایک محترم شخص تخت پر جلوہ فرما ہے۔ مامون نے نزدیک جا کر پوچھا۔ "آپکا اسم مبارک"۔ تخت نشین نے کہا "ارسطو" مامون پر خوشی کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ پھر عرض کیا کہ "حضرت دنیا میں کیا چیز اچھی ہے"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۵) کا حق ادا کیا۔ اور کتابیں اخلاص اور تالیف کی دوستانہ گرمجوشیاں آج بھی تعجب کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ علامہ شہرستانی الرمی نے جو مسلمانوں کے ایک شہرے درجے کے فیلسوف مؤرخ ہیں۔ ابو اسحٰق صابی کا ایسا حسرت انگیز مرثیہ لکھا کہ اگر اس کا ہم مذہب اور نہایت دلی دوست بھی لکھتا تو اس سے زیادہ درد انگیز اور پُر اثر نہ لکھ سکتا۔ اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ علامہ موصوف جب کبھی ابو اسحٰق صابی کے مزار کی طرف سے گذرتے تھے تو محض اس کی تعظیم کے لئے سواری سے اتر پڑتے تھے اور اسکی قبر کے سامنے سے پیادہ گذرتے تھے[1]۔

ہمکو افسوس ہے کہ اس ضمنی بحث کو گو ہم نے بہت کچھ سمیٹ کر لکھا۔ تاہم موقع اور مقام کی حیثیت سے زیادہ لکھ گئے ناظرین معاف فرمائیں لیکن خیال رکھیں کہ ہماری اس بحث کے مخاطب صرف ناآشنا صاحب ہیں یورپ اور کے ہم زبان اور ہم خیال ہیں۔ اور اسی خیال سے ہمنے اس بحث کو ذرا طول دیدیا۔

[1] دیکھو تاریخ الحکماء امری مذکرہ ابو اسحٰق صابی۔ ابن خلکان میں اس مرثیہ کے چند اشعار بھی نقل کئے گئے ہیں

خیالی ارسطو نے جواب دیا - "جسکو عقل اچھا کہے" - دوبارہ مامون نے درخواست کی کہ مجھکو کوئی نصیحت ارشاد ہو - جواب ملا کہ "توحید - اور صحبت نیک - ہاتھ سے نہ دینا"[۵۱]

مامون یون ہی فلسفہ پر مٹا ہوا تھا - ارسطو کی زیارت نے اور بھی آگ پر روغن کا کام دیا - اوسنے قیصر روم کو خط لکھا کہ ارسطو کی جسقدر تصانیف مل سکین - دار الخلافہ کو روانہ کیجایئن" - یہ وہ زمانہ تھا - کہ بادشاہان اسلام کے معمولی خطوط - قیصر وفغفور پر فرمان کا اثر رکھتے تھے قیصر تعمیل ارشاد پر مستعد ہوا - مگر روم کے اطراف مین فلسفہ خود گمنام ہو چکا تھا - بڑی تلاش سے ایک راہب ملا جسنے پتہ دیا کہ یونان مین ایک مکان ہے جو قسطنطین کے زمانہ سے مقفل ہے - اور جتنے تاجدار اوسکے بعد تخت نشین ہوئے قفلون کی تعداد بڑھاتے گئے - قسطنطین نے فلسفہ کی تمام کتابین ہر جگہ سے جمع کرکے اوس مکان مین بند کرادی تھین - کہ اگر فلسفہ وحکمت کو آزادی ملی تو دین عیسوی کو سخت صدمے اوٹھانے پڑینگے -

راہب کی ہدایت پر یہ پرخطر خزانہ کھولا گیا - تو بہت سی کتابین محفوظ ملین - لیکن قیصر کو اب یہ خیال پیدا ہوا کہ مسلمانون کے ساتھ ایسی فیاضی مذہباً ممنوع تو نہ ہو - ارکان دولت نے متفق اللفظ عرض کیا کہ "کچھ مضایقہ نہین - فلسفہ اگر مسلمانون مین پھیلا تو اونکے مذہبی جوش کو بھی ٹھنڈا کرکے رہیگا" قیصر نے بھی یہی مناسب سمجھا اور پانچ اونٹ

[۵۱] اس خواب کا تذکرہ صاحب کشف الظنون نے ذکر حکمت مین اور علامہ ابن ابی اصیبعہ نے حنین کے ترجمہ مین مختلف روایتون کے ساتھ کیا ہے - مینے جو روایت لکھی وہ نامۂ دانشوران ناصری سے لکھی ۱۲

لاد کر خاص فلسفہ کی کتابیں مامون کے پاس روانہ کیں مامون نے تصنیفات ارسطو کے ترجمے پر یعقوب بن اسحاق کندی کو مامور کیا جو مختلف زبانوں کے جانے اور تحقیقات علمی میں عموماً بے نظیر مانا جاتا تھا۔ مامون نے خود بھی حجاج بن المطر یوحنا بن البطریق سلما۔ کو جو بیت الحکمۃ کے مہتمم اور افسر تھے اس غرض سے روم بھیجا کہ ایسی تسدسے کتابیں انتخاب کر کے لائیں آرمینیہ مصر۔ شام قبرص۔ اور دوسرے مقامات میں بھی قاصد بھیجے اور لاکھوں روپئے عنایت کئے کہ جستہ جستہ صرف سے اور سطح ممکن ہو فلسفی تصنیفات بہم ہو جائیں۔ اسی زمانہ میں قسطاس لوقا ایک عیسائی فلاسفر اپنے شوق سے روم گیا اور بہت حکمت کی بہت سی کتابیں بہم ہو گئیں۔ مامون کو اوسکا حال معلوم ہوا تو بلا بھیجا اور بیت الحکمۃ میں ترجمے کے کام پر مقرر کیا سہل بن ہارون کو جو ایک فارسی النسل حکیم تھا۔ مجوسیوں کے علوم و فنون کے ترجمے کی خدمت دی۔[1]

مامون کی التفات اور توجہ دیکھکر تمام د ماغوں میں یہ جوش پھیل گیا۔ محمد۔ واحمد وحسن نے جو مامون کے خاص ندیم۔ اور ہندسہ۔ حیل۔ موسیقی۔ میں اوستاد وقت مشہور تھے روم کے اطراف میں بہت سے ایلچی بھیجے۔ اور فنون حکمیہ کی ہزاروں کتابیں منگوائیں دور دور دراز ملکوں سے مترجم بلوائے اور بیش قرار تنخواہوں پر ترجمہ کرنے کے لئے

---

[1] یہ تمام تفصیل ہم اپنے رسالہ "مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم" میں لکھ چکے ہیں۔ اور اوسکو کیمید بعیر کے سامنے یہاں نقل کر دیا ہے۔ ۱۲

نوکر رکھا۔

جبریل بن بختیشوع المتوفی ۲۱۵ھ جو ایک عیسائی طبیب اور دربارِ خلافت کا بڑا رکن تھا اوسنے بھی ترجمہ کے کام مین بڑی فیاضیان دکھائین۔ ہرونی و مامونی فیاضیون نے مال و دولت کے اعتبار سے اوسکو ایک مستقل والی ملک بنا دیا تھا[۱]۔

اِس عہد مین جن کتابون کے ترجمے ہوئے وہ یونانی۔ فارسی۔ کالڈی قبطی۔ شامی۔ زبانون کی تھین۔

جن بادشاہون سے دوستانہ تعلق تھا۔ چونکہ مامون کا میلان طبیعت اسی طرف پاتے تھے۔ اسی مذاق کے تحفے و ہدایا بھیجتے تھے۔ ہندوستان کے ایک راجہ نے

---

[۱] علامہ ابن ابی اصیبعہ نے اپنی تاریخ مین جبریل کی آمدنی و مصارف کا ایک مفصل نقشہ نقل کیا ہے جو جبریل کے مرنے کے بعد اوسکے خزانہ میں پایا گیا تھا۔ ہم اس موقع پر صرف آمدنی کی بعض مدات لکھتے ہین جس سے معلوم ہوگا کہ خاندان عباسی نے کس بے نظیر فیاضی سے اپنے دربار مین اہل کمال جمع کیے تھے اور یہ کہ اونکی فیاضیون مین مسلمان اور دوسری قومین برابر حصّہ رکھتی تھین۔

تفصیل آمدنی۔ "عام صیغہ سے دس ہزار درہم ماہوار۔ خاص صیغہ سے پچاس ہزار درہم ماہوار لباس کے لئے پچاس ہزار درہم ماہوار۔ خوراک کے لئے پانچ ہزار درہم ماہوار۔ روزہ کے افطار مین پچاس ہزار درہم۔ قطر کے دن پچاس ہزار درہم۔ خلیفہ کی فصد کے دن ہر دفعہ پچاس ہزار درہم۔ دوا پلانے کے لئے سال مین دوبار پچاس ہزار درہم۔ اسکے علاوہ خاندان شاہی اور دربار وزارت سے جو روزینے مقرر تھے اونکی یہ تفصیل ہے۔ زبیدہ خاتون۔ پچاس ہزار درہم سال عباسہ پچاس ہزار درہم۔ فاطمہ ستر ہزار درہم۔ عیسی بن جعفر پچاس ہزار۔ ابراہیم بن عثمان۔ تیس ہزار درہم یحییٰ بن خالد برمکی چھ لاکھ درہم سال جعفر برمکی بارہ لاکھ درہم فضل بن یحییٰ چھ لاکھ درہم۔ فضل بن الربیع پچاس ہزار درہم۔ ۱۲

اپنی ریاست کے مشہور حکیم **دوبان** کو اونکی خدمت میں بھیجا - اور خط میں لکھا کہ جو ہدیہ آپکی خدمت میں روانہ کرتا ہوں دنیا میں اوس سے بڑھکر مفید - اونا در - اور عزیز تحفہ نہیں ہوسکتا"

اس حکیم نے کسطرح معلوم کیا تھا - کہ ایوان **کسریٰ** میں ایک صندوق ہے جس میں نوشیروان کے وزیر کی ایک نہایت بے مثل تصنیف چھپا کر رکھی گئی ہے مامون سے کہکر اوسے صندوق منگوایا کھولا گیا تو دیبا کے ٹکڑے میں لپٹا ہوا دیبا سو ورق کا ایک رسالہ ملا - مامون نے اوسکا ترجمہ سنا تو نہایت متاثر ہوا - اور فضل بن سہل سے مخاطب ہوکر کہا کہ "خدا کی قسم کلام اسکو کہتے ہیں - وہ نہیں جو ہم لوگ کیا کرتے ہیں"[1]

حجاج بن یوسف کوفی - قسطا بن لوقا البعلبکی - ابو حسان - سلما - حنین بن اسحٰق - سہل بن ہرون - ابوجعفر یحییٰ ابن عدی - محمد بن موسیٰ خوارزمی - حسن بن شاکر احمد بن شاکر - علی ابن العباس بن احمد جوہری - یعقوب کندی - یوحنا بن ماسویہ - ابن البطریق - محمد بن شاکر - یحییٰ بن ابی المنصور - مامون کے دربار کے مشہور مترجم اور بیت الحکمۃ کے مہتمم تھے - ان مترجموں میں سے اکثر کی تنخواہیں - آجکل کے حساب سے ڈھائی ڈھائی ہزار روپیہ ماہوار تھیں - ترجمہ کا کام دولت عباسیہ میں خلیفہ منصور کے عہد سے شروع ہوا اور ایک مدت تک بڑے اہتمام سے جاری رہا - یہ کہنا قریباً صحیح

[1] اسد السلوک مطبوعہ ٹونس صفحہ ۲ و ۳ -

ہی کہ یونان - واٹلی - وسسلی - واسکندریہ کا کوئی علمی سرمایہ ایسا باقی نہین رہا جو ترجمے کے ذریعہ سے عربی زبان مین منتقل نہین ہوا - یہی چیز ہے جسکی وجہ سے علمی دنیا مین دولت عباسیہ کی شہرت کی آواز بازگشت آجتک آرہی ہی لیکن بالخصوص مامون الرشید کا دور اس فخر کے تاج کا طرّہ ہے - مامون کے سوا اور عباسی خلفا مثل ہرون الرشید وامین ومعتصم وغیرہ علوم فلسفیہ سے محض ناواقف یا برائے نام واقف تھے اور اسوجہ سے اونکے اہتمام وتوجہ کا اثر وہ نہین ہوسکتا تھا جو ایک ماہر فن کا ہوسکتا تھا - اس سے زیادہ یہ کہ خوش قسمتی سے یا مامون کی رتبہ شناسی سے - ماموانی عہد کے مترجم زباندان ہونیکے علاوہ حکیم اور مجتہد الفن بھی تھے - یعقوب کندی جو اوسکے دربار کا بڑا مترجم تھا مسلمانون مین ارسطو کا ہم پلّہ تسلیم کیا گیا ہے - سلیمان بن حسّان نے لکھا ہے کہ ”اسلام مین کندی کے سوا اور کوئی شخص فلاسفر کے لقب سے ممتاز نہین ہوا - وہ طب - حساب - منطق - موسیقی - ہندسہ - طبایع اعداد - نجوم - کا بہت بڑا ماہر تھا“[1]

ان علوم مین اوسکی مستقل تصنیفین موجود ہین - علامہ بن ابی اصیبعہ نے اپنی کتاب طبقات الاطبا مین اوسکی تصنیفون کی ایک مفصل فہرست لکھی ہے جسمین دوسو بیاسی[۲۸۲] کتابون اور رسالون کے نام ہین - انمین سے بعض مین اوسنے یونانی حکما

[1] دیکھو طبقات الاطبا - حالات یعقوب کندی - یہ جو کچھ اس حکیم کی نسبت لکھا ہی - اسی معتمد کتاب سے لکھا ہے جو اپنے باب مین ایک بے نظیر تصنیف ہے -

کی ساٹھیاں مات کی ہیں بعض میں آلات حدیدہ کا بیان ہے۔ ایک رسالہ ایک آلہ لکھا ہے جس سے تمام اجرام کا بعد دریافت ہو سکتا ہے۔ ایک اور آلہ کی ترکیب لکھی ہے جس سے تمام معادیات کا بعد معلوم ہو سکے۔ اس قسم کے اور جدید آلات پر اوسنے رسالے لکھے ہیں۔ علوم فلسفیہ کے ترجمہ میں اس بات کو بہت بڑا دخل ہے کہ مترجم فن سے بھی پوری واقفیت رکھتا ہو۔ اسی بنا پر ابومعشر نے کتاب المذکرات میں لکھا ہے کہ اسلام میں چار مترجم چار شخص گذرے۔ "یعقوب کندی، حنین بن اسحق، ثابت بن قرہ، عمر بن الفرخان الطبری" یعقوب کندی نے ترجمہ کے ساتھ اصل کتاب کی مشکلات بھی حل کردیں۔ اور اسوجہ سے اوسکے ترجمے ایک اعتبار سے شرح کی حیثیت رکھتے ہیں

یعقوب کندی کی خاص تصنیفیں جو منطق میں ہیں ایک مدت تک درس میں داخل تھیں اور جبتک حکیم ابونصر فارابی کی تصنیفیں نہیں شائع ہوئیں اونکا رواج تمام ممالک فارس وخراسان عراق میں قایم رہا۔ یعقوب کے شاگردوں میں سے حسنویہ نفطویہ سلمویہ احمد بن الطیب کو علمی شہرت حاصل ہے۔ احمد بن الطیب علوم فلسفیہ کا بڑا ماہر تھا۔ اوسنے اکثر ارسطو وغیرہ کی تصنیفات کے خلاصے کئے اور شرحیں لکھیں۔

ثابت کے علاوہ دوسرا مترجم حنین بن اسحق[۵۱] جسکا [illegible] مامون ہی کے عہد میں

---

۵۱ ان کے متعلق مذکور طبقات الاطبا جلد [illegible] کے ذیل ہے۔

ہوا - ترجمہ کا ناموربہیرو ہے - عربیت کی تکمیل خلیل بن احمد بصری سے کی تھی جولغات عرب کا پہلا مدون اور فن عروض کا موجد ہے - یونانی زبان بلادروم مین جاکر سیکھی - اوّل اوسنے جبریل بن بختیشوع کی خدمت مین رسائی حاصل کی - رفتہ رفتہ دربار خلافت مین پہونچا - مامون نے اوسکو ترجمہ کے کام پر مامور کیا اور زرو مال سے مالا مال کر دیا - مشاہرہ کے علاوہ - صلہ و انعامات کی کوئی حد نہ تھی - مشہور یہ ہے کہ مامون ہر کتاب کے ترجمہ کے عوض کتاب کی برابر سونا تول کر دیتا تھا - لیکن حنین نے خود ایک رسالہ مین دینار کی بجاے درہم کی تصریح کی ہے - علامہ بن ابی اصیبعہ نے کتاب طبقات الاطبا مین جو ۶۴۳ھ مین تالیف ہوئی لکھا ہے کہ مینے خود حنین کے بہت سے ترجمے دیکھے جو اوسکے کاتب ازرق کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے اور جنپر مامون الرشید کا شاہی طغرا بنا ہوا تھا - ابن ابی اصیبعہ کا بیان ہے کہ "یہ مترجم کتابین نہایت جلی خط مین تھین - کاغذ بھی نہایت گندہ تھا اور ہر صفحہ مین صرف چند سطرین تھین - غالباً حنین قصداً کتاب کی ضخامت کو بڑھاتا جاتا تھا کیونکہ کتاب کی برابر تول کر اوسکو چاندی ملتی تھی" - علامہ موصوف ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ اگر اسقدر گندہ اور مضبوط کاغذ پر نہ لکھی ہوتین تو آجتک یہ کتابین محفوظ نہین رہ سکتی تھین - علامہ بن ابی اصیبعہ نے حکیم جالینوس کے ذکر مین جالینوس کی ایکسو اکیس کتابون کے نام اور اونکے مضامین لکھے ہین - پھر لکھا ہے کہ قریباً یہ سب کتابین حنین نے عربی مین ترجمہ کین - حنین نے ایک رسالہ مین خود جالینوس

کی تصنیفات کی تفصیل کی ہے اور کہا ہے کہ جیسے کن مشکلوں سے یہ کتابیں ہم پہونچائیں
اور اونکے ترجمے کئے۔ وہ لکھتا ہے کہ "کتاب البرہان کی تلاش میں میں نے جزیرہ
فلسطین مصر۔ اسکندریہ۔ اور تمام ممالک شام میں پھرا لیکن صرف نصف مقالہ
دمشق میں دستیاب ہوا"۔ جالینوس کی کتابوں کے ترجمے اور مترجمین نے بھی کئے۔
مثلاً اسطاث۔ ابن بکس۔ بطریق۔ ابوسعید عثمان دمشقی۔ موسیٰ بن خالد۔ لیکن حنین کے
ترجموں سے اونکو کچھ نسبت نہیں ہے۔ علامہ ابن ابی اصیبعہ نے موسیٰ بن خالد کے
ترجمے خود دیکھے۔ اونکا بیان ہے کہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ تعجب یہ
ہے کہ حنین خود بھی صاحب تصنیفات تھا۔ طبقات الاطباء میں اوسکی خاص تصنیفات کی
فہرست تین صفحوں میں نقل کی ہے جسکو ہم تطویل کے لحاظ سے قلم انداز کرتے ہیں
حنین کا نامور فرزند اسحق اور اوسکا بھانجا حبیش ان دونوں نے ترجمہ کے کام
کو بہت وسعت دی۔ ارسطو کی اکثر فلسفی تصنیفات اسحق نے ترجمہ کیں۔

قسطا بن لوقا البعلبکی بھی نہایت نامور فاضل اور مختلف زبانوں کا ماہر تھا۔ ابن الندیم
کا بیان ہے کہ "وہ طب۔ فلسفہ۔ ہندسہ۔ اعداد۔ موسیقی۔ میں مہارت کامل رکھتا تھا
یونانی زبان نہایت فصاحت سے بولتا تھا عربیت میں کامل تھا"۔ علامہ ابن ابی اصیبعہ
نے لکھا ہے کہ "اوس نے یونان کی بہت سی کتابیں عربی میں ترجمہ کیں۔ اور اکثر پہلے
ترجموں کی اصلاح کی"۔ اسکے علاوہ وہ خود بھی صاحب تصنیفات تھا۔
طبقات الاطباء میں اوسکی بہت سی تصنیفات کے نام لکھے ہیں۔

خاص مامون کے عہد مین جسقدر کتابین ترجمہ ہوئین اور اونپر جو شروح و حواشی لکھے گئے اونکی فہرست کے لیے ایک مستقل رسالہ درکار ہے۔[1]

مامون جسقدر فلسفہ کے دلچسپ مسائل سے آگاہ ہوتا گیا اوسکے شوق تحصیل کو اور ترقی ہوتی گئی۔ اور زیادہ تر تحقیق و تجربے پر مائل ہوا۔

علم جبر و مقابلہ

علم جبر و مقابلہ پر اسلام مین اوّل جو کتاب لکھی گئی وہ اسی عہد کے ایک مشہور عالم محمد بن موسی خوارزمی نے مامون کی فرمایش سے لکھی۔ یہ تصنیف آج بھی موجود ہے اور اسقدر جامع و مرتب ہے کہ گو علماے اسلام نے جبر و مقابلہ مین سیکڑون نادر کتابین لکھین لیکن اصل مسائل مین اوس سے چندان زیادہ ترقی نکر سکے۔

زمین کی پیمایش

یونانی کتب حکمت مین اوسنے پڑہا تھا کہ کرۂ زمین کا دور ۲۴ ہزار میل ہے۔ مزید تحقیق کے لحاظ سے محمد۔ واحمد۔ وحسن کو جو اوسکے خاص ندیم اور فنون حکمت کی ترقی و اشاعت مین اوس سے بھی کچھ زیادہ سرگرم تھے حکم دیا کہ دربار مین جو ہیئت دان

---

[1] تعجب ہے کہ صاحب کشف الظنون نہ صرف مامون الرشید بلکہ خاندان عباسیہ کی مجموعی کوششون کو بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ وہ علم حکمۃ کے ذیل مین لکھتے ہین کہ "یونان کی عمدہ اور معظم تصنیفات عربی مین ترجمہ نہین ہوئین اور جسقدر ہوئین اون مین اکثر غلطیان رہگئین"۔

مین اس موقع پر صرف اسقدر کہنا چاہتا ہون کہ صاحب کشف الظنون کو تاریخ الحکما و طبقات الاطبا لابن ابی اصیبعۃ غور سے پڑھنا چاہیے تھا۔ مین کئی سو تصنیفات کے ترجمون کا نشان دیسکتا ہون۔

ماہرین فن ہیں اونکو ساتھ لیں - اور کسی ہموار اور وسیع صحرا میں آلات رصدیہ اور اصول حساب کے استعمال سے کرہ زمین کی پیمایش کریں سنجار کا سطح اور وسیع میدان اس تجربے کے لئے نہایت مناسب مقام تھا - ان لوگوں نے پہلے ایک جگہ ٹھہر کر آلات رصدیہ کے ذریعہ سے قطب شمالی کا ارتفاع معلوم کیا - پھر وہاں ایک کھونٹی گاڑدی اور ایک لمبی رسّی اوسمیں باندھکر ٹھیک شمالی کی سمت چلے - رسّی جہاں ختم ہوگئی - وہاں ایک دوسری کھونٹی گاڑدی - اور اوسمیں ایک رسّی باندھکر پھر شمال سمت کو چلے اور ایک جگہ ٹھہر کر رصد سے دیکھا تو قطب شمالی کا ارتفاع ایک درجہ بڑھ گیا تھا - اس جسقدر مسافت طے ہوئی تھی اوسکی مساحت کی تو ۶۶ میل اور دو ثلث میل ٹھہری - اس سے نتیجہ نکالا کہ آسمان کے ہر ایک درجہ کے مقابل میں زمین کی سطح ۶۶ میل اور دو ثلث میل ہے پھر اوسی مقام سے ٹھیک جنوب کی طرف چلے - اور اوسیطرح رسیاں باندھتے گئے یہاں قطب شمالی کا ارتفاع لیا تو معلوم ہوا کہ ایک درجہ کم ہے اس طرح حساب لگایا کہ ایک درجہ کے مقابل - زمین کی جو مساحت ٹھہری تھی اوسکو تین سو ساٹھ میں ضرب دیا کیونکہ آسمان کے درجے اسیقدر قرار دیئے گئے ہیں - اس حساب سے محیط زمین ۲۴ ہزار میل ٹھہرا - [1]

دولت اسلامیہ میں اول جسنے رصد خانہ کی بنیاد ڈالی اور بیش بہا آلات رصدیہ مہیا کئے وہ یہی نامور خلیفہ مامون ہے - اس کام کے لئے اوسنے علاوہ اون لوگوں کے جو دربار میں تھے تمام ممالک محروسہ سے ہیئت و ہندسہ کے ماہرین فن طلب کئے - اور ۲۱۴ھ میں

[1] ابن خلکان ترجمہ محمد بن موسیٰ ۱۲

مین بمقام شماسیہ عظیم الشان رصدخانہ قایم کیا - جسکے مہتم یحییٰ ابن ابی المنصور راس المنجمین - خالد بن عبدالملک مرورودی - سند بن علی - عباس بن سعید جوہری اور چند ریاضی دان علما تھے - نہایت بیش بہا آلات رصدیہ طیار ہوئے - اور آفتاب کے میل کا مقدار - اوسکے مرکزون کا خروج - اوج کے مواضع - اور چند سیارات وثوابت کے حالات دریافت کئے گئے۔[۹۱]

مامون کے زمانہ تک جس زیج پر اعتماد کیا جاتا تھا - وہ محمد بن ابراہیم فزاری کی تالیف تھی - لیکن نئی تحقیقات کے بعد مامون کے ایک بڑے منجم ابوجعفر محمد بن موسیٰ خوارزمی نے جو زیج ترتیب دی - اوسکی شہرت مقبول نے اورون کا نام مٹا دیا - یہ زیج - دنیا کی تمام مستند زیجون سے ماخوذ تھی - اوساط تو ہندوستان کی زیج کے مطابق لکھے تھے - تعدیلین فارس کی تحقیقات کے موافق تھین - اور میل شمس بن بطلیموس کی راے لی تھی - اسکے ساتھ ترتیب و تقریب کے متعلق خود دلپسند ایجادین کی تھین۔[۹۲]

مامون کے ایک دوسرے منجم حبش حاسب مروزی نے بھی تین زیجین طیار کین - مگر اونمین جو تحقیقات جدیدہ کے مطابق اور مامون کے نام سے منسوب ہے زیادہ مشہور ہوئی۔[۹۳]

---

۹۱ کشف الظنون - ذکر ارصد - ۱۲ ۹۲ دیکھو جامع التصص الہندیہ مطبوعہ فرانس مقام .... سنہ ۱۸۴۸ء صفحہ ۱۰۰
۹۳ کشف الظنون ذکر زیج حبش الحاسبۃ -

ایشیائی حکومتوں میں کسی شہر کی اشاعت کے لئے صرف یہ بات کافی ہے کہ دربار اوسکی وقعت اور اوسکا قدرداں ہو۔ لیکن مامون کے عہد میں جداگانہ باتیں جمع ہوگئی تھیں۔ اوسوقت تک مسلمانوں میں عزم و ثبات کا مادہ موجود تھا اور ہر شخص کا دل جوش اور اُمنگ سے لبریز تھا یہ گرم طبیعتیں جس طرف رخ کرتی تھیں۔ کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھتی تھیں۔ اسکے ساتھ مامون کی پایہ شناسی اور فیاضیوں نے اور بھی حوصلے بڑھا دیئے۔ اور چونکہ مامون خود نہایت محقق اور ماہر فن تھا۔ اور اوسکے دربار میں عروج پانا کچھ آسان بات نہ تھی۔ ملک میں کمال کا عام رواج ہوگیا۔

سنہ ۲۱۲ھ میں جب وہ بغداد واپس آیا تو قاضی یحییٰ بن اکثم کو حکم دیا کہ علما و فضلا میں سے ایسے شخص انتخاب کئے جائیں جو علمی مجلسوں میں شریک ہوا کریں[1]۔ یحییٰ نے ہر جگہ سے ادیب فقیہ شاعر متکلم حکیم طلب کئے۔ اور معقول تنخواہیں مقرر کیں[2]۔ اصمعی کو جو ایک عجوبہ روزگار شخص تھا۔ اور لغات عرب کا قریباً ایک ثلث اوسکی روایت تھی۔ بصرہ سے بلا بھیجا۔ مگر چونکہ اوسنے ضعف اور کبر سالی کا عذر کیا۔ اسلئے حکم دیا کہ نحو اور ادب کے متعلق مسائل جو دربار کے علما حل نہ کرسکیں اصمعی کے پاس جواب کی غرض سے بھیجے جائیں[3]۔ شاہ یونان کو خط لکھا کہ حکیم لیو کو اجازت دیجائے کہ مجھکو یہاں آکر فلسفہ پڑھا جائے۔ جسکے جواب

[1] والسوانح ... فی حصر الاولیٰ ۲۱۲ مروج الذہب مسعودی۔ ذکر خلافۃ مامون ...

[2] طبقات ... ۱۲

مین مسلسل دائمی کا وعدہ - اور پانچ ہزار تن سونا دینا منظور کرتا ہون[۵۱] -

فرا نحوی

فرا نحوی کو جو علم نحو کے ارکان مین شمار کیا گیا ہے - حکم دیا کہ نحو مین ایسی جامع کتاب لکھے جو تمام اصول کو حاوی اور اہل زبان کے محاورات اور طریق استعمال سے مستنبط ہو - اس غرض سے ایوان شاہی کا ایک کمرہ خالی کیا گیا - اور خدام - و ملازم مقرر ہوے - کہ فرا کو کسی ضرورت کے لئے کچھ کہنا نہ پڑے صرف نماز کے وقت آدمی اطلاع کرتا تھا - کہ "وقت ہوا" بہت سے کاتب اور ناقلین معین ہوے کہ جو کچھ فرا بتاتا جاے - لکھتے جائین - دو برس کی متصل محنت مین ایک نہایت بسیط کتاب طیار ہوئی - مامون نے حکم دیا کہ اوسکی بہت سی نقلین لکھوا کر کتب خانون مین بھیجی جائین - اس کتاب کا نام کتاب الحدود ہے - فرّا نے اوسکے بعد کتاب المعانی لکچر کے طور پر لکھوائی راوی کا بیان ہے - کہ جو شائقین فن اوسکے لکھنے کے لئے ہر روز فرا کی خدمت مین حاضر رہتے تھے - مینے اون سب کا شمار کرنا چاہا تو نہ کر سکا - لیکن صرف قاضیون کو گنا تو اسّی تھے[۵۲] -

فارسی شاعری

مامون کے عہد خلافت کی ایک بڑی یادگار یہ ہے کہ فارسی شاعری کی ابتدا اسی زمانہ مین ہوئی گو فارس مین اسلام سے پہلے سخنوری اوج کمال تک پہونچ چکی تھی - لیکن فتوحات عرب کے سیلاب مین وہ دفتر خدا جانے کہان بہہ گئے کہ آج بڑے بڑے

---

[۵۱] چیمبرس انسائکلوپیڈیا مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ء صفحہ ۷۴۳ جلد اول - [۵۲] مرآۃ الجنان یافعی - و ابن خلکان ترجمہ فراء نحوی - ۱۲

وسیع الخط مصحف مدون کر سکے ہزاروں ورق الٹ کر بھی ایک قطعہ یا جملہ کا پتہ نہیں دے سکتے۔ فارسی لٹریچر پر خلافت مامون کا یہ احسان ہے کہ اس عہد میں اسکی مردہ شاعری نے دوبارہ جنم لیا۔ مامون کی زبان مادری فارسی تھی۔ اوسکا اثر ابتدائی زمانہ میں بھی خراسان میں ظاہر ہوا لیکن دربار میں صرف عرب کے شعرا تھے۔ جو جشن و تقریب کے موقعوں پر فصیح و بلیغ قصائد لکھ کر گرانبہا صلے حاصل کرتے تھے اس بات نے عباس مروزی ایک ایرانی فاضل کو رشک کے ساتھ حوصلہ دلایا کہ ملک کی مردہ شاعری کو پھر زندہ کرے۔ مامون کی مدح میں اوسنے ایک قصیدہ[91] لکھا جسکے چند شعر یہ ہیں

ای رسانیدہ بدولت فرق خود بر فرقدین	گسترانیدہ بفضل وجود در عالم یدین
مر خلافت را تو شایستہ چو مردم دیدہ را	دین یزدان را تو بایستہ چو رخ را ہر دو عین
کس برین منوال پیش از من چنین شعری نگفت	مر زبان پارسی را ہست تا این نوع بین
لیک زان گفتم من این مدحت ترا تا این لغت	گیرد از مدح و ثنای حضرت تو زیب و زین

حکایت کی تاثیر دیکھو چند الفاظ نے ہزاروں برس کی خاک میں چھپی ہوئی زبان پر کسقدر سلسلہ قصیدہ کا کھلا۔ کہ حب وطن میں ڈوبا ہوا شاعر اپنے ملک کی زبان کو اس سے آزاد کرانا چاہتا ہے۔ اور نہیں کر سکتا۔

مامون کے عہد میں علم حساب نے بھی جو الجبرا کا ایک شاخ ہے نہایت ترقی حاصل

[91] دیکھو تذکرہ مجمع الفصحاء ذکر عباس مروزی ۱۲

کی - اِس سے پہلے بھی بہت سے خط ایجاد ہو چکے تھے - منصور و مہدی عباسی
کے زمانہ میں اسحٰق بن حماد - مشہور خوشنویس تھا - اوسکے شاگردون نے بارہ قسم
کے خط ایجاد کئے تھے لیکن اسوقت تک کسی نے اِس فن کے اصول و ضوابط
نہین لکھے تھے - بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اوسوقت تک یہ فن کوئی علمی فن نہ تھا - سب سے
پہلے مامون کے درباریون مین سے احول محرر نے اوسکے اصول و قاعدے
منضبط کئے - مامون کے وزیر اعظم ذوالریاستین نے بھی ایک خط ایجاد کیا - جو
اوسکی طرف منسوب ہوکر قلم الریاسی کے نام سے مشہور ہے -

مامون کا فضل و کمال علمی مجلسین - اہل علم کی قدر دانی

اسلام کو آج تیرہ سو برس سے کچھ اوپر ہوئے - اِس وسیع مدت مین ایک تخت نشین
بھی ایسا نہین گذرا جو فضل و کمال کے اعتبار سے مامون کی شان یکتائی کا حریف
ہو سکتا - افسوس ہے کہ سلطنت کے انتساب نے اوسکو خلفا و سلاطین کے پہلو مین جگھ
دی - ورنہ - شاعری - ایام العرب - ادب - فقہ - فلسفہ - کونسی بزم ہے جہان فخر و شرف
کے ساتھ اوسکا استقبال نہ کیا جاتا - قریباً پانچ برس کی عمر مین وہ مکتب مین بٹھایا گیا -
علما جو اوسکی تعلیم کے لئے مقرر ہوے - ہر ایک یگانۂ وقت تھا - یزیدی جسکو تعلیم
کے ساتھ اتالیقی کی خدمت بھی سپرد تھی - ایک مشہور مصنف ہے - خلیل بصری جو
لغات عرب کا پہلا مدون ہے - اوسکا استاد تھا - لغت مین کتاب النوادر یزیدی ہی

کی تصنیف ہے۔ وہ ۲۰۳ھ تک زندہ رہا۔ اور ہمیشہ مامون اوس کی صحبت سے مستفید ہوتا رہتا تھا۔ مامون کا دوسرا اوستاد کسائی نحو کے مجتہدین میں شمار کیا گیا ہے امام **مالک** جو فن حدیث میں مامون کے اُستاد تھے۔ مشہور امام ہیں۔ آج دنیا میں سُنی مذہب کے لوگ قریبا ایک ربع اونہیں کے مقلد اور پیرو ہیں۔ مامون کے اساتذہ اور طالب العلمی کے حالات کو اس موقع پر ہم دوہرانا نہیں چاہتے۔ ناظرین کتاب کے حصۂ اوّل میں جہاں یہ حالات پڑھ چکے ہیں۔ اون صفحوں کو ایکبار اور اولٹا کر دیکھ لیں۔ ذیل کی حکایتوں سے جو نہایت صحیح اور مستند تاریخی شہادتوں سے ثابت ہیں۔ مامون کی جامعیت اور فضل و کمال کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک دن علما کا مجمع تھا ہر فن کے اہل کمال دربار میں حاضر تھے۔ ایک عورت فریادی آئی کہ میرا بھائی چھ سو اشرفیاں چھوڑ کر قضا کر گیا۔ مگر لوگوں نے ترکہ میں مجھکو ایک ہی اشرفی دلوائی۔ **مامون** نے ذرا دیر دل ہی ل میں کچھ حساب لگایا۔ دیکھا تو سہام صحیح تھے۔ ا

تقسیم وراثت

عورت سے کہا کہ ہاں تجھکو اتنا ہی ملنا چاہیئے۔ اس غیر متوقع جواب پر سب کو حیرت ہوئی۔ علما نے پوچھا "امیر المومنین کیونکر"۔ مامون نے کہا "متوفی کی دو بیٹیاں ہونگی دو ثلث یعنی چار سو اشرفیاں تو اونکو ملیں۔ ماں بھی ہوگی جسکو سدس یعنی سو اشرفیاں پہونچیں۔ زوجہ کو ثمن یعنی ۷۵ ملا ہوگا۔ ۲۵ باقی رہے۔ مامون نے عورت کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ "سچ کہنا۔ تیرے بارہ بھائی ہیں"۔ عورت نے تسلیم کیا کہ ہاں۔ مامون نے کہا دو دو اون کو ملیں ۲۴ ہوئیں ایک باقی رہی وہ تیرا حق

سکتے ہے۔"[۵۱]

ایکبار ایک شخص مامون کے پاس حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ محدث ہون اور اسی فن مین کُل زندگی بسر کردی ہے۔ مامون نے کہا اس مسئلہ کے متعلق کتنی حدیثین یاد ہین وہ ایک بھی نہ بتا سکا۔ مامون نے بیسیون روایتین بیان کین۔ اور سندونکا ایک تار بانده دیا کہ "اصحاب مین ہشیم نے یہ کہا ہے۔ حجاج نے یہ روایت کی ہے۔ ایک دوسرے محدث کا یہ قول ہے" پھر اوس شخص سے ایک دوسرا مسئلہ پوچھا۔ وہ اب بھی عاجز رہا۔ مامون نے اوسیطرح حدیث کے متعدد طریقے بیان کئے۔ اور درباریون سے مخاطب ہوکر کہا کہ "لوگ تین دن حدیث پڑھکر پھول جاتے ہین کہ ہم بھی محدث ہین خیر تین درہم اوسکو دلاؤ۔"[۵۲]

ادب و شاعری مین وہ کمال بہم پہونچایا تھا کہ بڑے بڑے ماہرین فن اوسکی اوستادی کا اعتراف کرتے تھے۔ قدما اور شعراے جاہلیت کے علاوہ شعراے عصر کے مشہور قصاید اور قطعے اوسکو نوک زبان یاد تھے۔ اور اسباب مین اوسکی شہرت ضرب المثل کی حد تک پہونچگئی تھی۔ علامہ یزیدی نے ایکبار خلیفہ واثق کی تعریف کی کہ تمام خلفاے عباسیہ مین۔ واثق کے برابر کسی کو عرب کے اشعار نہین یاد تھے۔ لوگون نے نہایت متعجب ہوکر کہا۔ کیا مامون سے بھی زیادہ۔ یزیدی نے کہا۔ ہان۔ مامون نے ادب مین نجوم اور طب اور منطق کو بھی ملا دیا تھا۔ لیکن واثق نے ادب کے

[۵۱] تاریخ الخلفا ر سیوطی۔ [۵۲] تاریخ الخلفا ر سیوطی ۱۲

سوا اور کسی فن کی طرف توجہ ہی نہیں کی"۔ مامون کو اس ذوق میں شان سلاطنت کا
بھی خیال رہتا تھا جو اوسکی نحو میں جمل وغیرہ سے جو لکھا تھا۔ اوسکو حفظ یاد تھا۔ اور ہاں
کی شستگی کے لحاظ سے اوسکی تحسین کرتا تھا۔ خدا نے طبیعت ایسی موزوں اور طباع
عطا کی تھی کہ شعرا۔ اوسکی زود فہمی اور نکتہ سنجی پر حیرت زدہ رہجاتے تھے۔ ایک دفعہ جب
عمارہ بن عقیل نے سو شعروں کا ایک مدحیہ قصیدہ پیش کیا۔ وہ ہر شعر پر مصرعہ ثانی کے
شروع ہونے سے پہلے **مامون** بتاتا گیا کہ یہ قافیہ ہے اور اس پہلو سے ادا ہوگا
عمارہ نے حیرت زدہ ہوکر کہا۔ خدا گواہ ہے کہ اس قصیدہ کا ایک شعر بھی میں نے ظاہر
نہیں کیا ہے۔ مامون نے کہا "تمکو معلوم ہوگا کہ جب عبداللہ بن عباس کے سامنے ایک
شاعر نے اپنا لکھا ہوا قصیدہ پڑھا تو وہ برابر دوسرا مصرع پڑھتے گئے۔ میں اونہیں کا فرزند
ہوں[۱۵۹]" ایکبار اوسنے محمد بن زیاد اعرابی سے جو مشہور ادیب اور نساب تھا پوچھا کہ ہند کے
اس مصرع میں نحن بنات طارق (ہم طارق کی بیٹیاں ہیں) طارق سے کون مراد
ہے۔ محمد بن زیاد نے بہت خیال دوڑایا۔ مگر ہند کے خاندان میں **طارق** کسی کا نام
نہ تھا۔ آخر عرض کیا حضور میں نہیں بتا سکتا۔ مامون نے کہا یہاں طارق کے معنی ستارہ
کے ہیں جیسا کہ قرآن کی اس آیت میں ہے۔ والسماء والطارق۔ ستارہ سے فخراً اپنے
کو ستارہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ محمد نے عرض کیا کہ آپ کی سند ارشاد ہو۔ **مامون**
نے کہا میں خود مجتہد العلم اور مجتہد (یعنی ہرون الرشید) کا فرزند ہوں۔ یہ کہکر محمد کے

[۱۵۹] تاریخ الخلفا سیوطی۔

جوش میں عنبر کا ایک غلّہ جو ہاتھ میں لئے ہوئے تھا۔ محمد کی طرف پھینکا۔ محمد نے اِس گرانبہا انعام کو جو پانچ ہزار درہم قیمت رکھتا تھا۔ بڑی خوشی سے قبول کیا اور رخصت ہوا[۹۱]۔

مروان بن ابی حفصہ اِس زمانہ کا ایک مشہور شاعر تھا۔ ہرون الرشید نے اوسکو ایک قصیدہ پر اسپ خاصہ و خلعت اور پانچ ہزار دینار انعام مین دیئے تھے چونکہ مامون الرشید باپ سے بھی زیادہ فیاض اور پایہ شناس تھا۔

مروان نے اِس امید پر کچھ مدحیہ اشعار لکھے اور مامون کو سنائے۔ لیکن اِس بات سے کہ مامون نے نہ کچھ داد دی۔ نہ اوسکے چہرے سے کچھ قبول کا اثر ظاہر ہوا۔ مروان کو سخت تعجب ہوا۔ دربار سے واپس آکر عمارۃ بن عقیل سے کہا "کیون تمھاری کیا رائے ہے۔ مین تو خیال کرتا ہون کہ مامون کو سخن فہمی کا مطلق مادّہ نہین ہے"۔ (عمارۃ) این!! مامون سے زیادہ اور کون نکتہ سنج ہو سکتا ہے۔ (مروان) مگر مینے تو اوسکے سامنے یہ لاجواب شعر پڑھا اور اوسکو ذرا جنبش نہ ہوئی۔

اضحی امام الھدیٰ المامون مشتغلا	بالدین والناس بالدنیا مشاغیل

ترجمہ لوگ دنیا کے کاروبار مین پھنسے ہین۔ لیکن امام۔ رہنما۔ مامون دین مین مشغول ہے (عمارہ) سبحان اللہ اِس شعر کی بھی آپ داد چاہتے ہین۔ مامون نہ ہوا کوئی بڑھیا ہو گئی کہ محراب مین بیٹھی تسبیح پھیرا رہی ہے۔ اگر مامون (جو بار سلطنت کا حامل ہے) دنیا کا کفیل نہ ہوگا تو اور کون ہوگا۔ (مروان) اب مین سمجھا کہ میری ہی خطا تھی[۹۲]۔ مامون کی

---

۹۱ تاریخ الخلفاء سیوطی۔ ۹۲ تاریخ الخلفاء سیوطی۔

وتی سادگی اور برجستہ گوئی کا تمام لوگ اعتراف کرتے تھے ثمامہ بن اشرس کا قول ہے کہ سے۔ **جعفر** برمکی اور **مامون** سے زیادہ فصیح اور بلیغ کسیکو نہیں دیکھا" مامون کے جملے اب بھی موجود ہیں جنکے ہر فقرے سے شستہ بیانی اور زور طبیعت کی شہادت ملتی ہے اگرچہ اوسوقت جملوں کا وہ زور شور نہیں رہا تھا۔ جسکا جاہلیت یا آغاز اسلام میں تھا اور خصوصاً پولٹیکل موقع پر تو اوسکی صدا بالکل نابید ہوگئی تھی تاہم جعفر اور یحییٰ بن اکثم وغیرہ اسی قسم زبان کا جوہر دکھاتے تھے لیکن آج کل کیطرح لکھکر آموختہ نہیں سناتے تھے بلکہ جو کچھ کہتے تھے زبانی اور برمحل کہتے تھے۔ اس قسم کے جملے جو مامون نے مختلف وقتوں میں پڑھے کتاب العقد لابن عبد ربہ میں بالفاظہا مذکور ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اونکا نقل کرنا یہاں بے مزہ ہوگا ناظرین میں سے عربی دان کتنے ہیں اور ترجمہ کیا جائے تو وہ بات نہیں رہتی۔ شاعری کے لحاظ سے مامون ایک معمولی درجہ کا شاعر تھا اوسکے چند شعر جنکی نازک خیالی اور مضامین کی جولانی کا اندازہ کسیقدر ترجمہ سے بھی ہوسکتا ہے ہم اس موقع پر نقل کرتے ہیں۔[۱]

مامون کی فصاحت و بلاغت

شاعری

لسانی کتوم لاسرارکم	میری زبان تمہارے رازوں کو چھپاتی ہے
ودمعی نموم لسری مذیع	لیکن آنسو غماز ہیں اور میرے راز کو فاش کردیتے ہیں
فلولا دموعی کتمت الہوی	اگر آنسو نہ ہوتے تو میں عشق کو چھپا سکتا۔

[۱] اشعار فوات الوفیات، تاریخ الخلفاء، کامل ابن الاثیر و عقد الفرید سے جمع کئے گئے ہیں ۱۲

ولولا الھوی لم یکرلی دموع	اور اگر عشق نہ ہوتا تو آنسو ہی کیون ہوتے۔
انا المامون والملك الھمام	مین **مامون** ہون اور عظیم الشان بادشاہ ہون۔
ولکنی بحبك مستھام	لیکن تیرے عشق مین گشتہ ہون۔
اترضی ان اموت علیك وجدا	کیا تجھکو یہ پسند ہے کہ مین تیرے عشق مین مرجاؤن۔
ویبقی الناس لیس لھم امام	اور دنیا بے امام کے رہجائے۔
بعثتك مرتادا فقرت بنظرة	مینے تجھکو محبوب کی تلاش مین بھیجا۔ تو اوسکے دیدار سے کامیاب ہوا
واغفلتنی حتی اسات الظنا	اور مجھے بھول گیا جس سے مجھکو تیری نسبت بدگمانی ہوئی
فناجیت من اھوی وکنت مباعدا	میرے محبوب سے تو نے سرگوشی کی۔ اور مین دور تھا۔
فیالیت شعری عن دنوك ما اغنی	ہائے تیرا قرب (محبوب سے) میرے کس کام آیا۔
فیالیتنی کنت الرسول وکنتنی	کاش مین ہی قاصد ہوتا۔ اور تو۔ بجائے میرے ہوتا۔
فکنت الذی تقصی وکنت الذی ادنی	بس تو محبوب سے دور رہتا اور مین قریب ہوتا۔
اری اثر امنه بعینك بینا	مین تیری آنکھون مین علانیہ محبوب کا اثر دیکھتا ہون۔
لقد اخذت عیناك من عینه حسنا	بے شبہ تیری آنکھون نے اوسکی آنکھون سے حسن لے لیا ہے۔

قاصد پر رشک کرنا شعرا کا ایک وسیع مضمون ہی ہے۔ اور بہت سے نازک خیالون نے اوسکے مختلف پہلو نکالے ہین۔ عرفی نے قاصد۔ سے گذر کر خود پیغام پر رشک کیا ہے۔ اوسکا شعر ہے۔

شعر

بسوی اوفرستم پیام از ان ترسم	کہ بر حکایت من مطلع شود پیغام

ہمدردی

مگر نکتہ سنج سمجھ سکتا ہے کہ مامون نے اس مضمون کو کس طرح لیا ہے اور ہر صورت میں جدت کے ساتھ بات میں بات نکالی ہے۔

ایکبار عید کے دن مامون کے خوان کرم پر بہت سے عزیز مہمان جمع تھے تین سو سے زیادہ مختلف اقسام کے کھانے دسترخوان پر چنے گئے۔ مامون ہر ایک کا خاصہ اور اثر بتاتا جاتا تھا کہ "بلغمی مزاج کو یہ مفید ہے۔ سوداوی کو وہ مانع ہے۔ جسکو صفرا کا زور ہو۔ وہ اس خاص قسم سے پرہیز کرے۔ جو قلیل غذا کا عادی ہو۔ وہ یہ کھائے۔" مامون کی ہمہ دانی پر تمام حاضرین محو حیرت تھے۔ قاضی یحییٰ بن اکثم سے نہ رہا گیا بیساختہ بول اوٹھے کہ "امیر المومنین آپ کی کس کس بات کی تعریف کیجائے طب کا ذکر ہو تو آپ جالینوس وقت ہیں۔ نجوم کی بات چھڑے تو ہرمس۔ فقہ کی بحث ہو تو علی مرتضی۔ سخاوت میں حاتم۔ راست بازی میں ابوذر۔ وفا میں سموئل۔" اس سچی خوشامد سے مامون بھی پھڑک اوٹھا۔ کہا کہ "ہاں آدمی کو جو شرف ہے عقل سے ہے ورنہ خون اور گوشت میں کیا خوبی رکھی ہے۔"

مامون کے کچھ اقوال

مامون کے بعض دل آویز اقوال کا اس موقع پر نقل کرنا موزوں ہوگا جسسے اوسکے لطیف اور اعلی و فیاضانہ خیالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اوسکا قول تھا کہ "شریف وہ ہے جو بڑوں کو دبالے اور چھوٹوں سے دب جائے"۔ "مخالفوں کی لڑائی دیکھنے سے دنیا میں کوئی تماشا بہتر نہیں۔" "دلیل سے غالب ہونا میں بہ نسبت زور سے غالب ہونے کے زیادہ پسند کرتا ہوں۔" "آدمی تین قسم کے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جنکی ہر وقت ضرورت

ہے۔ بعض بمنزلہ دوا کے ہین۔ کہ خاص وقتون مین اونکی ضرورت پڑتی ہے اور بعض تو ایسے ہین کہ بیماری کی طرح۔ کسی حال مین پسندیدہ نہین"۔ بادشاہ کو لجاجت نہایت نازیبا ہے اور اوس سے زیادہ یہ نازیبا ہے کہ قاضی۔ فریقین کی تسکین نکرسکے اور گھبرا جائے۔ اوران سب سے زیادہ ناموزون۔ بوڑھون کی ظرافت۔ جوانون کی کاہلی سپاہی کی بزدلی ہے"۔ وہ سب سے عمدہ مجلس وہ ہے۔ جسمین لوگون کے حالات سے واقفیت ہو"۔

لطیفہ۔ مامون شطرنج کا بڑا شایق تھا۔ مگر اچھی نہین کھیلتا تھا۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ "عرصۂ عالم کا بندوبست کرتا ہون مگر دو بالشت کا انتظام نہین کرسکتا"۔

مامون کا ایک مشہور مناظرہ جسمین اوسکا یہ دعوی تھا کہ تمام صحابہ مین حضرت علیؓ افضل ترہین۔ بڑے معرکہ کا مناظرہ ہے۔ قاضی یحیی بن اکثم اور چالیس بڑے بڑے فقیہ اس دعوی کے مخالف تھے۔ ادہر مامون تنہا سب کا طرف مقابل تھا۔ مناظرہ کے وقت۔ حاکمی اور محکومی کا پردہ اوٹھا دیا گیا تھا۔ اور ہر شخص کو گفتگو مین پوری آزادی حاصل تھی۔ صبح سے قریباً دوپہر تک دونون فریق نے داد سخن دی۔ مگر انصاف یہ ہے کہ میدان مامون کے ہاتھ رہا۔ یہ پورا مناظرہ کتاب العقدمین مذکور ہے اور حق یہ ہے کہ وہ مامون کی وسعت نظر۔ جودت ذہن۔ کثرت معلومات۔ حسن بیان زور تقریر۔ کا ایک حیرت انگیز مرقع ہے۔

یون تو **مامون** کی عام مجلسین بھی علمی تذکرون سے خالی نہین ہوتی تھین۔

لیکن ہر سہ شنبہ کا دن مناظرہ کا مخصوص دن تھا جس کا طریقہ یہ تھا کہ صبح کچھ دن چڑھے ہر مذہب وملت کے علما اور ماہرین دربار میں حاضر ہوتے ایک پر تکلف ایوان پہلے سے مرتب رہتا تھا سب لوگ نہایت بے تکلفی سے وہاں پہنچ سکتے۔ خادم ہر شخص کے سامنے آکر عرض کرتا کہ بے تکلفی سے تشریف رکھیے۔ اور چاہیے تو موزوں سے بھی اتار ڈالیے۔ پھر دسترخوان جو مختلف اقسام کے طعام وانواع سے مزین ہوتا تھا بچھایا گیا کھانے سے فارغ ہوکر سب نے وضو کیا خوشبو لوبان کی انگیٹھیاں آئیں۔ کپڑے بسائے۔ جو تسلی۔ خوب مطیب ومعطر ہوکر دارالمناظرہ میں حاضر ہوئے اور مامون کے پاس زانو ملا کر بیٹھے۔ مناظرہ شروع ہوا مامون خود ایک رکن مناظرہ تھا لیکن اس آزادی سے گفتگو ہوتی تھی کہ گویا کسی شخص کو یہ معلوم ہی نہیں کہ مجلس میں خلیفۂ وقت بھی موجود ہے دوپہر تک یہ مجلس قائم رہتی تھی۔ زوال آفتاب کے بعد مائدہ حاضر ہوتا تھا اور لوگ کھانا کھا کر رخصت ہوتے تھے۔[1] ان مجلسوں میں بعض وقت اہل مناظرہ اعتدال کی حد سے تجاوز کر جاتے تھے مگر مامون بڑے حلم وسماحت سے برداشت کرتا تھا ایک بار محمد صوفی علی بن الہیثم سے بحث کر رہے تھے۔ گفتگو جیسے جیسے بڑھتی گرم ہوتے گئے یہاں تک کہ محمد صوفی نے علی کو سخت کہہ دیا۔ علی نے برافروختہ ہوکر کہا اس وقت تم کسی دوسرے کی جان کے ٹول رہے ہو ورنہ اس مجلس سے باہر تم ایک کہتے تو دو سنتے۔" اس پر مامون

[1] مروج الذہب مسعودی حالات المامون

گستاخی سے دفعتاً مامون کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ تاہم اوسنے ضبط کیا۔ اور اوٹھکر زنانہ مین چلا گیا۔ کہ بات کو ٹال جاے جب غصّہ فرو ہوا تو پھر دربار مین آیا۔[51]

[52]

ایک دن ایک ثنوی المذہب سے نہایت لطیف بحث ہوئی۔ مامون نے اوس سے پوچھا کہ انسان بُرا کام کرنے کے بعد کبھی شرمندہ بھی ہو سکتا ہے۔ (ثنوی) ہان کیون نہین۔ (مامون) گناہ پر نادم ہونا اچھا ہے یا بُرا۔ (ثنوی) اچھا ہے۔ (مامون) جو شخص نادم ہوا گناہ اوس سے سرزد ہوا تھا۔ یا کسی دوسرے شخص سے (ثنوی) اوسی سے۔ (مامون) بس تو ایک ہی شخص سے گناہ بھی ہوا۔ اور ثواب بھی (ثنوی) گھبرا کر۔ نہین مین یہ کہونگا۔ کہ جو نادم ہوا اوسنے گناہ نہین کیا تھا (مامون) تو اوسکو اپنے گناہ پر ندامت ہے یا دوسرے کے۔ ثنوی آخر لاجواب ہو کر ساکت ہو گیا۔[53]

ایک اور دن مجلس **مناظرہ** قایم تھی۔ چوبدار نے اطلاع کی کہ ایک اجنبی شخص دروازہ پر کھڑا ہے۔ اور حضور سے بحث کرنے کی اجازت چاہتا ہے مامون نے حکم دیا کہ "بلالو" آیا تو اس ہیئت سے آیا کہ جوتیان ہاتھ مین اور پاینچے چڑھے ہوے۔ صف نعال مین کھڑا ہوا اور وہین سے چلا کر کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ"۔ مامون نے سلام کا جواب دیا اور اجازت دی کہ قریب آکر بیٹھے۔ مامون سے اوسنے پوچھا کہ "خلافت آپنے بزور حاصل کی ہے یا دنیا کے تمام مسلمانون نے۔ اتفاق راے سے آپکو منتخب کیا ہے" مامون نے کہا "نہ زور سے نہ اتفاق سے۔ بات یہ ہی کہ مجھسے پہلے جماعت اسلام

سلہ آغانی۔ جزء ۴ صفحہ ۳۶ مطبوعہ مصر سنہ ۱۲۸۵ھ سلہ۵۲ ایک فرقہ ہے جو نیکی اور بدی کا جدا جدا خالق مانتا ہے
سلہ۵۳ عقد الفرید۔ ۱۲

جو حکمراں تھا۔ اور سارے مسلمان جبراً یا طوعاً اوسکے حلقہ بگوش طاعت تھے۔ اوسنے میری ولیعہدی کے لئے عام بیعت لی اور اوسوقت جو لوگ اسلامی طاقت کے ارکان مانے جاتے تھے سب نے عہدۂ بیعت پر دستخط کئے۔ اوسکے انتقال کے بعد میں نے خیال کیا۔ کہ جبتک دنیا کے تمام مسلمانوں کا اتفاق ہو وہ تخت نشیں ہو لیکن ایسا شخص نہ ملسکا۔ ادہر ملک کے نظم ونسق کے لئے ایک فوری انتظام کی ضرورت تھی ورنہ امن وامان میں خلل آتا۔ اور عظمت اسلامی کے تمام اجزا متفرق ہو جاتے مجبوراً سردست میں نے یہ بار اپنے سر لیا۔ اور منتظر بیٹھا ہوں کہ جب دنیا کے تمام مسلمان باتفاق رائے سے ایک شخص کو انتخاب کرلیں۔ تو میں عناں حکومت اوسکے ہاتھ میں دیکر الگ ہو جاؤں۔ میں تمکو اپنا وکیل کرتا ہوں ایسا موقع ہو تو تو مجھکو خبر کرنا۔"[۵۱]

ایکدن مامون نے یحییٰ بن اکثم سے جو قاضی القضاۃ تھے۔ کہا کہ میری خواہش ہے کہ آج محدثانہ حدیث کی روایت کروں۔ قاضی صاحب نے عرض کیا کہ حضور سے زیادہ کسکو یہ حق حاصل ہے۔ معمول کے موافق ممبر رکھا گیا اور مامون نے ممبر پر بیٹھکر بڑی قابلیت کے ساتھ درس دیا۔ قریباً تیس حدیثیں تحقیق وتنقیح کے ساتھ روایت کیں لیکن حاضرین کے رخ سے اوسنے جان لیا کہ لوگ محظوظ نہیں ہوئے۔ ممبر پر سے اوترا تو قاضی یحییٰ سے کہا کہ سچ یہ ہے کہ "تم لوگوں کو کچھ مزہ نہ آیا حقیقت میں اس فن کے وہی لوگ مستحق ہیں۔ جو اس ذوق میں تن بدن کا خیال نہیں رکھتے

۵۱ مروج الذہب مسعودی خلافۃ المامون

اور ممبر پر بھی بیٹھتے ہین تو اونکے کپڑے بوسیدہ ہوتے ہین[1]"۔ مامون کی راست پسندی کا۔ اکبر شاہ کی خودرائی اور جہل مرکب سے مقابلہ کیا جاے تو ایک عجیب حیرت انگیز تفاوت معلوم ہوتا ہے۔

ایک دن دربار مین ایک شخص جسنے نبوت کا دعوی کیا تھا۔ حاضر کیا گیا۔ حسب معمول بہت سے منجم اور ہیئت دان علما بھی حاضر تھے۔ مگر کسی کو اوسکے ادّعاے نبوت کا حال معلوم نہ تھا۔ مامون نے ستارہ شناسون کو حکم دیا کہ زائچہ دیکھکر بتائین کہ یہ شخص سچا ہے یا جھوٹا۔ سب نے صحن مین جاکر طالع کو دیکھا تو یہ صورت تھی۔ کہ شمس و قمر ایک دقیقہ مین تھے۔ مشتری سنبلہ مین تھا۔ اور اوسکی طرف ناظر تھا۔ زہرہ و عطارد عقرب مین تھے۔ اور عقرب کیطرف ناظر تھے۔ اس بنا پر سب نے حکم لگایا کہ مدعی نے جو دعوی کیا ہے صحیح ہوگا۔ لیکن یحیی ابن منصور نے اِن لوگونکی راے سے اختلاف کیا اور کہا کہ مشتری ہبوط مین ہے اور جس برج مین ہے۔ اوس سے کارہ ہے۔ اِس بات نے طالع کی سعادت بالکل زائل کر دی ہے۔ دونون فریق قیاسات لگا چکے تو مامون نے کہا۔ "یہ بھی جانتے ہو کہ اِس شخص نے کس بات کا دعوی کیا ہے۔ یہ نبوت کا مدعی ہے"۔ حاضرین دربار یہ سنکر اوس سے معجزہ کے طالب ہوئے۔ اوسنے ایک انگوٹھی پیش کی کہ میرے سوا جو اوسکو پہن لیگا۔ بے اختیار ہنسنا شروع کرے گا۔ اور جب تک اوتار نڈالے یہی حالت رہیگی۔ لیکن اگر مین پہن لون تو کچھ اثر نہ ہوگا۔ اسیطرح اوسنے ایک قلم دکھایا جس سے

[1] تاریخ الخلفاء سیوطی۔

صرف وہ لکھ سکتا تھا۔ اور دوسرا شخص اوسے لکھا چاہتا تھا تو مطلق نہیں چلتا تھا تحریر سے
دونوں نام صحیح نکلیں۔ مامون نے سمجھ لیا کہ یہ کوئی نادر اور علمی سند نہیں۔ او اگر موت کے اوراق
باطل سے وہ نا آئے تو کام کا آدمی ہوگا۔ مامون نے اوسکو اپنا ندیم بنالیا۔ اور اسے انعام
او مراعات کی کہ آخر اوسے اپنا راز بتادیا۔ اور انگوٹھی اور قلم میں جو صنعت تھی وہ ظاہر کردی۔

مامون نے ہزار دینار انعام میں دیئے اور مقربین میں داخل کرلیا[51]۔ یہ شخص ریاضی
اور ہیئت کا بڑا عالم تھا۔ طلسم النحاس اوسی کی ایجاد ہے جو **بغداد** کے اکثر گھروں
میں موجود تھا

ایکبار نضر بن شمیل المتوفی ۲۰۳ ہجری جو خلیل بصری کے شاگرد اور حدیث فقہ
نحو۔ غریب شعر ایام العرب میں اوستاد وقت تھے۔ مامون کی خدمت میں حاضر
ہوئے۔ اور چونکہ مامون کی سادہ مزاجی اور بے تکلفی سے واقف تھے کپڑے
تک نہیں بدلے۔ اور وہی مدت کا بوسیدہ قمیص و عماریہ ان کئے ہوئے
ایوان شاہی میں چلے آئے (مامون) کیوں۔ نضر۔ امیر المومنین۔ سے اس لباس
میں ملنے آئے ہو (نضر) مرو کی سخت گرمی کی انہیں کپڑوں سے حفاظت ہوتی ہے
(مامون) یہ تو پھٹے ہوئے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ تم کفایت شعاری پر مرتے ہو۔ اسکے بعد
علم حدیث کا تذکرہ شروع ہوا۔

مامون نے اسی سند سے ایک حدیث روایت کی مگر سداد کے لفظ کو جو اس

---

[51] مختصر الدول [illegible] مامون۔

حدیث مین تھا فتحہ سے پڑھ گیا - نضر نے اس غلطی پر اوسکو متنبہ کرنا چاہا - تو اوسی حدیث کو اپنی روایت سے بیان کیا - اور سداد کو بکسر پڑھا - مامون تکیہ لگائے بیٹھا تھا - دفعتاً سنبھل بیٹھا - اور کہا "کیون کیا سَداد بفتح غلط ہے" - (نضر) ہان ہشیم آپ کے اوستاد نے آپ کو غلط بتایا - (مامون) کیا دونون کے معنی مختلف ہین - (نضر) سَداد بالفتح کے معنی راست روی کے ہین - سِداد بالکسر اوسکو کہتے ہین جس سے کوئی چیز روکی جائے - (مامون) کوئی سند بتا سکتے ہو - (نضر) عرجی کا یہ شعر موجود ہے -

اضاعونی وای فتے اضاعو	لیوم کریھۃ وسداد ثغر

مامون نے سر نیچے کرلیا اور کہا کہ "خدا اوسکا بُرا کرے جسکو فن ادب نہین آتا - پھر نضر سے مختلف مضامین کے اشعار سُنے اور رخصت ہونے کے وقت وزیر اعظم **فضل** بن سہل کو رقعہ لکھدیا کہ پچاس ہزار درہم نضر کو عطا کیے جایئن - نضر یہ رقعہ خود لیکر فضل کے پاس گئے - فضل نے رقعہ پڑھکر کہا تمنے امیرالمومنین کی غلطی ثابت کی - نضر نے کہا نہین غلطی تو ہشیم نے کی - امیرالمومنین پر کیا الزام ہے - فضل نے پچاس ہزار پر تیس ہزار اور اپنی طرف سے مزید کیے - اسطرح ایک غلطی بتانے کے صلہ مین نضر نے اسی ہزار درہم حاصل کیے[۵] - **کلثوم** عتابی - جسکو اپنے علم و فضل پر بڑا ناز تھا - اور سچا بھی تھا - مامون کی پایہ شناسی کا شہرہ سنکر بغداد پہونچا - اور دربار مین

---

[۵] تاریخ الخلفا سیوطی - ۱۲

حاضر ہوا مامون نے مزاج پرسی کی اور حالات پوچھے۔ کلثوم نے اس صفائی اور برجستگی سے گفتگو کی۔ کہ مامون بھی حیرت میں رہ گیا۔ اور حکم دیا کہ ہزار دینار اوسکے سامنے لاکر رکھدیں۔ لیکن چونکہ حاضر جوابی اور نکتہ سنجی کا امتحان ہو رہا تھا۔ مامون نے اسحق موصلی کی طرف اشارہ کیا۔ کہ کلثوم کو اس فن میں آزمائے۔ اسحق نے سامنے آکر ساطرانہ گفتگو شروع کی۔ اور اعتراضات کا بازار ماندہ دیا۔ کلثوم بالکل حیرت زدہ ہوگیا کہ اس بلا کا ذہین کون شخص ہو سکتا ہے۔ دربار کے قاعدے کے موافق پہلے اسنے مامون سے اجازت طلب کی۔ پھر اسحق کی طرف متوجہ ہوا۔ کہ آپکا نام و نسب کیا ہے؟
(اسحق) بسا آدمی ہوں اور میرا نام کل بصل ہے۔ (کلثوم) نسب تو خیر ظاہر ہے مگر نام بے ڈھنگ کا ہے (اسحق) "کل بصل" "کلثوم" سے تو زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ بس سے پیاز بہر حال اچھی ہے[1]۔ اس لطیفہ پر کلثوم بھی پھڑک گیا اور مامون سے درخواست کی کہ ہزار دینار جو مجھکو انعام میں عطا ہوئے اسی کو دلا دیئے جائیں مگر مامون نے کلثوم کا انعام مضاعف کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اسحق کو بھی اوسی قدر صلہ عطا کیا جائے[2]

مامون کا دربار اگرچہ مامور شعراء سے معمور تھا۔ جو وقتاً فوقتاً قصیدے اور قطعے لکھکر گرانبہا صلے حاصل کرتے تھے۔ لیکن مامون ایشیائی درباروں کی طرح وہ اسی مدح کی لا دیر صداؤں سے جی خوش کرنا نہیں چاہتا تھا۔ بلکہ اس خیالی سے اوسکو

---

[1] عرب مفلس کو بوس اور پیاز کو بصل کہتے ہیں [2] مروج الذہب مسعودی حالات المامون۔

زیادہ تر علم وادب کی ترقی مقصود تھی۔ تشبیب اور عام مضامین کے متعلق جو اشعار ہوتے تھے اونکو نہایت ذوق سے سنتا تھا لیکن خاص مدحیہ اشعار دو تین سے زیادہ سننا پسند نہین کرتا تھا۔ اور یہ کہکر شاعر کو روک دیتا تھا کہ "بس میری قدر افزائی کے لئے اتنا کافی ہے"[۱]۔

علمائی دربار

اہل علم کے ساتھ مامون کی معاشرت بالکل دوستانہ تھی۔ اہل کمال کا عموماً وہ نہایت ادب کرتا تھا۔ اور اوسکی شاہانہ فیاضیان ان لوگون کے لئے بالکل بے روک تھین۔ علامہ **واقدی** نے جو فن سیر کے امام ہین۔ ایکبار مامون کو خط لکھا جسمین ناداری کی شکایت اور لوگون کا جسقدر قرضہ چڑھ گیا تھا اوسکی تعداد لکھی تھی۔ مامون نے جواب مین یہ الفاظ لکھے "آپ مین دو عادتین ہین۔ حیا۔ وسخاوت۔ سخاوت نے آپکے ہاتھ کھولدیئے ہین کہ جو کچھ تھا آپنے سب اوڑا اوڑالا۔ حیا کا یہ اثر ہے کہ آپنے اپنی پوری حاجت نہین ظاہر کی۔ مینے حکم دیدیا ہے۔ تعداد مطلوبہ کا مضاعف آپکی خدمت مین پہونچ جائیگا۔ اگر آپکی اصلی ضرورت کے لئے یہ تعداد پوری نہ اوترے تو خود آپکی کوتہ قلمی کا قصور ہے۔ اور اگر کافی ہو جائے تو آیندہ بھی آپ جسقدر چاہئن فراخ دستی سے صرف کرین۔ خدا کے خزانے مین کچھ کمی نہین ہے۔ آپنے خود مجھسے حدیث روایت کی تھی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر سے فرمایا تھا۔ کہ رزق کی کنجیان عرش پر ہین۔ خدا بندون کے لئے اونکے خرچ کے موافق رزق

[۱] آغانی۔ ترجمۂ اولاد ابو محمد یزیدی۔

دیتا ہے۔ زیادہ ہو تو زیادہ اور کم ہو تو کم" علامہ واقدی کو یہ حدیث یاد نہیں ہی تھی وہ صلہ سے زیادہ اس بات پر خوش ہوئے کہ مامون کے یاد دلانے سے ان کو ایک بھولی ہوئی حدیث یاد آگئی ہے۔[۱]

مامون کے دو دربد فرّا نحوی سے تعلیم پاتے تھے ایکبار وہ کسی کام کے لئے مسند درس سے اٹھا۔ دونوں شہزادے دوڑے کہ جوتیاں سیدھی کر کے آگے رکھدیں۔ مگر چونکہ دونوں ساتھ پہونچے اسپر نزاع ہوئی کہ اس شرف کے ساتھ اختصاص کسکو ہو۔ آخر دونوں نے باہم فیصلہ کر لیا اور ہر ایک نے ایک جوتی سامنے لاکر رکھی۔ مامون نے ایک ایک جیبر ہر مرحلہ پر مقرر کر رکھے تھے۔ فوراً اطلاع ہوئی۔ اور فرّا طلب کیا گیا مامون نے اوس سے مخاطب ہو کر کہا آج دنیا میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ (فرّا) امیر المومنین سے زیادہ معزز کون ہوسکتا ہے (مامون) وہ جسکی جوتیاں سیدھی کرنے پر امیر المومنین کے لخت جگر بھی آپس میں جھگڑا کریں۔ (فرّا) میں نے خود شہزادوں کو روکنا چاہا تھا۔ مگر خیال ہوا کہ ان کو اس شرف سے کیوں باز رکھوں۔ عبداللہ بن عباس نے بھی حسین علیہ السلام کی رکاب تھامی تھی۔ اور جب حاضرین میں کسی نے اعتراض کیا کہ آپ تو عمر میں ان سے بہت بڑے ہیں تو اونہوں نے ڈانٹا کہ اے جاہل چپ رہ تو انکی قدر کیا جان سکتا ہے۔ (مامون) اگر تم اونکو روکتے تو میں تمسے نہایت آزردہ ہوتا اس بات نے ان کی

[۱] مرسہ واقدی ابن خلکان ۱۲

عزت کچھ کم نہین کی - بلکہ اصالت کے جوہر دکھائے - بادشاہ - باپ - اوستاد - کی اطاعت - ذلت مین داخل نہین ہے" یہ کہکر لڑکون کو سعادتمندی - اور فرا کو - حسن تعلیم کی صلہ مین دس دس ہزار درہم عطا کیے۔[۵۱]

مامون کے - عام اخلاق و عادات شاہانہ شان وشوکت عیش وطرب کے جلسے

مامون کی نسبت مورخین کے متفقہ الفاظ یہ ہین - تمام خلفاء بنی العباس مین کوئی تخت نشین دانائی - عزم - بردباری - علم - رائے - تدبیر - ہیبت - شجاعت - عالی حوصلگی - فیاضی - مین اوس سے افضل نہین گذرا - مامون کا یہ ادعا کچھ بیجا نہین تھا کہ "معاویہ کو عمرو بن عاص کا بل تھا - عبدالملک کو حجاج کا - اور مجھکو خود اپنا" ہرون الرشید اکثر کہا کرتا تھا کہ " مین مامون - مین منصور کا حزم - مہدی کی خدا پرستی ہادی کی شان وشوکت - پاتا ہون" - ان باتون پر اگر اوسکے عفو و انکسار - بے تکلفی - سادہ مزاجی کی صفتین بڑھائی جائین - تو افضلیت کا دائرہ جسکو مورخین نے بنی العباس تک محدود کیا تھا - تمام سلاطین اسلام کو محیط ہوجاتا ہے -

مامون کا قول تھا کہ مجھکو "عفو مین ایسا مزہ آتا ہے - کہ اوسپر ثواب ملنے کی توقع نہین" عبداللہ بن طاہر کا بیان ہے کہ ایک بار مامون کی خدمت مین مین حاضر تھا - اوسنے

[۵۱] ابن خلکان - ترجمہ فرا نحوی -

غلام کو آواز دی۔ مگر جب اسے برخاست ہی پکارا تو ایک غلام ترکی حاضر ہوا اور آتے ہی بڑبڑانے لگا کہ "کیا غلام کھاتے پیتے نہیں جب ذرا کسی کام سے باہر گئے تو آپ "یا غلام یا غلام" چلانے لگتے ہیں آخر یا غلام کی کوئی حد بھی ہے"۔ مامون نے سر جھکا لیا۔ اور دیر تک سر بگریباں رہا میں نے سمجھا کہ بس اب غلام کی خیر نہیں مامون میری طرف مخاطب ہوا اور کہا کہ "نیک مزاجی میں یہ بڑی آفت ہے۔ کہ نوکر اور غلام ستمگر اور بدخو ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ان کے نیکخو کرنے کے لئے میں بدمزاج ہوں[51]"۔

عفو و تسامح

ایک دن دجلہ کے کنارے بیٹھا تھا۔ ارکان دولت دست بستہ کھڑے تھے سامنے پردہ پڑا ہوا تھا ایک ملاح یہ کہتا ہوا جاتا تھا کہ "مامون جس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا کیا ہماری آنکھ میں عزت حاصل کر سکتا ہے"۔ مامون نے مسکرا دیا۔ اور ارکان دولت کی طرف مخاطب ہو کر کہا "کیوں صاحبو آپ ایسی بھی کوئی تدبیر بتا سکتے ہیں کہ میں اس جلیل القدر آدمی کی نظروں میں موقر ہو سکوں[52]۔"

ناظرین کو غالباً اس بات سے تعجب ہوگا کہ اس غیر معتدل رحم پر جو بظاہر شان خلافت کے شایاں نہ تھا۔ مامون کو ناز تھا۔ وہ فخر سے کہتا تھا۔ کہ "خواص و خدام اکثر اپنے جلسوں میں بیٹھ کر مجھ کو گالیاں دیتے رہتے ہیں۔ اور میں خود اپنے کانوں سے سن کر دانستہ اغماض کرتا ہوں[53]"۔

[51] مستطرف فی کل فن مستطرف [52] تاریخ الخلفاء سیوطی [53] تاریخ الخلفاء سیوطی ۔ ۱۲

حسین بن ضحاک ایک شاعر نے جو امین کا ندیم تھا۔ امین کے قتل کا نہایت جانگداز مرثیہ لکھا۔ جسمین مامون کو بہت کچھ بُرا بھلا کہکر دل کے پھپولے توڑے تھے۔ مامون نے یہ اشعار سُنے تو صرف یہ حکم دیا کہ شاعرون کے ساتھہ دربار مین نہ آئے۔ چند روزون کے بعد پھر بلایا اور کہا۔ "سچ کہنا بھائی امین کے قتل اور بغداد کی فتح کے دن تو نے کسی ہاشمی عورت کو مارے جاتے۔ اور ذلیل ہوتے دیکھا تھا"۔ حسین نے کہا کسیکو نہین۔ مامون نے اوسکے الزام دینے کو۔ اوسکے چند اشعار پڑھکر سنائے۔ جسمین اوسنے نہایت درد انگیز لفظون مین یہ سمان کھینچا تھا کہ بغداد تباہ کیا جارہا ہے اور آل ہاشم کی نازک اور گل اندام عورتین غارتگرون کے بیرحم ہاتھہ سے اپنے ناموس کو نہین بچا سکتین۔ حسین نے کہا "اے امیر المومنین۔ یہ ایک جوش تھا۔ جسکو مین دبا نہ سکا۔ امین کے غم مین صحیح اور غلط کی کسکو تمیز تھی۔ خلیفہ مرحوم کا ماتم جن لفظون مین ہوسکا ادا ہوا۔ اگر تو مواخذہ کرے تو تجھکو حق ہے۔ اور بخشدے تو تیری فیاضی ہے[۵۱]"۔ مامون کی آنکھون مین آنسو بھر آئے۔ اور حکم دیا کہ اوسکی تنخواہ بحال کردی جائے۔ ایکبار اسی حسین نے ایک قصیدہ لکھکر حاجب کو دیا کہ مامون کی خدمت مین پیش کرے۔ قصیدہ۔ شاعری کے لحاظ سے نہایت عمدہ تھا۔ مامون نے سخنوری کی داد دی۔ مگر حاجب سے کہا کہ اوسی حسین کا یہ بھی شعر ہے شعر

ولا فرح المامون بالملک بعدہ	ولا زال فی الدنیا طرید امشردا

[۵۱] کامل بن الاثیر۔ فتح بغداد۔ ۱۲

ترجمہ خدا کرے مامون اوسکے بعد کبھی سلطنت سے لذت نہ اوٹھاوے اور ہمیشہ دنیا میں خوار اور مردود رہے"۔ مامون نے یہ شعر پڑھکر حاجب سے کہا کہ" ہیچ ودم مکرر ار ہوگئی اب شاعر کو صلہ کا کوئی حق نہیں" حاجب نے عرض کیا پھر حضور کی وہ عفو کی عادت کیا ہوئی۔ مامون نے کہا ہاں یہ صحیح۔ اچھا مناسب انعام دیا جائے[۵۱]

جس زمانہ میں **امین** بغداد میں محصور تھا۔ کوثر اوسکا پیارا غلام ایک دن لڑائی کی سیر دیکھنے کو نکلا۔ اتفاق سے ایک تیر چہرہ پر آکر لگا اور خون جاری ہوا۔ امین اپنے ہاتھ سے خون پونچھتا جاتا تھا۔ اور یہ اشعار جو اوسوقت اوسکی زبان سے بے اختیار نکلے تھے پڑھتا جاتا تھا۔

ضربوا قرة عینی	لوگوں نے میرے قرۃ العین کو مارا۔
ومن اجلی ضربوه	اور میری ضد کی وجہ سے مارا۔
اخذ الله لقلبی	جن لوگوں نے میرے دل کو جلایا۔
من اناس احرقوه	خدا اون لوگوں سے میرے دل کا بدلا لے۔

چونکہ عمر وہ دل سے یاری نہ دی اس سے زیادہ نہ کہہ سکا اور عبداللہ ایک شاعر کو حکم دیا کہ ان اشعار کو پورا کرے۔ عبداللہ نے چند شعر لکھے جسکے اخیر شعر یہ ہیں۔

من رای الناس له الفضل	لوگ جسکو صاحب فضل دیکھتے ہیں۔

[۵۱] تاریخ الخلفاء سیوطی - ۱۲

علیھم حسد ولا	اوسپر حسد کرتے ہین ۔
مثل ما حسد القایم	جسطرح خلیفۂ وقت پر اوسکے بھائی ۔
بالملک اخوہ	(مامون) نے حسد کیا ۔

امین کے قتل کے بعد ہی شاعر مامون سکے دربار مین حاضر ہوا کہ مدح سناکر انعام لے ۔ مامون نے اوسکی طرف دیکھکر کہا کہ ہان وہ کیا شعر ہے ۔[۵۱]

مثل ما حسد القایم	بالملک اخوہ

شاعر نے اوسکی معذرت مین چند اشعار برجستہ پڑھے ۔ مامون نے پچھلے جرم کا کچھ خیال نہ کیا ۔ اور دس ہزار درہم انعام دلائے[۵۱] ۔

مامون کو دعوی تھا کہ بڑے سے بڑا جرم بھی میرے حلم کو متزلزل نہین کر سکتا ۔ ایک شخص سے جو متعدد بار نافرمانیان کرچکا تھا اوسنے کہا کہ " تو جسقدر گناہ کرتا جائیگا مین بخشتا جاؤنگا یہانتک کہ آخر عفو تجھکو تھکا کر درست کر دیگا[۵۲] " ۔ مامون کی اس رحمدلی پر لوگون کو اسقدر بھروسہ ہو گیا تھا کہ بے تکلف اوسکے سامنے اپنی خطاؤن کا اعتراف کر دیتے تھے ۔ عبد الملک جسکی شکایت کی بہت سی عرضیان گزر چکین تھین ۔ مامون نے اوسکو بلا کر پوچھا کہ اصل کیا بات ہے ۔ عبد الملک نے مطلقاً انکار کیا ۔ مامون نے کہا مگر مجھکو تو اسکے خلاف خبرین پہونچتی ہین ۔ عبد الملک نے عرض کیا امیر المومنین اگر کوئی بات ہوتی تو مین خود اقرار کر دیتا ۔ حضور کا عفو تو ہر حالت مین میری حمایت کے

[۵۱] تاریخ الخلفاء ۱۲ [۵۲] تاریخ الخلفاء ۔ ۱۲

لئے سیر ہو سکتا تھا۔ پھر میں سچائی کی دولت کو دانستہ کیوں کھوتا[۵۱]۔ **مامون** اگرچہ ملک کے ایک ایک جزئیات سے خبر رکھتا تھا۔ اور اس شوق میں ہزاروں لاکھوں روپئے صرف کر دیا تھا مگر مخبروں کا حامی و [illegible] تھا۔ اس بات میں اوسکے مقولے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اوسکے سامنے جب غمازوں کا ذکر آتا تھا تو اکثر کہا کرتا تھا کہ "ان لوگوں کی نسبت تم کیا خیال کرسکتے ہو جنکو خدا نے سچ کہنے پر بھی لعنت کی ہے[۵۲]" اوسکا قول تھا کہ "جس شخص نے کسی کی شکایت کر کے اپنی عزت میری آنکھوں میں گھٹا دی پھر کسی طرح اوسکی تلافی نہیں کر سکتا"

مامون اگرچہ بڑی عظمت و شان کا بادشاہ تھا۔ اور مامورین کے دفتر میں عام امور جیسے ہیں۔ اوسکے جاہ و جلال کی داستانیں جلی خط سے لکھی ہیں۔ مگر ہمارے خیال میں جو چیز اوسکی تاریخ زندگی کو نہایت مزین اور پُراثر بنا دیتی ہے وہ اوسکی سادہ مزاجی اور بے تکلفی ہے۔ ایک ایسا شہنشاہ جو تخت خلافت پر بیٹھکر کل اسلامی دنیا کا ذمہ دار بن جاتا ہے کسقدر عجیب بات ہے کہ عام دوستوں سے ملنے جلنے میں شان سلطنت کا لحاظ رکھنا بالکل پسند نہیں کرتا۔ اکثر اہل علم و ارباب کمال۔ راتوں کو اوسکے مہمان ہوتے تھے۔ اور اوسکے بستر سے بستر لگا کر سوتے تھے۔ مگر اوسکا عام برتاؤ ایسا ہی ہوتا تھا جیسا کہ ایک سادہ خالص دوست کا دوست کے ساتھ ہوتا ہے۔ **قاضی یحییٰ** ایک رات اوسکے ہاں تھے۔ اتفاقاً آدھی رات کے بعد ان کی آنکھ کھل گئی۔ اور پیاس

سادہ مزاجی

[۵۱] عقد الفرید - ۱۲ [۵۲] عقد الفرید - ۱۲

معلوم ہوئی - چونکہ چہرہ سے بیتابی کا اثر ظاہر تھا - مامون نے پوچھا خیر ہے - قاضی صاحب نے پیاس کی شکایت کی - مامون خود چلا گیا اور دوسرے کمرے سے پانی کی صراحی اوٹھا لایا - قاضی صاحب نے گھبرا کر کہا - حضور نے خدام کو ارشاد کیا ہوتا - مامون نے کہا نہین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "سید القوم خادمھم" راتون کو خدام سوجاتے تھے تو خود اوٹھکر چراغ اور شمعین درست کردیا کرتا تھا -

ایکبار باغ کی سیر کو گیا قاضی یحییٰ بھی ساتھ تھے - مامون اونکے ہاتھ مین ہاتھ دیکر ٹہلنے لگا - جانے کے وقت دہوپ کا رخ قاضی صاحب کی طرف تھا - اودہر سے واپس آتے وقت مامون کی طرف بدل گیا - قاضی صاحب نے چاہا کہ وہ پہلو خود لےلین تاکہ مامون سایہ مین آجائے - لیکن اوسنے گوارا نہ کیا اور کہا کہ "یہ انصاف سے بالکل بعید ہے - پہلے مین سایہ مین تھا اب واپسی کے وقت تمھارا حق ہے" - مامون کی سادہ مزاجی کچھ عربی النسل ہونے کی حیثیت سے نہ تھی - ورنہ خود **عباسی** خاندان عرب کا ایک مشہور اور ممتاز خاندان تھا لیکن تقریباً سوبرس سے شاہنشاہی کا چتر اوسپر سایہ فگن تھا - اتنی مدت مین نسل - اور سرزمین کی سادہ خاصیتین بالکل شاہانہ آداب اور تکلفات سے بدل گئین تھین -

مہدی - سے پہلے تو درباریون کو خلیفہ کا دیدار بھی نصیب نہین ہوتا تھا - سریر خلافت کے آگے قریباً بیس ہاتھ کے فاصلہ پر ایک مکلف پردہ پڑا ہوتا تھا - اور درباری اوس سے ذرا فاصلہ پر دست بستہ کھڑے ہوتے تھے - خلیفہ وقت پردہ کی

اونٹ پر بیٹھکر تمام احکام صادر کرتا تھا۔

گو ولید مہدی نے سلطنت کے چہرے سے یہ نقاب اوٹھا دیا تھا۔ مگر اوبر بہت سے تکلفات کے حجاب باقی تھے۔

مامون کے عہد تک تمام دربار میں اسی قسم کے آئین و آداب کا پابند تھا۔ مامون کو ایک بار چھینک آئی۔ حاضرین میں سے کسی نے سنت نبوی کے طریقہ پر "یرحمک اللہ" نہیں کہا۔ مامون نے سبب پوچھا۔ تو درباریوں نے عرض کیا۔ کہ آداب شاہی مانع تھا۔ مامون نے کہا میں اون بادشاہوں میں نہیں ہوں جو دعا سے عار رکھتے ہیں[1] چونکہ مامون اس قسم کے بیہودہ آداب و مراسم کو ناپسند کرتا تھا۔ اہل دربار نے بھی تکلف کی قید سے آزادی حاصل کی۔

باایں ہمہ مامون کی سادہ وضعی سے یہ نہیں خیال کرنا چاہیے کہ شاہانہ جاہ و حشم یا مطعم مصارف میں کچھ تنزل ہوا تھا۔ دس ہزار درہم روزانہ صرف اوسکے طعام خاصہ کا خرچ تھا ایک مورخ نے خلفائے راشدین کی سادہ طرز زندگی کا اس عہد سے ایک عجیب صورت میں مقابلہ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "حضرت عمر نے تمام شام کا سفر کیا تو اونکا کل ضروری اسباب و رسد و کھانے کا سامان ایک اونٹ پر رکھا گیا۔ اور جب مامون شکار کو نکلا تو۔ اوسکے ضروری اور معمولی ساز و سامان کے لئے تین سو اونٹ بھی کافی نہ ہوئے"۔ دولت بنی امیہ کے عہد سے جو اس انقلاب کا پہلا دیباچہ تھا۔

سادہ رفتار و حرکت

[1] تاریخ الخلفاء ۱۲

اتنی ہی قلیل مدت تک طرز معاشرت مین اسقدر عظیم الشان تبدیلیان ہوگئین کہ کسیطرح قیاس مین نہین آسکتین - زبیدہ خاتون (مامون کی سوتیلی مان تھی) کی ایجاد پسند طبیعت نے - زیب وزینت کے متن پر بہت سے حاشیئے اضافہ کئے - جو نہایت ذوق اور سرت سے قبول کیئے گئے - اور تمام امرا - وعمایدین - رواج عام پا گئے - عنبر کی شمعین پہلے پہل اوسی کے شبستان عیش مین جلائی گئین - جواہر کی مرصع جوتیان اوسی کی ایجادات سے ہین - چاندی - آبنوس - صندل - کے قبّے اوّل اوسی نے طیار کرائے اور اونکو دیبا وسمور - اور مختلف رنگ کے حریر سے آراستہ کیا - کپڑون کی ساخت مین یہ ترقی ہوئی کہ زبیدہ کے استعمال کے لئے - ایک ایک تھان پچاس پچاس ہزار اشرفی کی قیمت کا طیار ہوا[1]۔

زبیدہ خاتون کی ایجادات

مامون کی ایک شادی کی تقریب جس شوکت وشان سے ادا ہوئی وہ اس عہد کی اسرافانہ فیاضی - اور حشمت ودولت کا سب سے بڑھا ہوا نمونہ ہے - عربی مورخون کا دعویٰ ہے کہ "گذشتہ اور موجودہ زمانہ - کوئی اوسکی نظیر نہین لاسکتا"۔ ہماری محدود واقفیت مین ابتک کسی نے اونکے اس فخریہ ادعا پر اعتراض کرنے کی جرئت نہین کی ہے - یہ خوش قسمت لڑکی جس سے مامون کا نکاح ہوا - حسن بن سہل کی بیٹی تھی جو فضل کے مرنے پر وزیراعظم مقرر ہوا تھا - اس لڑکی کا نام **بوران** تھا - اور نہایت قابلہ اور تعلیم یافتہ تھی[2] - مامون معہ خاندان شاہی وارکان وکل فوج وتمام افسران ملکی -

[2] تاریخون مین بوران کا ترجمہ تفصیلاً مذکور ہے - تذکرۃ الخواتین مین جو زمانۂ حال کی ایک معمولی تالیف ہے لکھا ہے کہ بوران کی ... اسی بوران کیطرف ... منسوب ہے ۱۲ منہ

[1] مروج الذہب مسعودی ذکر خلافت قاہر باللہ۔

مامون کی شادی بوران سے

وجدام حسن کا مہمان ہوا۔ اور برابر ۱۹ دن تک اس عظیم الشان مہمانی کی ایسے پیمانہ پر حوصلے سے مہمانداری کی گئی کہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی نے بھی جس قدر دنوں کے لئے امیرانہ زندگی بسر کر لی خاندان ہاشم و افسران فوج اور تمام عہدہ داران سلطنت پر مشک و عنبر کی ہزاروں گولیاں تانگی گئیں جس پر کاغذ لپٹے ہوئے تھے اور ہر کاغذ پر سند۔ لونڈی غلام۔ املاک خلعت اسپ خاصہ جاگیر وغیرہ کی ایک خاص تعداد لکھی ہوئی تھی تاکہ عام لوٹ میں یہ قاعدہ مقرر تھا کہ جسکے حصے میں جو گولی آئے اوسمیں جو کچھ لکھا ہو اوسیوقت وکیل الخرچ سے دلا دیا جائے عام آدمیوں پر مشک و عنبر کی گولیاں اور درہم و دینار نثار کئے گئے مامون کے لئے ایک نہایت تکلف فرش بچھایا گیا۔ جو سونے کے تاروں سے بُنا گیا تھا اور گوہر و یاقوت سے مرصع تھا۔ مامون جب اسپر جلوہ نما ہوا تو قیمتی موتی اوسکے قدم پر نثار کئے گئے۔ جو زریں فرش پر بکھر کر نہایت دلاویز سماں دکھاتے تھے۔ مامون نے ابونواس کا یہ مشہور شعر پڑھا اور کہا کہ ابونواس نے جو لکھا گویا یہ سماں اپنی آنکھوں سے دیکھکر لکھا۔

كأن صغرى وكبرى من فقاقعها حصباء در على ارض من الذهب	حباب شراب کے چھوٹے بڑے بلبلے ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا سونے کی زمین پر موتیوں کے دانے ہیں

زفاف کی شب جب بوران دولہن ساتھ بیٹھے تو بوران کی دادی نے ہزار قیمتی موتی دونوں پر نچھاور کئے۔ اس تقریب کے تمام مصارف کا تخمینہ

۵ کروڑ درہم کیا گیا تھا۔[۵۱]

عرب کے مورخون نے **مامون** کی سخاوت ودریادلی کا ذکر۔ فخر اور جوش کے ساتھ کیا ہے۔ اور چونکہ مامون کے اصلی اور عملی کارنامے اس قسم کی حیرت انگیز فیاضیون سے معمور ہین۔ انکو ایشیائی عبارت آرائی کی ضرورت نہین پڑی۔ ان صفات کے متعلق جسقدر مبالغہ کیا جا سکتا ہے۔ خوش قسمتی سے وہ مامون کے اصلی واقعات ہین۔ گبن صاحب لکھتے ہین۔

مامون کی فیاضی

"مامون کی فیاضی کی تعریف اوسکے ارکان دولت نے ضرور کی ہوگی۔ جس نے رکاب سے پاؤن نکالنے کے پیشتر ایک ضلع کی آمدنی کے چارخمس جو بیس لاکھ چار ہزار دینار تھے[۵۲] دیدیئے"۔ یہ ایک جزئی مثال ہے۔ شعرا اور اہل فن کو ہزارون۔ لاکھون درہم و دنیا عطا کردینا مامون کا ایک معمولی کام تھا۔ محمد بن وہیب کے ایک مدحیہ قصیدہ کے صلہ مین حکم دیا کہ فی شعر ایک ہزار درہم دلادیئے جاوین۔ یہ کل پچاس شعر تھے۔ اور پچاس ہزار درہم اوسیوقت اوسکو دلادیئے گئے[۵۳]۔ **بوران** کے نکاح مین ایک مفلس آدمی نے نمک اور اشنان کی دو تھیلیان نذر بھیجین اور خط مین لکھا کہ اگرچہ "ناداری ہمت کو دبا دیتی ہے۔ مگر مینے یہ پسند نہ کیا کہ اہل کرم کی فہرست

[۵۱] اس شادی کا ذکر۔ پوری تفصیل سے علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ مین کیا ہے۔ ابو الفدا۔ ابن الاثیر۔ ابن خلکان (ترجمہ بوران مین) اور دوسرے مورخون نے بھی یہ حالات اجمالاً و تفصیلاً لکھے ہین۔ ۱۲

[۵۲] آجکل کے حساب سے ایک کرور بیس ہزار روپیے ہوئے۔ ۱۲

[۵۳] آغانی ترجمہ محمد بن وہب۔ ۱۲

سجدہ کیے جائیں اور میرا نام اوسمیں نہ ہو۔ نمک کی برکت۔ اور داستان کی لطافت
اس بات کے لئے کافی ہے۔ کہ ہم اوسکو حضور کی نذر کے لئے انتخاب کریں"
مامون نے حکم دیا کہ دونوں تھیلیاں اشرفیوں سے بھر کر اوسکو واپس دیجائیں[1]۔

اس قسم کی سیکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ اور ہمکو نئے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی
طرح حکایات و روایتوں کو عموماً بے اعتباری کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ واقعات
سے انکار کرنا نہیں چاہیئے۔ یہ ایک بڑی غلطی ہے کہ ہم آج موجودہ طرز سلطنت کو
پچھلی ایشیائی حکومتوں کے اندازہ کرنے کا پیمانہ بنائیں۔ آج کل کے تعلیم یافتہ
اس قسم کی روایتوں کو جو تاریخوں میں مذکور ہیں عموماً مبالغہ پر محمول کرتے ہیں۔ وہ
سمجھتے ہیں۔ کہ ملکی اور فوجی مصارف سے بچکر امراء کے پاس کہاں سے آسکتا ہے کہ اِن
بے انتہا فیاضیوں کے لئے کافی ہو۔ لیکن یہی انکی غلطی ہے کہ پچھلی ایشیائی
سلطنتوں کے ملکی اور فوجی مصارف کو وہ آج قیاس کرتے ہیں۔ حالانکہ اوسوقت
نہ اتنے مختلف صیغے اور عہدے تھے۔ نہ اتنی کثیر تنخواہیں۔ اسلئے خزانہ کا
کا بڑا حصہ ان فیاضیوں میں صرف ہوتا تھا جسکو آج ہم فضول اور لغو بتاتے ہیں۔
یہ باتیں ہمکو بعض صحیح تاریخی نتائج کی طرف رہبری کرتی ہیں۔ ہم اوس عبرت انگیز
انقلاب کو حیرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جو دوہی صدی میں اسلامی جانشینوں
کے طریق حکومت میں ہوگیا حضرت عمر ایکبار سر پر کھڑے لئے ہوئے اور لوگوں سے

[1] تاریخ الخلفاء سیوطی ۱۲

مخاطب ہوکر فرمایا کہ "سنو اور مانو"۔ یہ صدا اپنی پوری رفتار طے نہین کرچکی تھی۔ کہ حاضرین مین سے ایک شخص کھڑا ہوا اور بلند لہجہ مین کہا" لاسمعاً ولاطاعۃً" یعنی" نہ سنین گے اور نہ مانین گے"۔ حضرت عمر نے فرمایا۔"آخر کیون"۔ اوسنے کہا "یمنی چادرین جو تمام مسلمانونکو تقسیم کی گئین۔ اوسمین تمہارا حصّہ ایک سے زیادہ نہ تھا مگر تمہارے بدن پر جو پیرہن ہے اور اوسی چادر کو کاٹ کر بنایا گیا ہے یہ یقیناً ایک چادر سے زیادہ مین بنا ہوگا۔ تمکو اس ترجیح کا کیا حق تھا" حضرت عمر نے اپنے فرزند عبداللہ کے ذریعہ سے اِس اعتراض کا جواب دیا جنہون نے کھڑے ہوکر یہ شہادت دی کہ "جسقدر کپڑا گھٹ گیا تھا وہ مینے اپنے حصّہ کی چادر سے پورا کردیا"۔ وہ شخص یہ کہکر بیٹھ گیا کہ" ہان اب سنین گے[۱] اور مانین گے"۔ اسکے ساتھ اب مامون کے عہد کا مقابلہ کرو کہ اوسکے غیر معتدل اصرافات پر کروڑون مسلمانون مین سے ایک بھی نکتہ چینی کی جرأت نہین کرسکتا کل بیت المال (پبلک فنڈ) ایک شخص کے ہاتھ مین دیدیا گیا ہے اور وہ جسطرح چاہے اوسپر آزادانہ تصرف کرسکتا ہے۔ اِس قسم کے بیقاعدہ مصارف سے ہم یہ بات بآسانی سمجھ سکتے ہین کہ ملکی عہدے کم تھے۔ اور جسقدر تھے اونکی تنخواہین بیش قرار نہ تھین۔

ہمارے ناظرین جنہون نے مامون کو کبھی فقہ و حدیث کا تذکرہ کرتے دیکھا ہے کبھی اہل کمال کے ساتھ اوسکی عالمانہ بحثین سنی ہین۔ نہایت تعجب سے دیکھین گے

[۱] آثار الدول۔ امام رازی۔ ۱۲

کہ بزم عیش میں وہ زمانہ وضع سے میٹھا ہے۔ بے تکلف اور رنگین طبع احباب
جمع ہیں۔ پری پیکر ساقیوں کا جمگھٹ ہے۔ دور شراب چل رہا ہے۔ ساز چھیڑا جا رہا
ہے۔ گل اندام کنیزیں نغمہ سرا ہیں۔ یاران باصفا مست ہوتے جاتے ہیں۔ ان
آثار حالات میں بیس مہینے تک۔ **مامون** نغمہ سرود سے بالکل محترز رہا۔
بیس برس کے بعد شوق پیدا ہوا مگر اتنا ہی کہ احتیاط کے ساتھ کبھی کبھی سن لیتا تھا
یہ حالت بھی چار برس تک قایم رہی۔ پھر تو ایسی چاٹ پڑ گئی کہ ایک دن ان صحبتوں
کے بغیر نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اگر انصاف سے دیکھئے تو ہمیں تعجب کی کیا بات
ہے۔ آزادی۔ حوصلہ مندی۔ لطافت طبع۔ جوش شباب۔ ہمیشہ رہد۔ کی حکومت
سے ساعی رہتے آئے ہیں۔ مامون کی تخصیص نہیں۔ اس وقت اسلامی سوسائٹیاں
عموماً اس رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ مسلمانوں کو اس عہد میں امن۔ فراغ۔
اطمینان۔ زر و مال۔ سب کچھ میسر تھا۔ پھر کیا چیز تھی جو ان کو زندگی کے پرجوش مقاصد
سے روک سکتی۔ ایک۔ مذہب البتہ در اندار ہو سکتا تھا۔ لیکن جدت پسند طبیعتیں
اس کو بھی کھینچ تان کر اپنے ڈھب کا سا لیتی تھیں۔ شراب کی جگہ نبیذ (کھجور کی تاڑی)
موجود تھی۔ جس کو عموماً عراق کے فقہی پیشواؤں سے حلت کی سند مل چکی تھی۔

۵۱ علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں نہایت سختی کے ساتھ مامون وغیرہ کی بادہ نوشی سے انکار
کیا ہے لیکن تاریخی سند کوئی پیش نہ کر سکے صرف حسن ظن کی تقریر کو طول دیا ہے تاہم ہم بیشک یہ تسلیم
کرتے ہیں ابن خلدون کے دل کے تسلیم کرنے والے مختار ہیں کہ ہماری کتابوں میں مامون کی نسبت
جہاں شراب کا ذکر آتا ہے وہاں نبیذ سے شراب کے معنی مراد ہیں۔ ۱۲

لونڈیون کی عام اجازت ۔ نے عیاشی کے سب حوصلے پورے کر دیئے تھے
نغمہ و سرود تو قابلیت علمی کے بڑے جزو سمجھے جاتے تھے ۔ **بنو امیہ اور عباسیہ**
مین ایک بھی ایسا خلیفہ نہین گذرا جو اِس فن شریف مین مناسب دستگاہ نہ رکھتا ہو ۔
بڑے بڑے مذہبی علما بھی اِس چاٹ سے خالی نہ تھے ۔ حضرت عمر بن عبد العزیز
سے زاہد خشک بھی تو فن نغمہ مین بہت سے سرون کے موجد ہین[1] ۔ مامون کے دربار
مین مغنیون کا ایک بڑا گروہ موجود تھا ۔ جنہون نے علمی اصول و قواعد کے موافق
موسیقی کو معراج کمال تک پہونچا دیا تھا ۔ اور جنمین سے ۔ مخارق ۔ علویہ ۔ عمرو بن بانۃ
عقید ۔ یحییٰ مکی ۔ سوسن ۔ زلزل ۔ زرزور ۔ اِس فن کے ارکان تسلیم کئے گئے ہین
لیکن **اسحٰق** موصلی کی شہرت مقبول کے آگے کسی کو فروغ نہو سکا ۔ اسحٰق کا باپ
ابراہیم ۔ موسیقی کا ایک مشہور اوستاد تھا ۔ اور ہرون الرشید کے دربار مین اپنی خدمت
پر دس ہزار درہم ماہوار کا نوکر تھا ۔ اسحٰق ۔ نے فن ادب ۔ انساب ۔ روایات ۔
فقہ ۔ نحو ۔ مین مجتہدانہ کمال پیدا کیا تھا ۔ یہ عبرت کی جگہ ہے کہ موسیقی کے انتساب نے
تمام معزز خطابون سے محروم کر کے اوسکو "مغنی" کا حقیر لقب دلایا ۔ جسکی شہرت کو
وہ کسیطرح دبا نہ سکا ۔ وہ اِس نسبت سے نہایت نفرت کرتا تھا ۔ مگر قبول عام کا کسکا زور
ہے ۔ مامون کو بھی اِس بات کا افسوس رہا ۔ کہ **اسحٰق** منصب قضا کے قابل تھا ۔
لیکن قوالی کی بدنامی نے اس بلند ۔ درجہ پر پہونچنے نہ دیا ۔ تاہم اُسکی عظمت کا اتنا

مامون کے دربار کے مغنی

ابراہیم و اسحٰق موصلی

اسحٰق موصلی

[1] صاحب اغانی نے جہان خلفا ۔ کی ایجادات موسیقی کا ذکر کیا ہے ۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کا نام بھی لیا ہے ۔ ۱۲

پاس تھا کہ دربار میں اوسکو ندیموں کے زمرہ میں جگہ ملتی تھی - اس سے زیادہ یہ امتیاز حاصل تھا کہ اوسکو دربار میں فقہا کا لباس پہنکر آنے کی اجازت تھی - اسیپر بھی قانع نہ ہوا اور مامون سے درخواست کی کہ دراعہ اور سیاہ طیلسان پہنکر جمعہ کے دن مقصورہ[1] میں داخل ہو سکے مامون نے مسکرا کر کہا "اسحق" یہ نہیں - لیکن میں تمھاری درخواست لاکھ درہم پر خرید لیتا ہوں" یہ کہکر حکم دیا کہ لاکھ درہم اوسکے گھر پہنچا دیجاویں -

اسحق کا بیان ہے کہ تحصیل کے زمانے میں مدتوں میرا یہ روزانہ معمول تھا کہ صبح تڑکے ہشیم کی خدمت میں ہوکر حدیثیں سنیں - پھر کسائی یا فرّا - کے پاس جاکر قرآن کا سبق پڑھا - اس سے فارغ ہوکر - زلزل سے عود بجانے کی مشق کی پھر شہدہ سے دو تین راگ سیکھے - بعد اسکے اصمعی اور ابو عبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوا - کچھ اشعار سنائے - کچھ ادب کے مسائل تحقیق کیے - شام کو گھر واپس آیا تو جو کچھ دن بھر سیکھا تھا سب پدر بزرگوار کو سنا دیا اوسیکا بیان ہے کہ میں نے ایک لاکھ درہم مختلف وقتوں میں زلزل کے نذر کیے تب عود بجانا آیا - خلیفہ معتصم باللہ اکثر کہتا تھا کہ "اسحق جب گاتا ہے تو مجھے جوش مسرت میں یہ خیال ہوتا ہے کہ میری سلطنت میں کوئی نیا ملک اضافہ ہوگیا -

اسحق نے موسیقی کے جو اصول و قواعد اپنی تصنیف میں لکھے ہیں - وہ

[1] جامع مسجد میں جہاں بادشاہ نماز ادا کرتا تھا وہ ایک کٹہرہ ہوتا تھا اوسکو عربی میں مقصورہ کہتے ہیں -

یونانی حکما کی تحقیقات سے عموماً مطابق ہین۔ حالانکہ یہ بات تاریخی شہادتون سے ثابت ہوگئی ہے کہ اوسکو نہ یونانی زبان آتی تھی۔ نہ اِن کتابون کے ترجمے اسکی نگاہ سے گذرے تھے۔ اِس بات پر تمام اہل فن کو حیرت ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اِس فن کی تدوین اور ترتیب مین اوسنے فیثاغورس سے کچھ کم کام نہین کیا۔[۵۱]

مغنیہ کنیزین

اِن مغنیون کے سوا ایک اور طائفہ تھا۔ جس سے مامون کے جلسون کی زیب و زینت تھی۔ روم۔ و ایشیاے کوچک۔ کی گل اندام نازنینین جو لڑائی کی لوٹ مین پکڑ آتی تھین۔ دلال اونکو سستے دامون پر خرید لیتے تھے۔ اور موسیقی۔ شاعری۔ ایام العرب۔ ادب۔ خوشنویسی۔ ظرافت۔ حاضر جوابی کی تعلیم دلاتے تھے۔ اِن فنون مین کامل ہو کر وہ نہایت گران قیمتون پر بازار مین بکتی تھین۔ مامون کے شبستان عیش مین اِن حور وشون کا ایک بڑا جھرمٹ رہتا تھا۔ جنکی خریداری اور تربیت نے خزانۂ عامرہ کو اکثر زیر بار کردیا تھا۔ ایکبار ایک لونڈی بکنے آئی۔ جسکے فضل وکمال۔ فصاحت۔ ادبیت۔ سخن سنجی۔ کی قیمت بیچنے والے نے دو ہزار دینار طلب کی۔ مامون نے کہا مین ایک شعر پڑھتا ہون اگر یہ فی البدیہ اوسکے جواب مین دوسرا شعر کہے تو اصل قیمت سے کچھ زیادہ دیتا ہون۔ شعر یہ تھا۔

ماذا تقولين فيمن شفه ارق ۔۔۔ من جهد حبك حتى صار حيرانا

کنیز نے برجستہ پڑھا۔

[۵۱] اسحق۔ و ابراہیم کا نہایت مفصل تذکرہ آغانی۔ مین ملیگا۔ ۱۲

اذا وجدنا محنا قد اصرمه	داء الصبابة اولناه احيانا

عریب - ایک کنیز جو ہر علم و فن میں یکتائے روزگار تھی - اور لاکھ درہم اوسکی خریداری میں صرف کئے گئے تھے - مامون کی محبوبہ خاص تھی اوسنے سراگ ایجاد کئے تھے - جنمیں سے بعض کا تتبع اسحق بھی مشکل کرسکتا تھا - عریب کی قابلیت او کمالات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ علیہ المعتز بامد عباسی نے جو فن بدیع کا موجد اور عرب کے شعرا کا خاتم ہے - عریب کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے - ایکبار عریب نے مامون سے رنجیدہ ہو کر ملنا جلنا چھوڑدیا - قاضی احمد بن ابی دؤاد سے مامون نے التجا کی کہ آپ بیچ میں پڑکر صلح کرا دیجئے - عریب نے شانہ پردہ سے بول اوٹھی کہ

تخلط الهجر بالوصال ولا	يدخل في الصلح بيننا احدا

یعنی وصال میں ہم ہجر کو ملا دیتے ہیں - لیکن صلح کرانیکے لیے ہماسے بیچ میں کوئی تیسرا نہیں ہو سکتا

مامون کی ایک دوسری کنیز جسکا نام بذل تھا - فن موسیقی کے مشہور اوستادوں میں تسلیم کیگئی ہے - علی بن ہشام نے اوسکی ایک تصنیف کا جو سات ہزار راگوں پر مشتمل ہے دس ہزار درہم صلہ دیا تھا - علامہ ابو الفرج اصفہانی نے عریب و بذل کے دلاویز حالات کے لیے اپنی بے نظیر کتاب الاغانی کے بیسیوں صفحے رنگین کیے ہیں - طبع ناظرین کو اگر زیادہ دلچسپی ہو تو اوسکے صفحے ہیں نظر کریں - جس زمانہ میں تعلیم یافتہ کنیزیں عموماً امرا و خوشحال لوگوں کی حرم میں داخل تھیں - اور جو کمالات کے

حقوق اور معاشرت - عملی طور سے ہر خاندان مین اصلی ازواج کے برابر بلکہ بڑھکر تھے اسلیے عورتونکی تعلیم اور آزادی کا مسئلہ بہت کچھ اونکی بدولت حل ہوگیا تھا -

مامون کے عیش وطرب کے جلسون مین گو عیاشانہ رنگینی پائی جاتی ہے مگر انصاف یہ ہے کہ یہ جلسے - علمی مذاق سے بالکل خالی بھی نہ تھے - اس قسم کے جلسے جو شاعرانہ جذبات - کو پورے جوش کے - ساتھ ابھار دیتے ہین - اگر متانت و تہذیب کے ساتھ ہون - تو لٹریچر پر نہایت وسیع اور عمدہ اثر پیدا کرتے ہین - مامون خود سخن سنج اور موسیقی کا بڑا ماہر تھا - یاران مجلس بھی عموماً نازک خیال اور نکتہ شناس تھے - بات بات پر شاعرانہ لطیفے ایجاد ہوتے - کبھی موسیقی کی بحث چھڑ جاتی - کسیوقت مامون کے فی البدیہہ مصرعون یا شعرون پر شعرا کی طبع آزمائیون کا امتحان ہوتا - ایک دن بزم عیش آراستہ تھی - بادہ و جام کا دور تھا - بیس عیسائی کنیزین دیباے رومی کے لباس پہنے - گردنون مین سونے کی صلیبین - کمر مین زرین زنّار - ہاتھون مین گلدستے - لیے ہوئے - بزم مین جلوہ آرا تھین - یہ سمان ایسا نہ تھا کہ مامون دل پر قابو رکھ سکتا - بیساختہ چند اشعار زبان سے نکلے - اور احمد بن صدقہ ایک مغنی کو بلاکر اون شعرون کے گانے کی فرمایش کی - احمد کی نغمہ سرائی کے ساتھ کنیزین ناچنے کھڑی ہوگئین - اونکی مخمور آنکھین - اور جام شراب - مامون کے بدست کرنے مین یکسان کام دے رہے تھے - وہ بالکل سرشار ہوگیا - اور حکم دیا کہ ان نازنینون کے قدم پر تین ہزار اشرفیان نثار کیجاوین - مامون کا چچا ابراہیم جسکی ادعاے خلافت

کا حال پہلے حصّہ میں گذر چکا ہے۔ اور جو موسیقی کا بڑا اوستاد اور اس فن میں اسحٰق موصلی کی ہمسری کا دعویٰ رکھتا تھا۔ ایک دن بزم عیش میں حاضر تھا۔ مامون کے دائیں بائیں میں جو دس کنیزیں ایک سُر میں عود چھیڑ رہی تھیں۔ اسحٰق بھی حاضر ہوا اور آنے کے ساتھ ٹھٹک سا گیا۔ (مامون) کیوں اسحٰق کوئی بے اصول آواز کان میں آ رہی ہے۔ (اسحٰق) حضور ہاں (مامون ابراہیم کی طرف مخاطب ہو کر) تم اس سوال کا کیا جواب دیتے ہو۔ (ابراہیم) نہیں۔ مامون نے اسحٰق کی طرف دیکھا اوسنے کہا "اس میں یقیں بتا دیتا ہوں کہ اس صف میں کسی تار پر غلط سر اٹھ رہے ہیں۔" ابراہیم نے اوس طرف کان لگا کر سنا مگر بے تمیز نہ ہوئی۔ اسحٰق نے ایک خاص کنیز کی طرف اشارہ کیا کہ وہ تنہا بجائے۔ اوسنے ہاتھ روک لیں۔ اب ابراہیم بھی سمجھ گیا اور اپنی ناواقفیت پر نادم ہوا۔ مامون نے کہا "ابراہیم اسی بار ان کی یکساں اور متفق گونج میں۔ ایک غلط صدا جسکے کان میں کھٹک جائے اور اوسکو متعیّن بتا دے تم اوسکی ہمسری کا کیونکر دعویٰ کر سکتے ہو۔" شاید یہ پہلا دن تھا کہ ابراہیم نے صریح لفظوں میں اسحٰق کی فضیلت کو تسلیم کر لیا۔ ایک دن معتصم باللہ نے مامون کی دعوت کی۔ مکان جو دعوت کے لئے سجایا گیا تھا اوسکی چھت میں جا بجا رنگ برنگ بلوریں قندیلوں میں شیشے لگے تھے۔ مجلس میں احمد یزیدی اور سیما ترکی بھی موجود تھا جو معتصم کا پیارا غلام اور حسن و جمال میں یگانۂ روزگار تھا۔ آفتاب کا عکس شیشوں سے ہو کر سیما کے چہرہ پر پڑا تو عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔ مامون بیساختہ پکار اٹھا کہ دیکھنا!

آفتاب کا عکس سیما کے چہرہ پر پڑکر کیا سمان دکھلا رہا ہے۔ پھر ایک شعر پڑھا کہ اسیوقت موزون ہوا تھا۔ پہلا مصرع یہ ہے" قد طلعت شمس علے شمس" یعنی آفتاب پر آفتاب چمک رہا ہے" اگرچہ یہ ایک برجستہ لطیفہ تھا تاہم معتصم کو رشک ہوا۔ مامون نے تسکین کردی کہ" رقابت مقصود نہین۔ صرف یہ ایک فوری اثر کا اظہار تھا"

مامون کا مذہب

مامون مذہب کے لحاظ سے اس شعر کا مصداق ہے **شعر**

کسکی ملت مین گنون آپکو بتلاے شوخ	تو کہے گبر مجھے گبر مسلمان مجھکو

سنی مورخ اسکے محاسن وفضائل کا علانیہ اعتراف کر کے بڑی حسرت سے لکھتے ہین کہ" افسوس شیعی تھا۔ شیعہ سخت ناراض ہین کہ اوسکا تشیع بالکل فریب تھا۔ جسکے ذریعہ سے ہرسنے حضرت علی رضا علیہ السلام پر قابو حاصل کیا۔ اور پھر زہر دلوایا" معتزلہ کی تاریخین موجود نہین۔ ورنہ یہ دیکھنا تھا کہ اس مقدس فرقہ نے اوسکو کس لقب سے یاد کیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ مامون کے زمانہ تک۔ ان فرقون مین وہ حد فاصل نہین قایم ہوئی تھی۔ جو اب ہے۔ سنی۔ شیعہ۔ معتزلہ۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ سنیون کے بڑے بڑے پیشواے مذہبی (امام بخاری وغیرہ) شیعون سے حدیثین روایت کرتے تھے۔

بزرگان سلف مین سیکڑون ایسے گذرے ہین کہ اگر اونکے مجموعہ عقاید کا شیرازہ

کھول دیا جائے تو شیعہ، سُنّی، معتزلی، قدریہ، ہر ایک کے ہاتھ میں اوسکا کچھ حصّہ آئیگا۔ عقائد کے لحاظ سے مامون معجون مرکب تھا۔ قرآن کے حادث ہونے کا قایل تھا۔ عام منادی کرا دی تھی کہ جو شخص امیر معاویہ کو اچھا کہے وہ دائرۂ اطاعت سے باہر ہے۔ حضرت علیؓ کو تمام صحابہ سے افضل سمجھتا تھا لیکن اور خلفا سے بھی بے اعتقادی نہ تھا۔ اوسنے ایک نظم میں حضرت عثمان و عائشہ کی نسبت بھی ایسا سوء اعتقاد ظاہر کیا ہے۔ اوسکے یہ خیالات حکومت مذہبی اعتقادات کا لقب دیا گیا ہے۔ مختلف ماموں کی تعلیم و معاشرت کے نتائج تھے۔ خاندان برامکہ کی صحبت سے جو اوسکی ابتدائی تعلیم و تربیت کے رہنما تھے۔ اوسکو شیعہ پن کے خیالات سکھائے گئے۔ بڑا ہوا تو بھی یہی صحبت رہی۔ فضل بن سہل حسن بن سہل جو پایۂ تخت کے وزیر اور حکومت کے ارکان اعظم تھے۔ ماموں پر ایسے محیط تھے کہ وہ انہیں کی آنکھوں سے دیکھتا تھا اور انہیں کے کانوں سے سنتا تھا۔ یہ دونوں شیعی تھے اور اونکے ابتدائی کل دربار امارت پر حاوی تھا۔ اخیر میں معتزلی اپنے فضل و کمال کی وجہ سے باریاب ہوگئے۔ ماموں کی قابل طبیعت نے اونکے عقائد کو بھی خیر مقدم کہا۔ اس دو طرفہ کشمکش میں سنیت کا صرف ذرہ حصہ باقی رہ گیا وہ بھی خاندان کا قدرتی اثر تھا۔ مامون کے دربار میں ہندو، عیسائی، یہودی، مجوسی، ہر ایک مذہب کے عالم اور فاضل تھے۔ وہ سب سے یکساں مراعات کرتا تھا۔ اور کسی کے عقاید اور مذہبی خیالات سے اوسکو بحث نہ تھی لیکن تعجب اور افسوس ہے کہ خود اوسکے ہم مذہبوں کو یہ بات۔ اوسکے

متعہ کا جواز

تعصبات کی گزند پہونچتا تھا۔ شیعہ پن کے جوش مین ایکبار منادی کرادی کہ متعہ سمو ناجایز سمجھا جاوے۔ اگر یہ حکم ذاتی راے کی صورت مین ہوتا۔ تو شاید کسی کو خیال بھی نہ ہوتا۔ لیکن ایک عام منادی فرمان شاہی کے ہمزبان تھی۔ اور اگر قاضی یحییٰ کے منطقی استدلال سے مامون عاجز نہ آجاتا تو شاید سنیون کی قسمت بدل گئی ہوتی۔ مامون اوسوقت دمشق مین تھا۔ دربار کے تمام علما بھی ساتھ تھے۔ اس وحشت انگیز منادی نے گو تمام شہر کو برہم کردیا۔ لیکن حکومت کی آواز کو کون دبا سکتا تھا۔ جو لوگ مامون کے مزجدان تھے سمجھ چکے تھے کہ اس پرخطر موقع پر اگر کوئی شخص اپنی جرت کا امتحان لے سکتا ہے تو وہ صرف قاضی یحییٰ ہین۔ درباریون مین سے دو شخص اونکی خدمت مین حاضر ہوے۔ وہ پہلے سے طیار بیٹھے تھے۔ ان لوگون سے کہا کہ دربار مین چلئے۔ مین بھی وزا دیر مین آتا ہون۔ یہ لوگ پہونچے تو مامون حضرت عمر کا یہ قول پڑھ رہا تھا۔ "دو متعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکرؓ کے عہد مین تھے مین اونکو حرام کرتا ہون"۔ ہر لفظ پر اوسکا چہرہ غصہ سے متغیر ہوتا جاتا تھا۔ اور جب ایک پرغیظ لہجہ مین یہ روایت ختم کرچکا تو نہایت طیش مین آکر کہا۔ "اے جعل۔ جو چیز رسول اللہ کے عہد مین جایز تھی تو کون ہے کہ اوسکو حرام کرے"۔ مامون کو اسطرح برافروختہ دیکھکر سب سہم گئے۔ اتنے مین قاضی یحییٰ پہونچے۔ اور گو خود کچھ نہین کہا۔ لیکن اونکا مغموم چہرہ۔ اونکے دلی خیالات کو صاف ادا کررہا تھا۔ مامون نے اونکی طرف مخاطب ہوکر کہا کیون۔ آپکا چہرہ کیون

متغیر رہے (قاضی یحییٰ) اسلام میں ایک بار حرام ہوا۔ (مامون) وہ کیا (قاضی یحییٰ) رہا حلال کردیا گیا (مامون) یہ کیونکر (قاضی یحییٰ) متعہ رہا ہی تو ہے (مامون) کس دلیل سے۔ (قاضی یحییٰ) قرآن کی اس آیت میں الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم صرف دو قسم کی عورتوں سے تمتع جائز کیا گیا ہے۔ جورو۔ لونڈی۔ کیا متوعہ عورت لونڈی ہے۔ (مامون) نہیں (قاضی یحییٰ) پھر کیا زوجہ شرعی ہے؟ کیا اوسکو میراث مل سکتی ہے"۔ قاضی یحییٰ نے ایک حدیث بھی متعہ کی حرمت میں پڑھی۔ مامون کو اپنی خود رائی پر نہایت افسوس ہوا۔ اور اوسی وقت حکم دیا کہ پہلا حکم منسوخ کردیا گیا[1]۔

مامون اوصاف میں سے شیوہ نہایت تعریف کا مستحق ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی فلسفیانہ تعلیم و خیالات کے ساتھ مذہبی عقاید میں نہایت راسخ الاعتقاد تھا۔ فرائض اور اعمال کا سخت پابند تھا۔ پیغمبر صلعم کے ساتھ اسکو جو سچی ارادت تھی عاشقانہ وارفتگی کی حد تک پہونچگئی تھی۔ شام کے سفر میں آنحضرت صلعم کا نامۂ مبارک ملا تو آنکھوں سے لگایا اور جوش محبت کی ایک عجب کیفیت طاری ہوئی بار بار آنکھوں سے لگاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ مذہبی جوش ایک بڑی طاقت ہے۔ اور ہمیشہ دنیا میں اوس سے عجیب عجیب اثر ظاہر ہوئے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مامون نے اس قوت سے کوئی مفید کام نہیں لیا۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ جس چیز نے اوسکی تمام خوبیاں غارت کردیں۔ وہ یہی مذہبی جوش تھا۔ فلسفہ کے اثر

[1] دیکھو۔ تاریخ ابن خلکان۔ حالات قاضی یحییٰ ابن اکثم۔ ۱۲

حدوث قرآن کے مسئلے میں مامون کی سختی

نے اوسکو پند عقائد مین معتزلی المذہب بنادیا تھا جسمین سے قرآن کے حادث ہونے کا مسئلہ اس رسوخ کے ساتھ اوسکے دلمین بیٹھ گیا - کہ اوسکے نزدیک اس مسئلہ سے انکار کرنا - گویا اصل توحید سے انکار کرنا تھا ۲۱۸ھ مین جب وہ شام کے اضلاع مین مقیم تھا تو اسحٰق خزاعی گورنر بغداد کو ایک فرمان بھیجا جسکا مختصر مضمون یہ تھا - "امیر المومنین کو معلوم ہوا ہے کہ عموماً تمام مسلمان جو شریعت کی باریکیون کو نہین سمجھ سکتے قرآن کے قدم کے قایل ہین - حالانکہ خود قرآن کی متعدد آیتون سے اسکے خلاف ثابت ہے - یہ لوگ بدترین امم اور ابلیس کی زبان ہین - بغداد کے تمام قاضیون کو جمع کرکے یہ فرمان سُنا دیا جائے - اور جسکو انکار ہو وہ ساقط العدالۃ مشہور کر دیا جائے" - مامون کو اسپر بھی تسلی نہین ہوئی - اور سات بڑے بڑے عالمون کو جو مذہباً بہت بڑا اقتدار رکھتے تھے اپنے پاس طلب کیا - اور رودررو گفتگو کی یہ سب لوگ اس مسئلہ مین مامون کے خلاف تھے مگر تلوار کے ڈر سے وہ کہہ آئے جو - اونکا دل نہین کہتا تھا جب - یہ لوگ بھی مامون کے ہمزبان بنگئے - تو اوسنے اسحٰق کے نام ایک دوسرا فرمان بھیجا کہ ممالک اسلامیہ کے تمام علما اور مذہبی پیشواؤن کا اظہار لیا جائے - اس حکم کی پوری پوری تعمیل ہوئی - اور سب کے اظہار اونکے خاص الفاظ مین قلمبند ہوکر مامون کے پاس بھیجدیئے گئے - اسکے جواب مین مامون نے جو کچھ لکھا وہ اوسکے جنون مذہبی کا - ہذیان تھا - تمام محدثین اور فقہا مین سے ایک بھی نہین بچا - جبر - رشوت - چوری - دروغگوئی - بیلھی - حماقت سنجاری -

کا الزام نہیں لگایا تھا۔ وہاں میں یہ جگیری حکم بھی تھا کہ "جو لوگ اس عقیدہ سے باز نہ آئیں پابزنجیر روانہ کئے جائیں۔ تاکہ میں خود اپنے سامنے اتمام حجت کر کے ان کی موت وحیات کا فیصلہ کر دوں۔" اسحق نے یہ فرمان مجمع عام میں پڑھ کر سنایا۔ جسکی ہیبت نے بڑے بڑے ثابت قدموں کے عزم کو متزلزل کر دیا۔ اور سب کے سب سچائی۔ اور آزادی کو خیرباد کہکر۔ مامون کے ہمزبان ہو گئے۔ علامہ قواریری و سجادہ۔ البتہ کسیقدر مستقل رہے۔ مگر جب پاؤں میں بیڑیاں ڈالدی گئیں اور ایک رات اسی سختی میں گذری تو ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کو اپنے عزم و استقلال کی نسبت جو حسن ظن تھا۔ وہ صحیح نہ تھا۔ صرف امام حنبل و محمد بن نوح اس معرکہ میں ثابت قدم رہے جسکے صلہ میں پابزنجیر ہو کر طرسوس روانہ کئے گئے۔

مامون کو خبر معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے اس مسئلہ کو تسلیم کر لیا تھا۔ تقیہ کیا تھا۔ وہ نہایت برافروختہ ہوا اور ان لوگوں کی نسبت حکم دیا کہ آستانۂ دولت پر حاضر کئے جائیں۔ ایک جم غفیر جن میں۔ ابوحسان زیادی۔ نصر بن شمیل۔ قواریری۔ ابونصر تمار۔ علی بن مقاتل۔ بشر بن الولید۔ وغیرہ شامل تھے پولس کی حراست میں شام کو روانہ کیا گیا۔ یہ لوگ رقہ تک پہونچ چکے تھے۔ کہ مامون کے مرنے کی خبر آئی۔ جس کا اثر عام مسلمانوں پر جو کچھ ہوا ہو۔ لیکن ان بیکسوں کے لئے تو یہ ایک نہایت جانفزا مژدہ تھا۔[لہ]

لہ۔ تمام واقعات کامل ابن الاثیر اور تاریخ الخلفاء میں۔ زیادہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

تمام خلفاے بنی العباس کے برخلاف مامون آل علیؑ سے نہایت محبت کرتا تھا۔ باغ فدک سادات کو واپس دیدیا تھا۔ آل ہاشم کو عموماً بڑے بڑے ملکی عہدے دیئے۔ اس عزیزانہ مراعات کو۔ خاندان عباس رشک کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ یحییٰ بن حسین نے (علوئین مین تھے) جب انتقال کیا تو مامون کو اُنکے مرنے کا ایسا صدمہ ہوا کہ شاید کبھی نہ ہوا تھا۔ خود اونکے جنازہ پر حاضر ہوا اور دیر تک رنج و غم کی وہ حالت اوسپر طاری رہی کہ لوگ دیکھکر تعجب کرتے تھے۔ اس واقعہ کے تھوڑے دنون کے بعد۔ زینب خاتون کا (جو تمام خاندان عباس مین نہایت محترم تھین) ایک عزیز فرزند مرگیا۔ مامون نے بجاے اسکے کہ جنازہ مین شریک ہوتا۔ یا خود تعزیت کو جاتا۔ صالح۔ کو اپنی طرف سے بھیجا کہ عذر خواہی کے ساتھ ماتم پرسی کرآئے اس بے پروائی نے زینب خاتون کو اسقدر رنج دیا کہ اونکو عظمت خلافت کا بالکل خیال نہ رہا اور مامون کیطرف اشارہ کرکے یہ شعر پڑھا۔

سبکناہ ونحسبہ لجینا	فابدی الکیر عن خبث الحدید

ترجمہ۔ "ہمنے اوسکو تپایا تو چاندی خیال کیا تھا۔ لیکن بھٹی نے ظاہر کردیا کہ زنگ آلود لوہا ہے" پھر صالح سے کہا کہ مامون سے جاکر کہنا۔ "اے مراجل[۱] کے لونڈے۔ اگر آج یحییٰ بن الحسین ہوتا۔ تو۔ تو۔ منہ پر دامن رکھکر جنازہ کے پیچھے دوڑتا جاتا[۲]۔

[۱] یہ مامون کے کنیز زادہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ [۲] کامل ابن الاثیر۔ ذکر سیر مامون۔

یہ عجیب بات ہے کہ مامون کی اس فیاضانہ مراعات کو ہمارے مورخین شیعہ پن کا اثر خیال کرتے ہیں۔ مامون کو بے شبہ پیغمبر صلعم کے ساتھ نہایت پرجوش اور محبت آمیز عقیدت تھی۔ اسکا لازمی اثر تھا کہ خاندان نبوت کے ساتھ بھی اوسکو دلی اخلاص ہو۔ اس مراعات کا ایک اور سبب تھا۔ جسکو خود مامون نے ایک موقع پر بیان کیا ہے۔ اوسنے کہا کہ ابو بکرؓ نے اپنے زمانہ حلافت میں ایک بنی ہاشم کو بھی کوئی ملکی عہدہ نہیں دیا۔ عمرؓ و عثمانؓ نے بھی۔ اس خاندان کے ساتھ کچھ فیاضی نہ کی۔ لیکن علی مرتضیٰ جب خلیفہ ہوئے تو عبداللہ بن عباس کو۔ بصرہ۔ عبداللہ کو یمن۔ معبد کو مکہ۔ قثم کو بحرین۔ کی حکومت دی۔ اور آلِ عباس میں کوئی باقی نہیں رہا جسکو حکومت میں کچھ حصہ نہ ملا ہو ہمارے خاندان پر یہ قرض باقی چلا آتا تھا جسکو اس نے ادا کیا ہے[۱]۔

معاصر سلطنتیں

ہم مختصر طور پر بتانا چاہتے ہیں کہ جس زمانہ میں۔ مامون دنیا کے بڑے بڑے حصوں پر نہایت عظمت و جلال کے ساتھ حکمرانی کر رہا تھا اوسوقت اوسکی معاصر سلطنتیں کس پایہ پر تھیں۔

انگلینڈ کا تنگ رقبہ سات چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں منقسم تھا۔ جنکے نام یہ ہیں۔ کینٹ۔ سیسکس۔ ویسیکس۔ اسیکس۔ نادمبرلینڈ۔ مرشیا۔

---

[۱] تاریخ الخلفاء سیوطی۔

ایسٹ انگلیا[۹۱] - یہ سب بادشاہ جنکو رئیس کہنا چاہیئے آپسمین لڑتے رہتے تھے - اور جو شخص انمین کسیقدر غلبہ حاصل کرلیتا تھا - اوسکو بادشاہ انگلش کا پر فخر لقب ملتا تھا - ۸۲۷ء مین اگبرٹ (Egbert) بادشاہ ویسکس اپنے تمام حریفون پر غالب ہوگیا - اور قریباً تمام انگلینڈ مین اوسکی فتوحات پھیل گئین - لیکن قبل اسکے کہ وہ اپنے فتوحات کی بنیاد مستحکم کرسکے ڈینس (Danes) کا حملہ شروع ہوگیا - اگبرٹ نے ۸۳۶ء مین انتقال کیا - جرمن - اٹلی - ہنگری - ایسی چھوٹی چھوٹی ریاستین تھین - جنکے لئے سلطنت کا لقب - نہ تہذیب و شایستگی کے لحاظ سے موزون تھا - نہ جمعیت و طاقت کے اعتبار سے **شارلمین** شاہنشاہ فرانس نے ۸۰۰ء مین ان ریاستونکو فتح کامل حاصل کرنے کے بعد اپنی حدود حکومت مین داخل کرلیا - اور ایک سلطنت اعظم کی بنیاد قایم کی - یورپ کے مورخون نے اوسکی عظمت و شان کا اعتراف کیا ہے - اور لکھا ہے کہ اوسنے اپنے معاصر ہرون الرشید اعظم سے - دوستانہ راہ و رسم پیدا کی - اور سفارت وہدایا بھیجے - فرانس کے مورخون نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس سفارت کے جواب مین ہرون الرشید نے جو شاہانہ تحفے بھیجے اوسمین ایک گھڑی بھی تھی[۹۲] - جسکی کمال

---

[۹۱] ان نامون کا صحیح تلفظ انگریزی بنا یہ ہے -

(1)Kent (2) Sussex(3) Wessex(4)Essex(5)North-umberland (6)Mercia (7)East Anglia

[۹۲] اس گھڑی کا حال کشف الظنون فنون اوربا - مین تفصیل کے ساتھ لکھا ہے تعجب ہے کہ پہلی ایجاد آجکل کی نہایت اعلیٰ ہر قسم کی صنعت کے برابر تھی - ۱۲

صنعت پر تمام دربار حیرت زدہ ہوگیا۔ اور دراصل میں گھڑی کا رواج اوسی زمانہ سے شروع ہوا۔ عربی تاریخوں میں اس سفارت کا بالکل ذکر نہیں ہے۔ اور اسوجہ سے مسٹر **پامر** صاحب کا خیال ہے کہ مسلمانوں کی سلطنت چونکہ اوسوقت نہایت عروج پر تھی۔ اسلئے اوس سے تحریر رابطہ قایم کرنیکے لئے۔ یورپ میں یہ قصے خود ایجاد ہوگئے[1]۔ شارلیمین سنہ میں انتقال کر گیا اور اوسکے ساتھ عظمت سلطنت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ قسطنطنیہ میں میکل اول، میکل دوم، ٹیوفلس، میکل دوم۔ مامون کے معاصر تھے۔ یہ خاندان۔ اکثر دولت عباسیہ کو خراج کے طور پر کسیقدر سالانہ رقم ادا کیا کرتا تھا بعض تخت نشینوں نے کبھی کبھی سرتابی کی مگر عباسیوں نے ایسی ماہر فتوحات سے اونکو بتادیا کہ اونکے حق میں صلح ہر حال جنگ سے زیادہ مفید ہے۔ ناظرین کو چاہئے کہ اس موقع پر مامون کی فتوحات پر ایک بار اور نظر ڈالیں۔

مغربی دنیا میں اوسوقت جتنی سلطنتیں موجود تھیں سلطنت عباسیہ سے کچھ نسبت نہیں رکھتی تھیں۔ لیکن خاندان بنی امیہ جو اسپین میں فرمانروا تھا۔ عباسیہ کا حریف مقابل تھا حکم بن ہشام جو ۱۸۰ھ ہجری میں تخت نشین ہوا۔ اور عبدالرحمٰن اوسط جو ۲۰۶ھ میں تخت حکومت پر بیٹھا۔ یہ دونوں اموی خلیفہ مامون کے معاصر تھے۔ اور اگر وسعت سلطنت کے اعتبار سے نہیں۔ تو فتوحات یورپ کے لحاظ سے

[1] دیکھو تاریخ ہیروں الرشید مصنفہ پامر صاحب مطبوعہ لندن صفحہ ۲۲۔

وہ صحیح طور پر- مامون کی ہمسری کا دعوی کرسکتے تھے - حکم نے فوج کو بہت ترقی دی اور علم کی نہایت قدردانی کے ساتھ سرپرستی کی- عبدالرحمن اوسط نے یورپ پر بہت سی فتوحات حاصل کین-

اسپین- مین بیشمار مسجدین بنوائین - خلفاے بنی امیہ مین وہ پہلا تخت نشین ہی جسنے سلطنت کے اصول وقواعد منضبط کیے -

اراکین دربار اور ملکی عہدے

ہر سلطنت مین - بعض اہل دربار اور عہدہ داران ملک اپنے زور لیاقت اور حسن تدبیر سے ایسا اقتدار حاصل کرلیتے ہین کہ اونکے کارنامے سلطنت کی تاریخ کا ایک ضروری حصہ بن جاتے ہین - اور اسلیے اونکے عام حالات زندگی - پر بھی ایک اجمالی نگاہ ڈالنا- مورخ کا فرض ہوجاتا ہے - اسکے علاوہ ایک اور بڑا سبب ہے جسکی وجہ سے ہم - درباریون اور عہدہ دارون کا - مختصر طور پر تذکرہ کرنا ضروری سمجھتے ہین-

خلفاے راشدین کے بعد- مسلمانون مین شخصی حکومت شروع ہوگئی - جسکی بنیاد امیر معاویہ نے ڈالی تھی - اوسوقت سے آجتک جہان جہان اسلامی حکومت قایم ہوئی شخصی اختیارات کے اصول پر قایم ہوئی - جسکا ایک لازمی خاصہ یہ تھا کہ فرمانرواے وقت کسی عام ملکی قانون کا پابند نہین ہوتا تھا - شریعت کے مسلمہ اصول بھی ہمیشہ اوسکی ذاتی خواہشون کے سانچے مین ڈہالے جاتے تھے - اسیطرح اوسکے نایبان سلطنت

اور عمال ایسے ایسے اختیارات کی حدود تک۔ گویا خود مختار فرمانروا ہوتے تھے اسلئے
ہمکو اگر کسی عہد کے امن و انصاف کی نسبت کوئی رائے قایم کرنی ہو تو ضرور ہے کہ
سلطان وقت۔ اور عہدہ داران سلطنت کی ذاتی لیاقت اور طریق عمل پر بھی نگاہ ڈالیں
مامون کے عمالوں اور عہدہ داروں کے حالات لکھنے سے پہلے مختصر طور پر ہم عہدوں
کی تعیین اور اونکے فرایض لکھتے ہیں

اسوقت بڑے بڑے ملکی عہدے جنپر سلطنت کی بنیاد قایم تھی یہ تھے وزارت۔
کتابت شرطہ (پولیس) قضا۔ عدالت۔ ولایۃ

وزارت۔ سب سے بڑا منصب تھا اور حق یہ ہے کہ عملی طور سے وزیر اعظم کے
اختیارات بادشاہ کے اختیارات سے زیادہ وسیع اور بااثر ہوتے تھے۔ وزارت
کے مختلف درجے تھے اور ہر صیغہ کے وزیر الگ الگ مقرر تھے۔ مثلاً وزیر القلم۔
وزیر الحرب وزیر الخراج ان سب سے بالاتر وزارت اعظم کا منصب تھا۔ خود ذو الریاستین یعنی
وزیر الحرب والقلم۔ کے معزز خطاب سے مخاطب ہوتا تھا۔ اسی بنا پر اوسکا اختیاری
بھی ہر امر میں برآمد ہوتا تھا اوسکے دخل ہوتے تھے۔

کتابت۔ کاتب کا رتبہ عظمت اور رسوخ کے اعتبار سے قریباً وزیر کے رتبہ
کے ہم پلہ تھا۔ وہ تمام فرامین۔ احکام توقیعات سلطنت۔ غیر کے معاہدے
اپنی خاص عبارت میں لکھتا تھا جنپر وہ اپنے دستخط ثبت کرتا تھا۔ اور دونوں کناروں
پر سرخ روشنائی سے شاہی مُہر لگاتا تھا۔ اسکے علاوہ اون تمام عرضیوں پر جو ہر روز

ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگ مختلف مقاصد کے لئے بادشاہ کی خدمت مین بالذات یا بواسطہ گذرانتے تھے۔ بادشاہ کی ہدایت سے نہایت مختصر اور بلیغ عبارت مین مناسب احکام لکھتا تھا۔ اسمین اسقدر کمال بہم پہونچایا گیا تھا کہ جعفر برمکی کی عام توقیعات بازار مین ایک ایک اشرفی کو بکتی تھین اور فن انشا کے شایق بڑے شوق سے مول لیتے تھے۔

قضا۔ قاضی جسکو جج وجسٹس کہا جا سکتا ہے۔ اوسکو فصل مقدمات کے علاوہ یتیمون۔ اور مجنونون وغیرہ کی جائداد کا انتظام۔ مفلسون کی خبر گیری۔ وصیتون کی تعمیل بیواؤن کی تزویج (جب کوئی والی نہو) اس قسم کے کام سپرد تھے۔

مُعدّل۔ دفتر قضا سے تعلق رکھتا تھا۔ اوسکے پاس ایک رجسٹر ہوتا تھا جسمین ثقہ اور ساقط العدالت لوگون کے نام درج ہوتے تھے۔ مقدمات کی پیشی کے وقت گواہون کے اعتبار و عدم اعتبار کا مدار بہت کچھ اوسکے رجسٹر پر ہوتا تھا۔ اسکے علاوہ عام حقوق۔ اور مشتبہ جائدادون۔ و قرضون کے کاغذات مرتب رکھتا تھا۔ اور عموماً دستاویزات کی رجسٹری اوسی کے دفتر مین ہوتی تھی۔ یہ بڑی ذمہ داری کا عہدہ تھا۔ اور اسلئے نہایت مشہور راستباز اور ثقہ لوگ اس منصب کے لئے انتخاب کئے جاتے تھے۔

محتسب۔ کو اِن باتون کی خبر گیری رکھنی پڑتی تھی۔ بازارون یا مجامع عام مین کوئی امر خلاف شریعت نہ ہونے پائے۔ جانورون پر اونکی طاقت سے زیادہ بوجھ

لادا جائے۔ کشتی میں زیادہ آدمی سوار ہونے پائیں۔ راستہ یا سڑک پر جو مکانات گرنے کے قریب ہوں۔ اونکو اون کے مالکوں سے گروا دے۔ جو معلمین لڑکوں پر زیادہ سختی کرتے ہوں اونکو سزا دے۔ کوئی شخص ترازو یا پیمانہ وزن سے کم نہ رکھنے پائے۔ محتسب کے ساتھ بہت سے سرکاری پیادے ہوتے تھے۔ اور وہ بازاروں اور گلی کوچوں میں گشت کرتا رہتا تھا

ولایتہ۔ والی یا عامل۔ علی اختلاف مراتب کلکٹر کمشنر لفٹنٹ گورنر۔ اور بعض حالتوں میں گورنر کے برابر ہوتے تھے[1]۔

مامون کے وزرا۔

مامون کے دور میں جو لوگ یکے بعد دیگرے وزارت اعظم کے منصب پر ممتاز ہوئے اونکے یہ نام ہیں۔ فضل بن سہل۔ حسن بن سہل۔ (یہ دونوں حقیقی بھائی تھے) احمد بن ابی خالد احول۔ ثابت بن یحییٰ۔ محمد بن یزداد۔ لیکن وزارت اعظم کا اصلی جاہ و جلال فضل بن سہل کے دم تک قایم رہا۔ او شاید اوسکی برابر تنخواہ بھی یعنی تیس لاکھ درہم ماہوار کسی اور کی نہیں مقرر ہوئی۔ اسی بنا پر بعض مورخوں نے خیال کیا ہے کہ فضل کے بعد یہ عہدہ توڑ دیا گیا۔ اور حسن وغیرہ جو وزرا مشہور ہیں۔ در اصل کاتب کا منصب رکھتے تھے۔

فضل کی تنخواہ تیس لاکھ درہم ماہوار تھی۔

فضل۔ پہلے مذہباً مجوسی تھا اور سنہ ۱۹۰ھ میں مامون کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا۔ جعفر برمکی نے ہارون الرشید کی خدمت میں اس تقریب سے اوسکو پیش کیا کہ

[1] ان تمام عہدوں کی تفصیل مقدمہ ابن خلدون میں مورخانہ طور سے لکھی ہے

شہزادہ مامون کی مصاحبت کے لایق ہے - لیکن جب ہرون نے امتحاناً دربار مین طلب کیا - تو شاہانہ عظمت وجلال کا ایسا اثر ہوا کہ فضل حیرت زدہ رہگیا - اور آداب سلام کے معمولی الفاظ بھی ادا نکرسکا - ہرون نے متعجبانہ جعفر کی طرف دیکھا فضل نے بڑھکر عرض کی - اُمیر المومنین ! غلام کی سعادت کی یہ بڑی دلیل ہے کہ آقا کی ہیبت سے متاثر ہو - ہرون - پھڑک اوٹھا - اور جعفر کے انتخاب کی تعریف کی - فضل شہزادگی کے زمانہ مین مامون کا ندیم خاص رہا - اور چونکہ ابتدا مین اوسی کے پرزور ہاتھون نے خلافت کی کشتی ڈوبنے سے بچالی تھی - مامون پر نہایت محیط ہوگیا تھا - اور دربار مین کسی شخص کو اوسکی مخالفت کا یارا نہ تھا - اس خود پرستی کے سوا - فضل - مین اور تمام خوبیان تھین - نہایت فیاض - مدبر - فرزانہ - علم دوست تھا - بڑے بڑے مشہور شعرا - مثلاً صریع الغوانی - ابراہیم صولی - ابو محمد - جو فن انشا کے بڑے ترقی دینے والے تھے - اوسکے دربار مین حاضر رہتے تھے - چونکہ فیاضی کے ساتھ - عام طور پر - حاجت روا سے خلق تھا - ہر روز حاجتمندون کا ایک بازار لگا رہتا تھا - ایک بار اوسنے گھبراکر - ثمامہ بن اشرس - سے کہا "مین ان لوگون سے نہایت تنگ آگیا ہون" ثمامہ نے کہا "آپ جس پایہ پر ہین اوس سے اوتر آئین - تو ایک شخص بھی آپکو تکلیف دینے نہ آئیگا" اِس موثر فقرے نے اوسکی فیاضی کو پہلے سے بہت زیادہ کردیا -

ایک شخص نے اُسکو ایک رقعہ لکھا جسمین کسیکی چغلی کھائی تھی - فضل نے اوسکے حاشیہ

لکھدیا کہ میں بیماری کے قبول کرنے کو بیماری سے بہتر سمجھتا ہوں۔ کیونکہ بیمار صحت کا راستہ تاکتا ہے اور قبول کرنیوالا اوسپر چلتا ہے۔ فضل۔ علم نجوم کا بہت بڑا ماہر تھا۔ نجوم۔ کا علم مصطلح معنوں میں صحیح ہو یا غلط۔ مگر فضل کی چند پیشین گوئیاں۔ تاریخی شہادتوں سے۔ ایسی صحیح ثابت ہوگئیں ہیں۔ کہ حسن اتفاق کی اوس سے عجیب تر مثال نہیں مل سکتی۔ سنہ ۲۰۲ھ میں مامون کے اشارہ سے قتل کیا گیا۔ اوسکے اسباب میں ایک صندوق نکلا جسمیں ایک حریر کے ٹکڑے پر یہ عبارت اوسکے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ فضل۔ نے اپنی نسبت یہ فیصلہ کیا ہے کہ اڑتالیس برس زندہ رہیگا۔ پھر آگ اور پانی کے درمیان قتل کیا جائیگا"۔ چونکہ وہ حمام میں مارا گیا تھا۔ اسلئے اوسکی یہ پیشین گوئی۔ پورے طور سے صحیح تسلیم کیگئی ہے۔[۱]

حسن بن سہل۔ پہلے فارس۔ اہواز۔ بصرہ۔ کوفہ۔ یمن کا گورنر مقرر ہوا تھا۔ فضل کے قتل ہونے کے بعد وزارت کے منصب پر ممتاز ہوا۔ اوسکی قدرشناسیاں اور فیاضیوں کے فسانے عموماً مشہور ہیں۔ بوران اسکی بیٹی کی شادی جس شان و شوکت سے کی۔ اوسکو مامون کے حالات میں لکھا گیا ہے۔

نہایت فصیح اور بلیغ اور نکتہ شناس تھا۔ اوسکے دلاویز فقرے اور مزہ دار جملے تحریریں۔ اوسکی تصنیفات میں اکثر مثالاً پیش کیگئی ہیں۔

عام لوگوں کے ساتھ نہایت لطف و محبت سے پیش آتا تھا۔ اور ادھر ادھر

کے حال پر زیادہ توجہ رکھتا تھا۔ لوگونکی سفارش کرنے پر اور تقصیرات کے معاف کرانے مین اوسکو ایک عجیب دلچسپی تھی۔ ایک شخص نے کچھ جرم کیا تھا۔ حسن نے اوسکی شفاعت کا رقعہ لکھدیا۔ وہ نہایت شکرگذار ہوا۔ اور احسانمندی کے جوش مین دیر تک شکریہ کے الفاظ ادا کئے۔ حسن نے کہا "شکرگذاری کی کیا بات ہے۔ شفاعت کرنا۔ ہم لوگ جاہ وعزت کی زکوٰۃ سمجھتے ہین"۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ قیامت مین جسطرح مال کی زکوٰۃ سے سوال ہوگا۔ قدر ومنصب کی زکوٰۃ کی بھی پرسش ہوگی"۔ افسوس ہے کہ حسن نے وزارت۔ سے کچھ زیادہ عرصہ تک حظ نہین اوٹھایا فضل کے قتل کا اوسکو ایسا صدمہ پہونچا تھا کہ رات دن کے رونے اور فریاد کرنے سے مختل الحواس ہوگیا۔ اور آخر یہانتک نوبت پہونچی کہ پاؤن مین بیڑیان پہنائی گئین۔ ۲۳۶ھ مین بمقام سرخس وفات کی۔

احمد بن ابی خالد احول ۔ حسن بن سہل کی درخواست پر۔ اوسکا قائم مقام مقرر ہوا تھا۔ مامون نے جب اوسکو مستقل کرنا چاہا تو اوس نے انکار کیا۔ اور کہا کہ جو خدمت مجھسے لیجاے۔ مین حاضر ہون۔ لیکن وزارت کے لقب سے معاف رکھا جاؤن۔ مامون نے چونکہ اوسکی لیاقت کا صحیح اندازہ کرلیا تھا۔ یہ درخواست قبول نہ کی۔ اور خلعت وزارت عطا کیا۔ احمد نے نہایت لیاقت۔ اور عظمت وشان کے ساتھ وزارت کی۔ مامون بھی اوسکی نہایت عزت کرتا تھا۔ ایکبار کسی نے عرضی دی کہ "وزیر اعظم احمد۔ کھانے کا بہت شائق ہے۔ اور جسکی دعوت کھالیتا ہے مقدمات

میں خلاف انصاف اوسکی طرفداری کرتا ہے"۔ مامون نے اس شکایت پر اگرچہ لحاظ کیا۔ تو یہ کیا۔ کہ تنخواہ کے علاوہ ۔ ہزار درہم روزانہ ۔ احمد کے دسترخوان کے لئے مقرر کردیئے[1] احمد کی وزارت ختم ہونے کے ساتھ ۔ مامون کی سلطنت کا زمانہ بھی ۔ قریبا ختم ہوتا ہے باقی اور لوگ جو اسکے مامور پر کہلائے ۔ اونکی چند روزہ اور گمنام وزارت ۔ کوئی تاریخی اثر نہیں رکھتی ۔ اور اسلئے اونکے حالات سے اگر ہم قطع نظر کریں تو شاید ناموزوں ہوگا۔

کتاب ۔ مامون کے دربار میں جو لوگ اس عہدہ منصب پر مقرر ہوئے ۔ ایسے فن میں بے مثل و یگانۂ روزگار تھے ۔ عمرو بن مسعدة ۔ المتوفی ۲۱۵ھ بہت بڑا ماہر فاضل تسلیم کیا گیا ہے ۔ بڑے سے بڑے مضمون کو مختصر لفظوں میں اس خوبی سے ادا کرتا تھا ۔ کہ مضمون کا اصلی اثر ۔ اور زور ۔ پورا قائم رہتا تھا ۔ احمد بن یوسف کا بیان ہے ۔ کہ ایکبار میں ۔ مامون ۔ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ وہ ایک خط پڑھ رہا تھا اور عجب محویت کے عالم میں تھا ۔ باربار پڑھتا تھا اور جھومتا تھا ۔ آخر سر رکھدیتا تھا اور اور پھر اوٹھالیتا تھا ۔ مجھکو دیکھا تو کہا ۔ " امیر المومنین ہارون الرشید ۔ فرمایا کرتے تھے ۔ بلاغت اسکا نام ہے کہ نہایت مختصر لفظوں میں مطلب ادا ہو ۔ اور مضمون کا اصلی زور اور اثر قائم رہے ۔ امیر المومنین نے جو فرمایا تھا ۔ اس خط نے آنکھوں سے دکھادیا" یہ کہکر مامون نے خط کی عبارت پڑھکر سنائی جو فوج کی باقی تنخواہ کی نسبت ایک شکایت

[1] دیکھو ۔ تاریخ الخلفاء سیوطی۔

آمیز عرضی تھی۔ خط کے خاص الفاظ یہ ہین۔ "کتابی الی امیر المومنین ومن قبلی من الاجناد والقواد فی الطاعۃ والانقیاد علی احسن ما یکون علیہ طاعۃ جند تاخرت عطیاتہم واختلت احوالہم" یعنی مین" امیر المومنین کو خط لکھ رہا ہون۔ اور فوج وافسرانِ فوج اطاعت اور انقیاد کے اوس عمدہ تر درجہ پر ہین جہانتک ایک ایسی فوج کا ہونا ممکن ہے۔ جسکی تنخواہین نہ ملی ہون اور تباہ حال ہو رہی ہو"[لہ]

مامون کا دوسرا کاتب احمد بن یوسف۔ فن بلاغت مین اس درجہ کا مسلم الثبوت استاد تھا۔ کہ اوس زمانہ مین فضل وکمال کی اس ترقی کے ساتھ۔ بھی کوئی شخص اوسکی ہمسری کا دعویٰ نہین کرسکتا تھا۔

طاہر بن الحسین۔ نے مامون کو امین۔ کے قتل کا جو خط لکھا تھا۔ اور جو اختصار وحسن ادا۔ وبلند خیالی کے لحاظ سے ضرب المثل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اسی احمد بن یوسف کا نتیجۂ طبع تھا۔ وزیر اعظم۔ احمد احول۔ اکثر۔ مامون کے سامنے اوسکا (احمد بن کاتب) تذکرہ نہایت تعریف کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ چنانچہ مامون نے اوسکو دربار مین طلب کیا۔ احمد۔ نے آداب وتسلیم کے بعد اس فصاحت ولطف سے گفتگو کی کہ۔ مامون۔ حیران رہگیا۔ اور کہا۔ "کمال تعجب ہے کہ احمد۔ آج تک اپنے کو چھپا کیونکر سکا" علامہ ابو اسحٰق حصری۔ نے زہر الآداب۔ مین بہت سے اوسکے لطیف اور فصیح وبلیغ خطوط۔ واشعار نقل کئے ہین۔ ہم اس موقع پر صرف ایک شعر پر اکتفا کرتے ہین شعر

[لہ] زہر الآداب یہ مصنفہ علامہ ابو اسحٰق حصری۔

اذا ما التقیا والعیون نواظر	فالسنہا حرب وابصارہا سلم

ترجمہ - جب ہم محبوب سے ملتے ہیں۔ تو زبانیں لڑتی ہیں۔
(یعنی باہم شکایت کے دفتر کھولتے ہیں)۔ اور نگاہیں صلح کرلیتی ہیں۔

قضاۃ - ممالک محروسہ میں۔ قضا - کا بہت بڑا محکمہ تھا۔ اوسکا صدر مقام دارالخلافۃ بغداد تھا اور افسر صدر۔ قاضی القضاۃ کے لقب سے مخاطب ہوتا تھا۔ اس ملند منصب پر یکے بعد دیگرے دو شخص ممتاز ہوئے یحییٰ بن اکثم - واحمد ابی داؤد - یحییٰ بن اکثم - حکومت کی عظمت وجاہ کے ساتھ سیتوا سے مذہبی تسلیم کرلئے گئے ہیں۔ اوکی حالات وشان کے لئے یہ امر کافی ہے کہ امام بخاری - وترمذی - فن حدیث میں اوکے شاگرد تھے - قاضی یحییٰ - کے ذاتی کمال اور پولیٹیکل لیاقت نے اوکو وزیر اعظم کے رتبہ تک پہونچادیا تھا - دفتر وزارت - کے تمام کاغذات پہلے اوکی نگاہ سے گذر لیتے تھے تب سند قبول پاتے تھے - اوکی تقرری کی ابتدا اسطرح ہوئی کہ مامون نے ایک خالی شدہ عہدۂ قضا پر کسیکو مقرر کرنا چاہا - امیدواروں میں یہ بھی پیش کئے گئے اور چونکہ کم سن تھے مامون نے حقارت آمیز نگاہ سے اوکی طرف دیکھا یہ سمجھ گئے - اور عرض کی کہ "اگر میری صورت سے غرض ہے تو خیر - ورنہ اصلی لیاقت کا حال امتحان سے معلوم ہوسکتا ہے"۔ مامون - نے امتحاناً پوچھا کہ "ایک میت نے والدین اور دو بیٹیاں چھوڑیں - پھر ایک بیٹی مری اور وہی پہلے ورثا باقی رہے ترکہ کیونکر تقسیم ہوگا" یحییٰ نے کہا "میت مرد ہے یا عورت"۔ مامون - اس سوال ہی سے

سمجھ گیا۔ کہ قاضی یحییٰ نے اصل مسئلہ سمجھ لیا ہی۔ جب یہ بصرہ کے قاضی مقرر ہو کر گئے۔ تو انکا سن کل بیس برس کا تھا۔ لوگون نے انکی کم سنی سے تعجب کیا۔ اور ایک شخص نے خود ان سے پوچھا کہ "حضور کی عمر کسقدر ہے"۔ انہون نے جواب دیا کہ عتاب بن اسید کی عمر سے (جنکو رسول اللہ صلعم نے مکہ معظمہ کا قاضی مقرر کیا تھا) زیادہ ہے۔ متعہ کی نسبت انہون نے مامون سے جو گفتگو کی تھی۔ اوسکو ہم۔ مامون کے حالات مین لکھ آئے۔ مامون۔ کمال قدردانی سے اونکو خود اپنے تخت پر جگہہ دیتا تھا۔ فقہ مین اونکی تصنیفات نہایت اعلیٰ رتبہ کی ہین۔ فقہاے عراق کی رد مین انکی ایک کتاب۔ جسکا نام تنبیہہ ہے۔ ایک مشہور کتاب ہے۔[۱]

لطیفہ۔ قاضی یحییٰ کسیقدر حسن پرستی کا چسکا بھی رکھتے تھے۔ ایکبار۔ مامون نے امتحاناً۔ چند خوبصورت اور پری پیکر غلامون کو حکم دیا کہ جب مین۔ اوٹھ جاؤن توتم لوگ قاضی صاحب کو چھیڑو۔ غلام شوخیان کرنے لگے تو قاضی صاحب نے اونکی طرف حسرت آمیز نگاہ سے دیکھا اور کہا "ظالمو۔ تم نہوتے تو ہم لوگ پکّے مسلمان ہوتے"۔ مامون پردہ سے یہ گفتگو سن رہا تھا۔ یہ شعر پڑھتا ہوا باہر نکلا۔

وکنا نرجی ان نری العدل ظاہراً	فاعقبنا بعد الرجاء قنوط
متی تصلح الدنیا و یصلح اھلھا	وقاضی قضاۃ المسلمین؟

لطیفہ۔ مامون کے زمانہ مین ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مامون نے

[۱] قاضی یحییٰ کا مفصل تذکرہ تاریخ بن خلکان مین ملیگا۔

قاضی یحییٰ سے کہا آؤ۔ چھپکے چلکر اوسکا حال دریافت کریں۔ دونوں معمولی لباس پہنکر
اوسکے پاس گئے۔ اور پوچھا آپکا معجزہ کیا ہے۔ اوسنے کہا "مجھکو خدا کی طرف سے الہام
ہوتا ہے"۔ مامون نے کہا "اس وقت بھی کوئی وحی اوتری ہے"۔ اوسنے کہا۔ ہاں "یہ الہام
ہوا کہ دو شخص تمسے ملنے آتے ہیں۔ ایک بادشاہ ہے۔ اور دوسرا انتہا درجہ کا شاہد باز"۔
مامون بیساختہ ہنس پڑا۔ اور چلا اوٹھا "واللہ اشہد انک لرسول اللہ" ان باتوں کو ان
بزرگوں کی بے تکلفی۔ اور رنگین طبعی کا اقتضا سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ قاضی صاحب کے
زہد اور اتقا و ورع میں کسکو کلام ہو سکتا ہے۔ اس بحث کے متعلق ابن خلدون نے
جو لکھا ہے۔ نکتہ سنجی کی داد دی ہے۔ قاضی یحییٰ نے سنہ ۲۴۲ھ میں ۸۳ برس کی عمر
میں انتقال کیا۔

قاضی القضاۃ **احمد بن ابی داؤد**۔ بہت بڑے فقیہ۔ اصولی۔ متکلم۔
شاعر تھے۔ دعبل خزاعی نے جو مامون۔ کے عہد کا مشہور شاعر ہے۔ کتاب الشعرا
میں اونکا ذکر کیا ہے۔ ایک دن۔ قاضی یحییٰ بن اکثم کے ہاں فقہا۔ علما کا مجمع تھا۔ یہ بھی
اوس جلسہ میں موجود تھے۔ کہ شاہی چوبدار آیا اور کہا امیر المومنین مامون نے قاضی
صاحب کو معہ تمام حاضرین دربار میں طلب کیا ہے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ قاضی احمد۔ کو
دربار میں رسائی ہوئی۔ مامون نے ان سے علمی بحثیں کیں۔ قاضی احمد۔ کی باری
آئی تو اونکی برجستہ گوئی اور طباعی سے متعجب ہوکر نام ونسب پوچھا اور حکم دیا کہ آج سے
علمی مجلسوں میں ہمیشہ شریک ہوا کریں۔ قاضی احمد سے پہلے دربار کا یہ آئین تھا کہ جب

خلیفہ خود کوئی بات نہ چھیڑے کوئی شخص گفتگو کا مجاز نہین تھا۔ قاضی احمد پہلے وہ شخص ہین جنھون نے اِس جابرانہ قاعدے کو توڑا۔ اور حق یہ ہے کہ جس آزادی اور دلیری سے وہ اپنے فرائض ادا کرتے تھے شخصی حکومتون مین اوسکی بہت کم مثالین ملسکتی ہین۔ خلیفہ معتصم باللہ[۵۷] کی سطوت و قہر سے تمام دربار کانپتا تھا۔ مگر قاضی احمد جو چاہتے تھے کہتے تھے۔ اور معتصم کو سننا پڑتا تھا۔ معتصم نے جب برمکی کے قتل کا حکم دیا۔ تو دربار مین سناٹا ہوگیا۔ اور اوسکی غضبناک صورت دیکھکر سب کے حواس جاتے رہے محمد برمکی چھلّے پر بٹھایا گیا۔ اور جلاد نے تلوار کو جنبش دی۔ قاضی احمد نے بڑھکر کہا "آپ قتل تو کرتے ہین مگر اوسکے مرنے کے بعد اوسکا مال واسباب آپ کیونکر لے سکتے ہین"۔ معتصم نے نہایت طیش مین آکر کہا "مجھکو اوسکے مال لینے سے کون روک سکتا ہے"۔ قاضی احمد نے کہا "خدا اور اوسکا رسول" کیونکہ شرعاً مال وارث کو ملسکتا ہے۔ اور جبتک آپ اوسکے قتل کو جائز نہ ثابت کردین۔ وارث۔ وراثت سے محروم نہین ہوسکتا" قاضی احمد۔ نے یہانتک مجبور کیا کہ معتصم آخر اِس ارادہ سے باز رہا۔

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ معتصم۔ قاضی احمد۔ کو آتے دیکھکر۔ درباریون سے کہتا تھا۔ کہ قاضی صاحب آکر دنیا بھر کی سفارشین۔ اور لوگونکی درخواستین پیش کرینگے۔ مین ہرگز اونکی سب خواہشین منظور نہین کرسکتا۔ لیکن وہ اپنے زور تقریر۔ اور حسن ادا سے جو کچھ چاہتے

[۵۷] مامون۔ کا بھائی تھا۔ اور اوسکے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔ بڑی عظمت و اقتدار سے حکومت کی خاندان عباسیہ کی قوت اور عظمت جسکے فسانے مشہور ہین اسیکے عہد تک قایم رہی۔ پھر خلافت برائے نام رہگئی تھی۔

تھے مسطور کرا لیتے تھے۔ مذہباً معتزلی تھے ۲۳۳ھ میں خلیفہ متوکل باللہ نے اونکو
عہدۂ قضات سے معزول کیا۔ اور اونکی اولاد سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار اشرفیاں یا ان کے
طور پر وصول کیں ۲۴۰ھ میں اونکا انتقال ہوا۔[۵۱]

گورنر و لفٹنٹ۔ عمالوں کے طبقہ میں سے خاص خاص شہر کے عامل و والی
جو کلکٹر کے مساوی المرتبہ کہے جا سکتے ہیں شمار تھے۔ اور گو ہم اونکا مفصل رجسٹر نہیں مرتب
کر سکتے تاہم جہاں تک ہم معلوم کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں غیر مذہب والے بہت کم اصل ہیں۔ بلکہ کہنا
چاہئے کہ بالکل نہیں تھے جسکی یہ وجہ کہ اس عہدہ کے ساتھ عموماً یہی خدمت شامل ہوتی تھی
اور دوسرے مذہب والے اس خدمت کی امید نہیں کرتے تھے۔ یا مسلمانوں کو جو دوسر
اعتماد نہیں ہوتا تھا۔ قدیم اسلامی حکومتوں میں۔ عیسائی۔ یہودی وغیرہ قوموں کو
جو عہدے ملتے تھے۔ وہ زیادہ تر دفتر خراج خزانہ و سررشتہ و کتابت کے عہدے تھے۔
اس عہد تک مسلمانوں میں استبداد آزادی کا اثر باقی تھا کہ جب کوئی صوبہ یا ضلع کا والی
جابرانہ حکومت کرنا چاہتا تھا تو عام رعایا علانیہ ناراضی کا اظہار کرتی تھی۔ اور اگر وہ باز نہیں
آتا تھا تو متفق ہو کر اوسکو نکال دیتی تھی ۱۹۰ھ میں جب عبداللہ (ایک عباسی شہزادہ
تھا) مصر کا گورنر مقرر ہو گیا۔ اور رعایا پر سختی کی تو لوگوں نے ہنگامہ برپا کیا اور نہایت
ذلت کے ساتھ مصر سے اوسکو نکالدیا۔ مامون کی تاریخ خلافت میں اس قسم کی اور بہت سی
مثالیں موجود ہیں۔

---

۵۱ نامہ دانشوران ناصری و تاریخ ابن خلکان میں وصی احمد کا نہایت مفصل تذکرہ ہے۔

مامون کے عہد مین جو لوگ لفٹنٹ یا گورنر مقرر ہوئے اونمین - طاہر بن الحسین - سری بن الحکم - عبد اللہ بن السری - عبد اللہ بن طاہر حسن بن سہل - نہایت نامور اور مدبر تھے - اور خصوصاً طاہر - کا خاندان تو اقتدار کے اِس درجہ تک پہونچگیا تھا - کہ مامون کے بعد خراسان مین مستقل حکومت کی بنیاد قایم کرلی - عبد اللہ بن طاہر شجاعت اور تدبیر کے علاوہ نہایت بڑا ادیب محدث - شاعر - موسیقی دان تھا - اوسکی فیاضیون کے سامنے مامون کی دریادلی بھی کچھ حقیقت نہین رکہتی - جس زمانہ مین وہ مصر کا گورنر تھا - ایکدن کوٹھے پر چڑھا - دیکھا تو لوگ کھانا پکانے کے لئے آگ جلارہے ہین - حکم دیا کہ سب کے لئے کھانا پکا ہوا مقرر کردیا جائے - یہ کل ہزار آدمی تھے - اور جب تک عبد اللہ زندہ رہا اِن لوگون کو اوسکی سرکار سے وظیفہ ملتا رہا - مصر داخل ہونے سے پہلے راہ مین جسقدر اوسنے خیرات کی اوسکا اندازہ ایک کرور درہم سے زیادہ کیا گیا ہے - ابو تمام طائی جسکی کتاب الحماسۃ آج تمام دنیا مین پھیلی ہوئی ہے - اوسی کے دربار کا شاعر تھا - تمام خاندان شاہی اوسکی (عبد اللہ بن طاہر کی) نہایت عزت کرتا تھا - ۲۱۱ھ مین جب وہ اِس سامان سے بغداد مین داخل ہوا کہ شام - موصل وغیرہ مین جن لوگون نے علم بغاوت بلند کئے تھے - پا بزنجیر - اوسکی جلو مین ساتھ تھے تو - تمام بغداد و خاندان خلافت - اور خود معتصم باللہ اوسکے استقبال کو نکلا -

مرنے سے پہلے بیس لاکھ درہم خرچ کرکے غلام آزاد کرالے - اِن تمام مصارف پر

جب مرا تو چار کروڑ درہم خاص اوسکے خزانہ میں موجود تھے۔[1]

مامون کے عہد کے اہل کمال

مورخ کا یہ ضروری فرض ہے۔ کہ جس عہد کا حال لکھے اوس زمانہ کے اہل فضل کمال کا بھی تذکرہ کرے۔ جس سے ملک کی تہذیب۔ وترقی اور دربار کے وقت کی علمی فیاضیوں کا اندازہ ہو سکے۔ لیکن بغداد کی تاریخ میں اس فرض کو اگر کوئی۔ ادا کرنا چاہے تو اصل کتاب کے علاوہ کئی جلدیں طیار کرنی پڑیگی۔ مامون کا دربار۔ اکبری۔ وشاہجہانی۔ دربار نہیں ہے۔ کہ دانش امدوراں دولت کے لئے آئین اکبری وشاہجہاں نامہ کے چند صفحے کافی ہوں۔

مامون۔ کی حکومت بغداد سے لیکر شام۔ افریقہ۔ ایشیائے کوچک۔ ترک وتاتار۔ خراسان۔ ایران۔ سندھ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور ایک ایک شہر بلکہ ایک ایک قصبہ میں۔ علمی کارخانے کھلے ہوئے ہیں۔ جسکا صدر مقام اور اصلی مرکز دار الخلافہ بغداد ہے۔ اس زمانہ کی وسعت تعلیم کا اس حکایت سے اندازہ ہوگا کہ جب علامہ نضر بن شمیل نے مامون کی قدردانی کا شہرہ سنکر بصرہ سے خراسان جانے کا قصد کیا تو اون کی مشایعت کے لئے جو لوگ شہر سے نکلے اونکی تعداد تین ہزار تھی جنمیں سے ایک

[1] سیوطی نے اپنی تاریخ مصر والقاہرہ میں عبداللہ بن طاہر کا مفصل ترجمہ لکھا ہے علامہ ابوالفرج اصفہانی نے عبداللہ کی لیاقت علمی کہ یہی موسیقی دانی کے متعلق جو واقعات لکھے ہیں اون سے اوسکے فضل وکمال کا اندازہ ہو سکتا ہے

شخص بھی ایسانہ تھا جو محدث - یا نحوی - یا لغوی - یا عروضی - یا اصولی - کے معزز لقب سے ممتاز نہ ہو[۱] امام بخاری - اسی زمانے مین موجود تھے - اونکی کتاب جامع صحیح خود اون سے جن لوگون نے پڑہی وہ تعداد مین نوے ہزار سے کم نہ تھے -

تاریخ مین اگر کوئی زمانہ - اہل کمال کے پیش کرنے پر ناز کرسکتا ہے تو مامون کا عہد حکومت اس فخر مین سب سے مرجح ثابت ہوگا - فقہا و محدثین مین سے یحیی بن معین امام بخاری - محمد بن سعد کاتب واقدی - ابن علیۃ سفیان بن عنیتہ عبدالرحمن بن مہدی یحیی القطان - یونس بن بکیر - ابومطیع البلخی شاگرد امام ابی حنیفہ - اسحق بن الفرات - قاضی مصر حسن بن زیاد اللولوی شاگرد امام ابوحنیفہ - حماد بن اسامۃ حافظ ابن ہشام - روح بن عبادۃ - ابوداؤد الطیالسی - غازی بن قیس شاگرد امام مالک - امام واقدی - ابوحسان زیادی - محمد بن نوح العجلی - علی بن ابی مقاتل - یہ وہ لوگ ہین کہ آج مذہبی علوم کے ارکان اونہین کی روایتون پر قایم ہین اور خصوصاً امام شافعی و امام احمد حنبل کا تو وہ پایہ ہے - کہ اسلامی دنیا کے بڑے بڑے حصون مین اونہین کے اجتہادی مسائل گیارہ سو برس سے آجتک مذہبی قانون بنے ہوئے ہین - ان تمام فقہا و محدثین کی تصنیفات - مامون - کے عہد خلافت کی وہ علمی یادگارین ہین - جنکی نظیر کوئی دوسرا زمانہ بمشکل لاسکتا ہے -

ابوہذیل و ثمامۃ بن اشرس - جو مامون کے مقرب خاص اور ندیم تھے - فرقہ ہذلیہ -

---

[۱] دیکھو تاریخ ابن خلکان - تذکرہ علامہ نضر بن شمیل -

اور ثمامیہ کے بانی ہیں۔ ابو ہذیل نے مذہب اعتزال میں دس سے اصول
اضافہ کئے جن میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص غور کرنے کے بعد خدا کو جان سکتا
اگر خدا کا انکار کرے تو معذور ہے اور اوس پر عذاب نہ ہوگا۔ عیسائیوں میں فرقہ نسطوریہ
کا جو بانی ہے۔ وہ مامون ہی کے عہد خلافت کا ایک نامور حکیم تھا جسکا نام نسطور تھا۔[۱]
اس عہد میں خیالات کی وسعت اور متعدد نئے مذہب کا پیدا ہونا زیادہ تر اوس آزادی کا
اثر تھا جو مامون نے مذہبی خیالات کے ظاہر کرنے میں عام لوگوں کو دے رکھی
تھی۔ کیونکہ بجز ایک مسئلہ "خلق قرآن" کے اوسنے مذہبی آزادی کو کبھی روکنا نہ چاہا۔
وہ خود معتزلی یا شیعی تھا لیکن اوسکے دربار میں قدری جہمی اور تمام دوسرے مذہب
والے بھی نہایت عزت و وقار کے ساتھ بار پاتے تھے اوسکی شاہانہ فیاضیاں ہر فرقہ پر
ایک نسبت کے ساتھ مبذول رہتی تھیں۔

مامون کے دربار میں فلسفہ و نجوم کے ماہروں اور کتب حکمت کے مترجموں کا جو گروہ
تھا اون میں سے مشہور لوگ یہ ہیں۔ حنین بن اسحق عیسائی۔ یسوع عیسائی۔ قسطا بن لوقا
عیسائی۔ یوحنا بن ماسویہ عیسائی۔ ابن البطریق عیسائی۔ یعقوب کندی عیسائی۔ ماشاء اللہ
یہودی۔ دوبان ہندو۔ جبریل کحال۔ حجاج بن یوسف کوفی۔ ابو حسان سلما متمم بیت الحکمۃ
ابو جعفر۔ یحیی ابن عدی۔ محمد بن موسی منجم۔ محمد بن موسی خوارزمی۔ محمد بن موسی۔ حسن بن موسی

---

[۱] یہ واقعہ عبد الکریم شہرستانی کی ملل و نحل سے نقل کیا تھا۔ لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ نسطور اسلام سے پہلے گذرا ہے۔ ابن الاثیر نے عبد الکریم پر نکتہ چینی کی ہے کہ اوسنے اسمیں غلطی کی

علما اور مترجمین

احمد بن موسیٰ - علی العباس - احمد الجوہری یحییٰ بن ابی المنصور - حجاج بن المطر - حبیش الحاسب - احمد بن کثیر - فرغانی مصنف مدخل الی علم ہیئۃ الافلاک - عبیداللہ بن سہل بن نوبخت - سہل بن ہرون - خالد بن عبدالملک المروزی - سند بن علی - عباس بن سعید الجوہری - اکثر مترجمون کی تنخواہین آجکل کے حساب سے ڈہائی ہزار روپیہ ماہوار تہین -

عبداللہ بن سہل - نجوم مین - اور یحییٰ ابی المنصور - علم رصد مین - نام آور تھے - موسیٰ بن شاکر - اوایل مین رہزنی کیا کرتا تھا - پھر توبہ کی اور دربار مین داخل ہوا - اوسنے تین صغیر بیٹے چھوڑے - مامون نے اونکی تربیت اور پرداخت - اسحق بن ابراہیم مصعبی کے متعلق کی - اور جب کسیقدر بڑے ہوئے تو حکم دیا کہ یحییٰ بن ابی المنصور کے ساتھ بیت الحکمۃ مین کام کیا کرین - تھوڑے دن مین ان سب نے فلسفہ و ہیئت مین بڑی ناموری حاصل کی - اور علوم و فنون کے سرپرست بن گئے - انہین سے محمد نے رفتہ رفتہ بڑا اقتدار حاصل کیا - اور سپہ سالار فوج مقرر ہوا - احمد - نے زیادہ تر علم الحیل کی طرف توجہ کی - اوسکی کتاب الحیل کی نسبت علامہ ابن خلکان نے نہایت تعجب ظاہر کیا ہے - اور لکھا ہے کہ عجیب و غریب صنایع حکمت پر مشتمل ہے - حسن کو علم ہندسہ مین نہایت کمال تھا - حالانکہ تحصیل کے طور پر اوسنے صرف چندہی مقالے پڑھے تھے - ایک دن مروزی نے - مامون کے سامنے اعتراض کے طور پر کہا کہ حسن - نے اقلیدس کے صرف چھہ مقالے پڑھے ہین - حسن نے کہا ہین ہر شکل کو خاص اپنے طرز استدلال سے

بات کر سکتا ہوں اس حال میں مجھکو ڈر ہے کی کیا ضرورت ہے؟ مامون نے میرے جواب تسلیم کیا مگر یہ کہا کہ "ناتمام چھوڑ دینے سے تمہاری طبیعت کی کاہلی ظاہر ہوتی ہے علم ہندسہ فلسفہ کے لئے اسیقدر ضروری ہے جسقدر کہ الف ب ت گفتگو کے لئے"

علمای ادب

ادب و عربیت کے ماہر یہ ہیں۔ فراء نحوی۔ اصمعی۔ ابوعبیدۃ نحوی۔ نضر بن شمیل المتوفی سنہ ۲۰۳ھ یزیدی لغوی۔ کلثوم عتابی۔ ابن الاعرابی۔ ثعلب نحوی۔ ابو عمرو الشیبانی۔ اخفش نحوی۔ قطرب نحوی المتوفی سنہ ۲۰۶ھ جو مامون کے ہمعصر اور اکثر اوسکے خوان کرم سے فیضیاب تھے۔ ان لوگوں نے ادب و عربیت کو معراج کمال تک پہونچا دیا۔ آج جسقدر دنیا میں عربی علم ادب کی تصنیفات موجود ہیں انہیں کی تحقیقات اور روایتوں سے مالامال ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ اگر اونکا واسطہ بیچ سے اوٹھا دیا جائے تو وہ ان علوم کی بنیاد قایم رہیگی۔

فراء نہ صرف علم نحو بلکہ لغت فقہ۔ نجوم۔ طب۔ ایام العرب میں بھی کمال کا درجہ رکھتا تھا۔ ثعلب کا قول ہے کہ اگر فراء نہ ہوتا تو آج علم عربیت نہ ہوتا۔ فراء کی بہت سی تصنیفات ہیں جنکے صفحوں کی مجموعی تعداد تقریباً تین ہزار ہے سنہ ۲۰۷ھ میں وفات پائی۔

اصمعی

اصمعی بصرہ کا رہنے والا تھا۔ عربی علم لغت کا ایک خمس اوسکی روایت سے مدون ہوا ہے۔ اور قسم کے اشعار ایک طرف بارہ ہزار صرف رجز کے شعر یاد تھے۔ ابوعبیدہ و اصمعی ہمزمان اور علم عربیہ میں حریف مقابل سمجھے جاتے تھے۔ ایکبار دونوں

مختصر الدول - ذکر حکماء عہد مامون الرشید۔

فضل بن الربیع (وزیر امین الرشید) کے پاس حاضر تھے۔ فضل نے اصمعی سے پوچھا کہ "تمنے گھوڑے کے اوصاف مین جو کتاب لکھی ہے کتنی جلدون مین ہے"۔ اصمعی نے کہا۔ "صرف ایک جلد" ابوعبیدہ سے پوچھا تو اوسنے بڑے فخر سے کہا "میری کتاب پچاس جلدون مین ہے"۔ اصمعی نے فضل سے کہکر ایک گھوڑا منگوایا۔ اور اوسکے ایک ایک عضو پر ہاتھ رکھکر اوسکے متعلق عرب کے اشعار پڑہتا گیا۔ ابوعبیدہ سے جب فرمایش کیگئی کہ اسطرح وہ بھی ہر عضو کے متعلق اشعار سنائے۔ تو اوسنے انکار کیا۔ فضل نے وہی گھوڑا اصمعی کو انعام مین دیا۔ اصمعی۔ کا بیان ہے کہ "جب مین ابوعبیدہ کو چھیڑنا چاہتا تھا تو اوسی گھوڑے پر سوار ہوکر اوس سے ملنے جاتا تھا"

مامون کے وزیر حسن بن سہل نے بھی اپنے دربار مین۔ ابوعبیدہ۔ و اصمعی کو طلب کیا تھا۔ اور اصمعی کی قوت حافظہ کا اوسوقت ایک عجیب طریقہ سے امتحان لیا گیا۔ تمام دربار محو حیرت ہوگیا۔ اصمعی کی بہت سی تصنیفات ہین جنمین سے ۳۵ کتابون کا ذکر علامہ ابن خلکان نے کیا ہے ۲۱۶ھ مین وفات پائی۔

یزیدی

یزیدی۔ مامون کا اوستاد تھا۔ ابن ابی العتاہیہ نے ادب کے متعلق اوسکے لکچر جمع کیے جو تخمیناً دس ہزار ورق ہین۔ یزیدی کے پانچ بیٹے تھے۔ اور ہر ایک ادب شعر۔ ایام العرب۔ مین اوستاد کامل تھا۔ ۲۰۲ھ ہجری مین انتقال کیا۔

ابوعمرو

ابوعمرو الشیبانی لغت و شعر کا امام تھا۔ امام حنبل اوسکے شاگرد تھے۔ ابوعمرو نے قبائل عرب مین سے اسی قبیلون کے اشعار جمع کیے ہین۔ کتاب الحیل۔ کتاب اللغات

کتاب السواد الکبیر وغیرہ اوسکی تصنیفات سے ہیں

اخفش نحوی — اخفش نحو کا مشہور امام ہے۔ عروض میں بحر خبب اوسیکی ایجاد ہے۔ معانی القرآن کتاب الاشتقاق کتاب العروض۔ کتاب الاصوات۔ کتاب معانی الشعر اور اوسکے سوا بہت سی تصنیفیں کیں۔ سنہ ۲۱۵ھ میں انتقال کیا۔

ابوعبیدہ — ابوعبیدہ لغت اور اشعار عرب کا بڑا ماہر تھا۔ فضل ابن الربیع نے اوسکو بصرہ سے طلب کیا تھا۔ جب دربار میں حاضر ہوا تو بڑی عزت سے اپنے پاس بٹھایا۔ ذرا دیر کے بعد ایک اور شخص۔ کاتبوں کا لباس پہنے حاضر ہوا۔ فضل نے اوسکو بھی اپنے پہلو میں جگہ دی اور کہا کہ انکو پہچانتے ہو۔ ابوعبیدہ انہیں کا نام ہے۔ وہ شخص مدتوں سے ابوعبیدہ کے ملنے کا مشتاق تھا۔ اس نعمت غیر مترقبہ کی بڑی شکرگذاری کی۔ اور ابوعبیدہ سے کہا اگر آپ اجازت دیں تو ایک شبہہ جو مدت سے میرے دل میں کھٹکتا ہے۔ عرض کروں۔ ابوعبیدہ نے منظور کیا۔ اوسنے کہا کہ قرآن کی اس آیت میں "طلعہا کانہ رؤس الشیاطین" خدا نے شیاطین کے سر سے تشبیہ دی ہے۔ حالانکہ تشبیہ ایسی چیز سے ہونی چاہیے جسکو لوگ جانتے ہوں۔ ابوعبیدہ نے کہا۔ خدا۔ عرب کے کلام کے موافق۔ کلام کرتا ہے۔ امراءالقیس کہتا ہے "ومسنونۃ زرق کانیاب اغوال" حالانکہ بھوت اور شیطان کو اہل عرب نے کبھی نہیں دیکھا ہے۔ چونکہ عام خیال میں شیطان کی صورت پرخوف تسلیم کیگئی ہے اسلئے خدا نے خوف کے موقع پر اوس سے تشبیہ دی ہے[1]

[1] تاریخ ابن خلکان تذکرہ علامہ ابوعبیدہ ومعمر ۱۲

ابو عبیدہ نے اس واقعے کے بعد مجاز القرآن ایک کتاب لکھی جسمین اس قسم کی آیتون کی توضیح کی۔ ابو عبیدہ کی تصنیفین تقریباً دوسو ہین جنمین سے پچاس کا ذکر علامہ ابن خلکان نے کیا ہے ۲۰۹؁ھ مین وفات پائی۔

ابن الاعرابی۔ امام العربیۃ کے لقب سے مشہور ہے۔ کسائی کا شاگرد تھا۔ علم لغت مین قدیم مصنفون کی اکثر غلطیان ثابت کین۔ قریباً سو آدمی اوسکے حلقۂ درس مین بیٹھتے تھے اور بغیر کسی کتاب یا یادداشت کے درس دیتا تھا۔ حلقۂ درس مین دور دراز ملکون کے طلبا حاضر رہتے تھے۔ ایکدن اوسنے دو طالبعلمون سے اونکا نام و نسب پوچھا تو معلوم ہوا کہ ایک اسبیجاب اور دوسرا اندلس کا رہنے والا ہے۔ اس بعد المشرقین کے اجتماع پر خود ابن الاعرابی کو بھی تعجب ہوا۔ ۲۳۱؁ھ ہجری مین انتقال کیا۔

ہم اس بحث کو اس اعتراف کے ساتھ ختم کرتے ہین کہ جسقدر لکھنا چاہیے تھا اوسکا دسوان حصہ بھی ہمنے نہین لکھا۔ مامون کے درباریون کے ساتھ اب ہم مامون سے بھی رخصت ہوتے ہین ❊



محمد شبلی۔ پروفیسر۔ مدرسۃ العلوم۔ علی گڈھ۔

تمّت بالخیر